مئی 2017
سچی اور دکھی کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ
جواب عرض

خواتین اور مردوں کی دکھی اور زخمی کہانیوں کا دلفریب ماہنامہ

ماہنامہ جواب عرض لاہور

بانی۔شہزادہ عالمگیر

نگران اعلیٰ۔شہلا عالمگیر

چیف ایگزیکٹو۔شہزادہ التمش

جنرل منیجر۔شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ریاض احمد

فون۔0341.4178875

سرکولیشن منیجر۔جمال الدین

فون۔0333.4302601

مارکیٹنگ۔کرن۔ماہا۔نور۔

فاطمہ۔رابعہ۔سارا۔زارا

جلد نمبر۔42 شمارہ نمبر 11

ماہ مئی 2017

قیمت /90روپے

عورت نمبر

...س نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ...

ماہنامہ جواب عرض مئی 2017 کے شمارے عورت نمبر کی جھلکیاں

- محبت مر نہیں سکتی — عارف شہزاد — 6
- عورت — کنول جی تنہا — 58

زندگی بن گئے
ہوتم۔ ارسلان

- عزت اور محبت — اے شہزاد — 12
- معجزہ — ڈاکٹر محمد سارم — 64

گلدستہ

- میری چاہتیں سنبھال رکھنا — انتظار حسین ساقی — 18
- قسم ہے ان آنسوؤں کی — آسیہ اشرف آشو — 34

زندگی کا پیار مل گیا

- جرم کیا تھا — شاہد رفیق سہو — 28
- اشکوں کی زبان جھو — ایم ندیم بھکر — 76

ندامت کے آنسو

- رانگ نمبر — احمد حسن عرشی — 53
- گناہ سے توبہ — حنا مرید — 78

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہیں اسکی تمام کہانیوں کے تمام نام و واقعات قطعی طور تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں کی
پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر۔ رائٹر۔ ادارہ۔ پبلیشر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلیشر شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر زاہد بشیر۔ ریتی گن روڈ لاہور)

- مر کیوں نہ گئی — سعد سعدیہ — 116
- ٹوٹے دل کی آواز — سحر خان — 156

بجا میں باری
فیصل ندیم ساحل

- میرا حسن جمال کا شہرہ — نورینہ صدیق — 120
- ماں کی بدعا — نثار حسرت — 124

پچھتاوہ
کائنات ظفر

- پالیا ہے پیار میرا — محمد ارشد — 126
- کانچ کا یقین — ثمین یوسف — 85

بے بستہ موسم
اے آر راحیلہ

- خوابوں کا جہاں — اسما نصیب — 100
- انتظار کسی کے آنے کا — عدنان خان — 179

مئی 2017

- مجبور عورت — سونو گوندل — 112
- بلخ کی شہزادی — 18[illegible]

اسلامی صفحہ

عورت کے چار مقام اوران کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے عورت کے چار مقام رکھے ہیں ۔۔ پہلا مقام ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے ماں کی دعا سے بڑھ کر کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کاش میری ماں زندہ ہوتی اور میں عشاء کی نماز کے لیے مصلّٰی پر ہوتا اور میں صورت فاتحہ شروع کر چکا ہوتا ادھر سے میرے گھر کا دروازہ کھلتا اور میری ماں کہتی ۔ بیٹا محمد ﷺ ۔ تو میں اس کی طرح نماز توڑ دیتا اس سے ماں کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ دوسرا مقام بہن کا ہے ۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نے دو بہنیں عطا کی ہوں اور بھائی نے ان کا حق ادا کر دیا آج کہ بھائی باپ کی وراثت میں بہنوں کو حصہ نہیں دیتے یہ ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ شراب حرام ہے ۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے بہنوں کا حصہ دیا ان کی شادی کی پھر شادی کے بعد بھی ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا تو اس کے لیے جنت واجب ہے ۔ تیسرا مقام بیوی کا ہے ۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا گھر جنت میں میرے گھر کے قریب ہو تو وہ دو کام کرے ایک اپنے اخلاق کو اچھا کرے اور دوسرا اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے تہجد پڑھے اور جہاد کرے بیوی سے اچھا سلوک کرے یہ فرمایا۔ بیویوں کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک نہ کریں اور بیوی کو بھی تلقین فرمائی ہے چوتھا مقام بیٹی کا ہے ۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس تین بیٹیوں کی شادی پورے حق کے ساتھ کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر تین بیٹیاں نہ ہوں دو ہوں تو فرمایا اس کے لیے بھی جنت واجب ہے پھر پوچھا کہ اگر ایک ہی بیٹی ہو تو فرمایا کہ اس کے لیے بھی واجب ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ندیم عباس میواتی پتوکی ۔

قارئین بیٹی گھر کی رونق اور رحمت ہوتی ہے ۔ جس گھر میں بیٹی نہیں اس گھر سے پوچھو بیٹیوں کی قدر ہمارے معاشرے میں بہت سی غریب بیٹیاں ہیں جو کہ خوشیوں کی خواہشوں کی تمنا اور امید لیے ہوئے وقت کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں مگر ان کی خواہشیں اور حسرتیں ان کے دل میں ہی رہ جاتی ہیں ان کے خواب ان کی آنکھوں میں ہی چکنا چور ہو جاتے ہیں اور وہ ساری زندگی اللہ سے رو رو کر اپنے نصیب کا شکوہ کرتی ہیں ۔ ہم مسلمان مسجدوں کو تو دلہن بنا دیتے ہیں مگر مفلس کی بیٹی کنواری ہی رہ جاتی ہے ۔ کاش ان بیٹیوں کا نصیب بھی اچھا ہو ہم غریب بیٹیوں کی خوشی کے لیے جتنا بھی کریں کم ہے اور وہ ہماری نیکی ضائع نہیں جائے گی ہمارے نامہ اعمال میں ضرور لکھی جائے گی ۔۔۔ اللہ سب کو یہ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کشور کرن پتوکی

ماں کی یاد میں

دنیا میں ایک ضرب المثال ہے اس نے اتنا حسین چہرہ دیکھا کہ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اس ضرب المثال کی صداقت ماں اور اس کی شخصیت پر پوری اترتی ہے آپ اپنے منہ سے ماں کو پکاریں تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ جائے گا کیونکہ ماں ہے ہی ایک ایسی ہستی جو ہر زاویے سے اپنے آپ کو اور اپنی محبت کو منوا سکتی ہے یوں تو سب کی مائیں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اچھی بنائی ہیں مگر میں نے اپنی ماں کو سب سے نرالا پایا ہے وہ صبر شکر کا ایک پیکر تھیں حالات اچھے ہوں یا برے ان کا خاموش اسلوبی سے مقابلہ کرنا تو کوئی ان سے سیکھتا مفلسی اور تنگدستی میں اپنے بچوں کا محبت اور خلوص صبر کے کھانے سے پیٹ بھرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا میری ماں گھر کی صرف زینت ہی نہیں بلکہ روح تھیں اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر مجھے محبت دی اور اپنے کندھوں پر میرے لاڈ پیار کا بوجھ اٹھایا اور اپنی سبھی اولاد کو یکساں پیار دیا جو کسی کو بتانے کا نہیں وہ اتنا رحمدل تھیں کہ بڑی سے بڑی لغزش پر بھی اپنی اولاد سے کبھی غفلت یا نفرت کا اظہار نہیں کیا تھا میری ماں کے اوصاف دیکھ کر اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ماں کے قدموں میں جنت کیوں رکھی گئی ہے اور مائیں کیسی ہونی چاہئے اولاد کی تربیت کرتے ہوئے دیکھ کر وہ شیکسپیئر کا وہ قول یاد آ جاتا ہے جس میں انہوں نے کہا ۔ آپ مجھے اچھی مائیں دیں میں آپ کو اچھی قوم دوں گا وہی میری ماں نے اپنی اچھی قوم والی خوبیاں اجاگر کی ہیں جب میرے لیے اپنے پیار کی خوشبو بکھیرتی تھیں تو مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا ان کے چہرے کی نورانی مسکراہٹ کسی ولی اللہ سے کم نہ تھی وہ بے حد وسیع القلب ۔ وسیع الخیال تھیں اس جیسی بے حد نیک مروت راست گو اور نیک خصلت مائیں بہت کم ملتی ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی کو اپنی اولاد کی تعلیم تربیت کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر پورا کیا ایسی ماؤں کی خدمت کرنا اولاد کے لیے ایسے مفید ہے جیسے کھیت کو پانی لگانا مفید ہوتا ہے جب میں اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہوں تو میرے بہتے ہوئے آنسو ماں سے محبت کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں میری بدنصیبی ہے کہ آج وہ میرے پاس نہیں ہیں میں آج جوان ہوں تمہیں زمانے بھر کی خوشیاں دینا چاہتا ہوں جو تمہاری نیلی نیلی آنکھوں میں موتیوں کی طرح چمک اٹھیں اور تمہارے سارے دکھ لینا چاہتا ہوں جنہیں اپنا کر سکون میں کھو جاؤں میں تمہارے غم اور دکھ کے بیچ جینا چاہتا ہوں تم میں گم ہو کر اپنا لمحہ لمحہ تمہاری زندگی میں شامل کرنے کا تمنائی ہوں آج تمہارے سب خواب پورے ہوئے ہیں مگر خدا کو پیاری ہوگئی ہیں تمہارے خیالوں سے میری روح تک مہک اٹھی ہے ہر شام تمہاری یاد کا دیا جلاتا ہوں تمہارے پیار کی خوشبو آج بھی مجھے سنوا دیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔

خلیل احمد ملک شیدانی شریف

ماں ایسا لفظ ہے جس کی گہرائی بہت بلکہ سمندر سے بھی زیادہ گہری ہے ماں جب ہم ماں کہتے ہیں لفظ ماں دل کی گہرائی سے ادا ہوتا ہے اور ماں مان ہوتا ہے ہر انسان کو ماں تو عظیم ہوتی ہے لفظ ماں اتنا میٹھا ہے کہ دل کو احساس اور سکون ملتا ہے تو ذرا سوچئے جب ہمارے سامنے ماں ہو تو کیسے ہمیں سکون نہیں ملے گا ۔۔۔ عافیہ گوندل

محبت مر نہیں سکتی

۔۔۔تحریر: عارف شہزاد۔ صادق آباد 03156736148

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے محبت مر نہیں سکتی۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارمین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

آج پھر ایک نئی سٹوری ''محبت مر نہیں سکتی''
لے کر آپ سب کی خدمت میں حاضر
ہو رہا ہوں۔ امید ہے کہ یہ کہانی بھی آپ کو
بہت پسند آئے گی۔
میں تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کا سوچ بھی
نہیں سکتا۔ یہ میری کمٹ منٹ اور خواہش ہے۔
میں بھی تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا
سوچ بھی نہیں سکتی۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے۔
تم بہت جذباتی ہو رہی ہو کرن۔
اور تم بہت ظالم بن رہے ہو رحمان۔
پلیز کرن مان جاؤ۔ میں کبھی تمہیں وہ خوشی نہیں
دے پاؤں گا جو تم ڈیزرو کرتی ہو۔ میں حناء کے
بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز کرن تم بات سمجھنے کی کوشش
کرو۔ وہ مر جائے گی میرے بغیر۔ پھر میں جی کر
کیا کروں گا۔
عشق صادق ہے تو عقیدہ رکھ عارف!

یار کے غم [illegible] نہیں ہوتے!
قارئین! لوگ کہتے ہیں، لیلیٰ، مجنوں، شیریں، فرہاد کے مرنے کے بعد محبت ختم ہوگئی ہے۔ مگر جب تک کرن جیسی لڑکیاں زندہ ہیں یہ محبت مر نہیں سکتی

پاپا۔۔ وہ اسٹڈی ٹیبل کے پاس آ کے بولی۔
جی بیٹا۔۔ انہوں نے اسلامک انسائیکلو پیڈیا سے نظر اٹھا کر اسے جواب دیا اور دوبارہ نظریں کتاب پر جما دیں۔
کوئی بھی میری بات نہیں سنتا۔ مین چلی جاتی ہوں یہاں سے۔ اس کی جھنجلائی ہوئی سی آواز کانوں میں پڑی تو وہ مسکرا دیئے۔
سنو! کہیں نہیں جا رہی تم۔ ادھر بیٹھ کر میری بات سنو۔ وہ جو دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ وہیں سے پلٹ آئی۔
کوئی میری بات نہیں سنتا۔ کسی کے پاس ٹائم

ہی نہیں کہ مجھے اور کچھ نہیں تو اچھا سا مشورہ ہی دے دے۔ وہ جھنجلا کر بولی۔ یونی جھلاتی، آنکھیں گھماتی، ناک چڑاتی وہ پریشان سی لگ رہی تھی۔

تو کہاں ہے وہ ملیحہ۔ اسے کہو سب کچھ چھوڑ کر آ جائے کچھ دن تمہارے پاس رہے۔ انہوں نے مشورہ دیا۔

اسکے اگزام چل رہے ہیں پاپا۔ بالکل ٹائم نہیں اس کے پاس۔ ورنہ آپ جانتے ہیں مجھ سے زیادہ ایکسائنڈ ہے۔ وہ اپنی عزیز ترین دوست کی حمایت کرتے ہوئے بولی۔

اچھا چلیں آپ بتائیں کے میرے لیے کیا حکم ہے۔ وہ ہمہ تن گوش ہوئے۔

ابو مجھے پہلے دن کے ڈریس کا کلر سمجھ نہیں آ رہا کہ کس طرح کا لوں۔ نہ ہی مجھے رحمان کی پسند کا کوئی اندازہ ہے۔

آج کل جو فیشن ہے اس طرح کا کوئی لے لو۔ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن ۔۔۔ وہ کچھ کہتے کہتے رکی۔ وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ خیر چھوڑیں میں کل ثانیہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور شاپنگ رہ گئی ہے۔ وہ بھی کر لوں گی۔

ٹھیک ہے اس کام کو اب ختم کرو۔ چند دن تو باقی ہیں بس۔ انہوں نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا اور کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ ایک گہری سوچ میں گم ہو گئی۔

میں اگر سامنے آ بھی جایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو
اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں
میں بھی تڑپا کروں، تم بھی تڑپا کرو

بڑی مشکل ہے، یہ میرا دل ہے
تم ہی کہو کیسے میں چپ رہوں
ستانے کے منانے کے، یہ دن ہیں آزمانے کے
ذرا سمجھا کرو دلبر، تمہیں میری قسم
یہی ہے میری مجبوری سہی جائے نہ اب دوری
میرا کیا حال ہے کیسے بتاؤں میں صنم
زمیں ہو گی گگن ہو گا، تیرا میرا ملن ہو گا
میں اگر تم سے نظریں ملایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو
میں دنیا سے چلا جاؤں
کبھی نہ لوٹ کے آؤں
کرو گی کیا اکیلے تم بتاؤ دلربا
میں رب سے چھین لاؤں گی، تجھے اپنا بناؤں گی
چلے گی سانس جب تک یہ نہ ہونگے ہم جدا
نہ اپنی یہ قسم ٹوٹے
جو رب روٹھے تو رب روٹھے
میں اگر تم کو ملنے بلایا کروں
لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو
اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں
میں بھی تڑپا کروں تم بھی تڑپا کرو

یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ نرگس بہن! پچھلے کئی سالوں سے میں اور کرن یہ بات جانتے ہیں کہ رحمان کی شادی کرن سے ہی ہو گی اور آج تم کہہ رہی ہو کہ رحمان کو سمجھانا پڑے گا۔ سارا خاندان والے یہ بات جانتے ہیں۔ تم میری بیٹی کو سارے خاندان میں رسوا کرنا چاہتی ہو۔ وہ غصے سے چیخ سے گئے۔

نہیں بھائی جان۔ خدا کے لئے ایسا مت کہیں۔ کرن میری بھی بیٹی ہے۔ ماں بن کر پالا ہے میں نے اسے۔

اگر ماں بن کر پالا ہے تو ماں بن کر سوچنا بھی چاہیے تھا۔

تم جانتی ہو وہ کس قدر حساس ہے۔ کتنے عرصے سے وہ رحمان کو اسی خیال کے ساتھ سوچتی رہی ہے۔ رحمان اور ملیحہ کے علاوہ اس کا کوئی دوست نہیں۔ ان کے علاوہ وہ کسی پر اعتماد تک نہیں کرتی۔ وہ صوفے پر ڈھے سے گئے نرگس شرمندہ سی بیٹھی رہ گئیں۔ وہ رحمان کو جانتی تھیں۔ جو کرن کا بہت اچھا دوست تھا۔ اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ وہ اس کا کزن ہونے کے ناطے کرتا تھا۔ اس سے شادی کے ذکر پر وہ تڑپ اٹھتا تھا کہ کبھی اس سے شادی نہیں کرے گا۔

چپ چپ کیوں رہتی ہو کرن
یہ پیار روگ لگا رکھا ہے

قارئین! میں ہر دفعہ یہ بات بھائی سے کرنے کا سوچتیں اور پھر رک جاتیں۔ لیکن آج رات رحمان کے دوٹوک انکار نے اور پھر صبح ہی صبح بھائی کے بات کرنے پر انہوں نے ہمت کر ہی لی۔ لیکن ان کے ردعمل سے پھر پریشان ہو گئیں۔

بات کرو اس سے اور پھر مجھے بتانا کیا کہتا ہے۔

نرگس نے رحمان سے بات کی۔ اسے کیسے سمجھایا۔ ان کے گھر میں کیا ہوا۔ یہ تو وہ نہیں جانتے تھے۔ لیکن نرگس نے تاریخ طے کر دی تھی۔ اس دن سے رحمان کا رویہ ان کیساتھ اور کرن کے ساتھ بھی بدل سا گیا تھا۔ وہ کرن کے چہرے کو دیکھ پڑھ سکتے تھے۔ وہ جو ایک نیا سوٹ لینے کے لیے اتنی پر جوش تھی۔ وہ اپنی شادی کے ڈھیروں شاپنگ بددلی سے کر رہی تھی۔ ایسے شخص کے ساتھ وہ کبھی بھی اپنی بیٹی کی شادی کرنے کو تیار نہ ہوتے۔ جو بددلی سے ان کی بیٹی کو اپنا رہا تھا۔ لیکن بیٹی کی محبت نے انہیں چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ شائد رحمان بعد میں کرن کی طرف پلٹ آئے۔

قارئین! کرن رحمان کو دل و جان سے پیار کرتی تھی اس پہ جان نچھاور کرتی تھی۔ مگر سنگدل رحمان کسی اور ہی لڑکی میں انٹرسٹ لے رہا تھا۔ کسی اور سے پیار کے چکر چلا رہا تھا۔ جو کرن جیسی معصوم لڑکی کے لیے بہت بڑا دھوکہ تھا۔ قارئین کہانی کی طرف چلتے ہیں۔

ابو۔۔۔! آپ چائے پئیں گے۔ وہ کتاب پکڑے بیٹھے تھے جب کرن نے ان سے پوچھا۔

نہیں بیٹا دل نہیں کر رہا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ گئے۔ میں ذرا شوکت کی طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر تک آ جاؤں گا۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔

اس نے اپنے لیے چائے کا ایک کپ بنایا اور لے کر لاؤنج میں آ گئی۔ رحمان ایسا کیوں کر رہا ہے میرے ساتھ۔ بہت دنوں سے مچلتا ہوا سوال پھر سے ذہن میں ابھرا۔ نہ میری کال پک کرتا ہے نہ ہی اتنے دنوں سے مجھ سے ملنے گھر آیا۔ اس نے مجھ سے بالکل بھی شادی کے فنکشن کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ ثانیہ کا رویہ بھی کچھ عجیب سا تھا۔ جیسے وہ یہ شاپنگ زبردستی کر رہی ہے۔ اور رحمان مجھے اگنور کیوں کر رہا ہے۔ اس کی آنکھیں اتنی لال کیوں تھیں۔ جیسے وہ کئی دنوں سے سو نہ سکا ہو۔ اس کے بال جو ہر وقت جیل کی تہہ میں سمٹے رہتے تھے۔ وہ بکھرے بکھرے سے کیوں تھے۔

کیا۔۔۔۔۔ کیا رحمان مجھ سے شادی کرنے پر خوش نہیں ہے۔ خود سے کیے آخری

سوال نے اس پر کپکپی طاری کر دی۔
قارئین! اگر یہ واقعی سچ ہوا تو؟ اس کے ماتھے پر پسینے کی قطرے چمکنے لگے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے۔ تب ہی گیٹ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ رحمان، بلیک پینٹ شرٹ میں لمبا چوڑا وجود رحمان کا ہی تھا۔
کیسے ہو تم اور ساتھ کون آیا ہے۔ اپنے ذہن میں در آتے سوالوں سے بچنے کے لیے وہ جلدی جلدی بولنے لگی۔
کوئی بھی نہیں میں اکیلا ہوں۔ وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔
چائے لاؤں؟ وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ رحمان کا رویہ اسے ڈرا رہا تھا۔ یوں جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہو۔ رحمان کرن ملکے سے بولی۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔ جانے اسے کیسے پتہ چل گیا کہ وہ کچھ بہت اہم بات کرنے آیا ہے۔ چلو! میں چائے بناتی ہوں تمہارے لیے۔ وہ ایسے اٹھی جیسے یہاں سے غائب ہو کر بچ جائے گی۔
کرن۔ وہ دھیمے سے بولا تو وہ رک گئی۔
کرن بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ وہ بیٹھ گئی اور ہزاروں سوال آنکھوں میں لیے اسے دیکھنے لگی۔ تم کرن۔ وہ پاؤں کو غیر ارادی طور پر گھاس پر کھرچنے لگا۔ کرن تم شادی سے انکار کر دو۔ آخر کیوں رحمان! تم جانتے بھی ہو میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں بہت پیار کرتی ہوں تم سے۔ میں حناء سے پیار کرتا ہوں۔ اور میں تم سے کرتی ہوں کرن کی آنکھوں سے آنسو ایسے گر رہے تھے جیسے بارش کے قطرے۔
میں حناء کے علاوہ کسی سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ میری کمٹ منٹ اور خواہش ہے۔
رحمان میں بھی تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی یہ میری زندگی کا سوال ہے۔
تم بہت جذباتی ہو رہی ہو کرن۔
اور تم بہت ظالم بن رہے ہو رحمان۔
پلیز کرن مان جاؤ۔ میں بھی تمہیں وہ خوشی نہیں دے پاؤں گا۔ جو تم ڈیزرو کرتی ہو۔
دوست تو ہو نا۔۔۔ دوستی کا رشتہ توڑ دے گا نا۔
پیار نہ بھی دے پائے تو کوئی بات نہیں رحمان۔ نہیں دوستی کا رشتہ بھی پر ختم ہی سمجھو۔ اس نے سر جھکا کا وہ بس دیکھتی رہ گئی۔
کرن میں حناء کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ مر جائے گی میرے بغیر۔ پھر میں کیا کروں گا پلیز۔ تم ماموں سے کہہ دو کہ تم یہ شادی نہیں کرنا چاہتیں۔ میں نے انکار کیا تو ماموں ہم سے مکمل طور پر کٹ جائیں اور تم جانتی ہو امی ماموں سے کتنی اٹیچڈ ہیں۔ پھر تم بھی تو امی کی اور ہماری سب کی کتنی لاڈلی ہو۔ شادی کے بعد تمہارے ساتھ کچھ بھی برا ہو تو سب مجھ سے ناراض ہو جایا کریں گے۔ تو کیا اس سب سے بہتر یہ نہیں کہ ہم دونوں شادی ہی نہ کریں۔
وہ ساکت سی بس رحمان کو دیکھے جا رہی تھی۔ آنسو آنکھوں سے رواں دواں تھے۔ کرن تم کسی اور سے شادی کرنا۔ جو تمہیں خوش رکھ سکے۔ پلیز۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تم آج ہی بات کرنا ماموں سے کیونکہ شادی میں دن تو بہت ہی کم رہ گئے ہیں۔
وہ اپنی سنانے آیا تھا اور اپنی سنا کر چلا گیا۔
محبت کے سفر میں کوئی بھی راستہ نہیں دیتا
زمین واقف نہیں بنتی، فلک سایہ نہیں دیتا

خوشی اور دکھ کے موسم سب کے اپنے اپنے ہوتے ہیں مگر کرن
کسی کو اپنے حصے کا کوئی لمحہ تک نہیں دیتا
کرن کرسی سے اٹھ کر نیچے گھاس پر بیٹھ گئی۔ سر کرسی کی ایک ٹانگ سے ٹکا دیا۔ وہ بالکل ایسے بے یار و مددگار بیٹھی تھی جیسے کسی بیوہ کو اس کی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی گھر سے دھکے دے کر کسی نے باہر نکال دیا ہو۔
قارئین کرام! سچ کہتے ہیں ہمیشہ ساتھ دینے کا۔ بننے بولنے کا۔ دوستی کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ دو دلوں کو ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے۔ جو رشتہ بندھنوں میں نہیں بندھ پاتے۔ اسے بننے میں تو صدیاں بھی کم پڑ جاتی ہیں۔ وہ یہ بات سمجھ گئی تھی۔ اور جانتی تھی ابو کو یہ بات سمجھا لے گی۔ یہ الگ بات کہ یہ محبت اس کی اس کی زندگی کی داستان بن گئی تھی۔
قارئین! کرن رحمان سے سچا پیار کرتی تھی۔ وہ رحمان کی یادوں سے چھٹکارا نہ پا سکی۔ ایک دن زندگی سے اور رحمان کی یادوں سے تنگ آ کر پنکھے سے لٹک کر اپنی جان دے دی اور یوں اپنی محبت کو امر کر گئی۔ اور رحمان جیسے بے غیرت اور بے وفا لوگوں کو یہ بات سمجھا گئی کہ محبت کل بھی زندہ تھی، محبت آج بھی زندہ ہے اور جب تک کرن جیسی دیوانی لڑکیاں زندہ ہیں، محبت کبھی مر نہیں سکتی۔ بس لڑکوں کو تھوڑی شرم کرنی چاہیے کہ ایک لڑکی ہو کر اپنی محبت میں جان تک کی بازی لگا گئی اور رحمان جیسے پتہ نہیں کتنے لڑکے کرن جیسی لڑکیوں کی زندگی سے کھیل رہے ہیں۔ خدارا شرم کرو، شرم کرو۔
قارئین کرام! اپنی آراء ضرور دیا کریں تا کہ میں آپ کے لیے مزید بہتر سے بہتر لکھ سکوں انشاء اللہ پھر جلد ہی ملاقات ہوگی۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج۔ عارف شہزاد۔۔۔۔ خدا حافظ

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کنگن پور کے نام
تیرا ساتھ ہے کتنا پیارا
کم لگتا ہے جیون سارا
تیرے ملن کی لگن میں
ہمیں آنا پڑے گا دنیا میں دوبارہ
میں نے تن من تجھ پہ وارا
پیاس بجھی نہ کر کے نظارا
تیرے ملن کی لگن میں
ہمیں آنا پڑے گا، دنیا میں دوبارہ
ہو۔۔۔! تیرا ساتھ ہے کتنا پیارا
جتنی تجھ میں ہے ادا اتنی ہی وفا
جتنا جہاں میں پیار ہے تجھ سے ملا
بڑھتی جائے یہ بے تابی جتنا کروں نظارا
ہمیں آنا پڑے گا، دنیا میں دوبارہ
پیار کے اک اک پل پہ ہے سو جیون قربان
پیار کبھی مرتا نہیں، مرتے ہیں انسان
نام اسی کا جیون ہے جو تیرے سنگ گزارا
ہمیں آنا پڑے گا، دنیا میں دوبارہ
ہو۔۔۔! تیرا ساتھ ہے کتنا پیارا
کم لگتا ہے جیون سارا
تیرے ملن کی لگن میں
ہمیں آنا پڑے گا، دنیا میں دوبارہ

محبت اور عزت

۔۔۔تحریر: اے شہزاد۔صادق آباد 03156736148

آفس مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے محبت اور عزت۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جایا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارمین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز یئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گا۔

ب ...دن احسان مجھے کھانا کھلانے کے لیے
باہر لے گئے۔ وہ مجھے ہمیشہ اپنے گھر
مخالف جگہ پر لے جاتے۔ اس دن شاید
ت خراب تھی۔ ہمیں ہوٹل سے نکلتے ہوئے
کے بابا نے دیکھ لیا۔ احسان مجھے چھوڑ کر جب
ہی گھر گئے تو ایک ہنگامہ ان کا منتظر تھا۔ بابا کا
یہ آج بھی اٹل تھا۔ حمنہ یا حمیرہ۔ سیدھی سادی
میرہ کے مقابلے میں احسان نے مجھے چنا اور بابا
کا گھر چھوڑ کر الگ رہنے لگے۔ بابا نے اسے
عاق نہیں دلوائی تھی اور احسان نے میرے کہنے
کے باوجود حمیرہ کو طلاق نہیں دی تھی۔ گو کہ یہ کانٹا
یہ دل میں تھا۔ ایک لاجواب اور سبق آموز
آپ سب کی خدمت میں۔

بہانے ہیں دنیا جاری کے
نے کس کا سکون لوٹا ہے
تو یہ ہے کہ زمانے میں عارف۔

میں کتنی جھوٹی ہوں تو بھی جھوٹا ہے
تم!! آج برسوں بعد عزت کو سامنے دیکھ کر محبت
کے دل میں انجانے خدشوں نے سر ابھارا۔ یہ
یہاں کیا کرنے آئی ہے؟ اب کیا لینے آئی ہے؟
میں نے تو برسوں پہلے اسے شکست دی تھی۔
شکست۔۔میرے اندر سے آواز آئی۔ میں
نے عزت کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ شکست کا لفظ
سن کر اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ نظر آئی۔
یا شاید میرا وہم تھا۔ وہ تو خاموش کھڑی تھی۔
میں نے گڑبڑا کر ادھر اُدھر دیکھا، کوئی نہ تھا۔
یہ میرے اندر کی آواز تھی۔ جسے میں نے جھٹکتے
ہوئے کہا۔ احسان تو دیر سے آئیں گے۔ میں
نہیں چاہتی تھی کہ احسان اسے دیکھیں۔ وہ آنے
والے تھے۔ اس نے اطلاع دی یا جتایا۔ مگر ابھی
میں کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ کہ احسان کی گاڑی کا
ہارن بجا۔ میں حیران ہوتی ہوئی باہر چلی۔ میں

والدہ بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں اور بابا نے ہی ان 5 بہن بھائیوں کو پالا تھا۔ بابا کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے احسان نے حمیرہ سے شادی کرلی۔

قتل گاہوں سے خوف کھا کر عارف
عشق کب راستہ بدلتا ہے

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ میں چیخ پڑی۔ احسان شادی کے تین ماہ بعد مجھ سے معذرت کرنے آئے تھے۔ میں بابا سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس لیے انہیں انکار نہ کرسکا۔

اور مجھ سے؟ میرے بارے میں نہیں سوچا؟؟ میں رونے لگی۔

احسان تو مجھ سے معذرت کرنے آئے تھے۔ ان کا خیال تھا تاکہ میں شاید ان سے بات نہیں کروں گی۔ مگر میں حمنہ چوہدری جس نے کبھی زندگی میں ناکامی نہ دیکھی۔ زندگی کے اتنے بڑے اہم معاملے میں کیسے ہارے گی۔ وہ بھی سیدھی سادی حمیرا سے۔ میں نے احسان کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرلے۔ محبت جیت گئی۔ احسان کے ایک دوست اور میرے گھر والوں کی موجودگی میں ہمارا نکاح ہوا۔ پاپا نے ہمیں ایک فرنشڈ اپارٹمنٹ لے کر دے دیا۔ اب احسان دن میں اکثر اور رات میں کبھی کبھی میرے پاس رہنے لگے۔

قارئین! ایک سال ہوگیا تھا۔ احسان بہت محتاط تھے۔ اس لیے ابھی تک کسی کو پتہ نہ چل سکا تھا۔ اس دوران میں ایک بیٹے کی اور حمیرہ ایک بیٹی کی ماں بن چکی تھیں۔

مجھے بھی یہ عشق کی بیماری نہ ہوتی
اگر تم جو اتنی پیاری نہ ہوتی

قارئین! ایک دن احسان نے مجھے کھانا کھلانے باہر لے گئے۔ وہ مجھے ہمیشہ اپنے گھر سے مخالف جگہ پر ہی لے جاتے تھے۔ اس دن شاید قسمت خراب تھی۔ ہمیں ہوٹل سے نکلتے ہوئے ان کے بابا نے دیکھ لیا۔ احسان مجھے چھوڑ کر گھر واپس گئے تو ایک ہنگامہ ان کا منتظر تھا۔ بابا کا لہجہ آج بھی اٹل تھا۔ حمنہ یا حمیرا۔

سیدھی سادی حمیرا کے مقابلے میں احسان نے مجھے چنا اور بابا کا گھر چھوڑ دیا۔ بابا نے اسے طلاق نہیں دلوائی تھی اور احسان نے میرے کہنے کے باوجود حمیرہ کو طلاق نہیں دی تھی۔ گو کہ یہ کانٹا میرے دل میں تھا۔ مگر احسان اب مکمل طور پر میرے ساتھ تھے اور میرے لیے ابھی اس سے بڑھ کر کیا تھا۔ احسان کی جاب اچھی تھی۔ اس لیے ہمیں کوئی مسئلہ نہ ہوا ہم ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

قارئین! آہستہ آہستہ ہم ایک نسبتاً بڑے گھر میں شفٹ ہوگئے میرے دو بیٹے تھے۔ جس وقت احسان نے گھر چھوڑا، حمیرہ امید سے تھی اور اس نے دو جڑواں بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا تھا۔ احسان کو میں نے محبت کے جال میں پھنسایا تھا کہ وہ اُدھر کا رشتہ ہی بھول گئے تھے۔ میں اپنی جیت پر بہت خوش تھی۔ احسان میرے تھے اور ہم ایک بھرپور لائف گزار رہے تھے۔ تو پھر آج برسوں بعد میرے مضبوط قلعے میں یہ دراڑ کیسی؟ اچانک جیسے میں ہوش میں آگئی۔ احسان حمیرہ کو گیٹ تک چھوڑنے جا رہے تھے۔ واپس آئے تو خاموش سے تھے۔ میں نے وجہ پوچھی اور پوچھنا چاہا [illegible]۔

چند دن اسی امید میں گزر گئے۔ میں

انتظار میں تھی کہ وہ کچھ بولیں۔ بالآخر ایک ہفتے بعد احسان نے دھماکہ کر دیا۔

کیا؟۔۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

کیوں نہیں ہوسکتا۔۔۔؟ آخر حمیرہ بھی تو اتنے برسوں اکیلی رہی ہے۔ احسان نے روکھے سے لہجے میں جواب دیا۔

اوہ۔۔۔ تو اب آپ کو اس سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ میں نے تنک کے جواب دیا۔

تم کچھ بھی سمجھو میری بیٹیوں کو میری ضرورت ہے۔ احسان یہ کہہ کر کمرے میں چلے گئے۔ احسان کے والد کی طبیعت خراب تھی۔ انہوں نے احسان کو بلایا تھا اور مرتے وقت آخری خواہش کے طور پر درخواست کی تھی کہ احسان اب تو بیٹوں اور حمیرہ کا سہارا بن کر رہیں کیونکہ حمیرہ اکیلی تھی۔ پھپھو کا انتقال ہوگیا تھا۔ شاید دل میں ندامت کا احساس تھا۔ جو احسان بابا کی بات بلا چون وچرا مان لی تھی۔

تمہارے پاس تمہارے بیٹے ہیں۔ احسان کمرے سے نکلے۔ تمہارے گھر والے بھی تمہارا خیال رکھتے ہیں۔ مگر مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ میری بات ادھوری رہ گئی۔

بس حمنہ، اب اور نہیں۔ مجھے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنے دو۔ احسان کا لہجہ عجیب سا تھا۔

کیا مطلب؟ میرے ساتھ آپ زبردستی رہ رہے تھے۔ اب حمیرہ کو چھوڑنا آپ کو غلطی لگ رہا ہے۔ احسان اتنے برسوں کی محبت اور ساتھ کو آپ زبردستی کہہ رہے ہیں۔ میں روہانسی ہوگئی۔

تمنہ پلیز چپ ہو جاؤ۔ یہ محبت ہی تھی جو میں اتنے عرصے تمہارے ساتھ رہا۔ اپنوں کو چھوڑ کر صرف تمہاری خاطر اور تم نے مجھ سے محبت کم اور حمیرہ سے نفرت زیادہ کی۔ تم مجھے اپنی جیت کے طور پر نبھاتی رہیں اور وہ حمیرہ جس نے آج تک اپنا حق ہوتے ہوئے بھی کبھی مجھ سے کچھ نہیں مانگا۔

احسان لمبے بھر کے۔ لیکن اب اور نہیں۔

مجھے ایک بابا سے کیا ہوا وعدہ نبھانا ہے۔ اور اپنی بیٹیوں کے سر پر سائباں بننا ہے۔ احسان نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ احسان جا چکے تھے۔ اور آج برسوں بعد حمیرہ نے مجھے شکست دے دی تھی۔ اس کی سادگی میری اداؤں پہ بازی لے گئی تھی۔ ساری بھول میری تھی۔ میں نے ایسے یہ ایک شادی شدہ مرد سے شادی کی اور حمیرا کی لائف بھی برباد کی اور مجھے تو اب زندگی بھر اکیلا اور تڑپتے رہنا ہے۔

سازگار ہیں اس طرح سے کچھ حالات دوستو
دن بھی ہوا ہے اپنے لیے اب رات دوستو
زندگی ہار گئی اور روز روز کے غموں سے
مجھ کو ملی نہ پیار کی پھر سے خیرات دوستو
وہ جس سے ہوا تھا رشتہ وفا کا استوار
اس کو بری لگی ہے میری ہر بات دوستو
میں جل رہا ہوں دکھ کے آلاؤں میں
میری قسمت کی ہے بس یہی عنایت دوستو
آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی
جب چل پڑی ہے یادوں کی بارات دوستو
رکتا بھی کب ہے یہ بھلا آنسوؤں کا طوفان اب
ہوتی ہے جب بھی پھر سے اشکوں کی برسات
دوستو
گزری ہے عارف تمام زندگی کچھ نہ پوچھیے
جلتا ہی رہا ہوں ہجر کی آگ میں دن رات
دوستو

قارئین! جیسا کہ آپ نے کہانی میں دیکھا۔ حمنہ نے اپنی لائف خود برباد کی۔ وہ جانتی بھی تھی کہ احسان شادی شدہ ہے۔ پھر بھی اس نے اتنی بڑی غلطی کی اور آج تنہا زندگی گزارنے پہ مجبور ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کسی کا گھر جلانے سے بھلا کب اپنا گھر بستا ہے۔ میں آپ سب سے قارئین کی رائے کا منتظر رہوں گا۔ خدا حافظ۔

عارف شہزاد۔ صادق آباد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

B۔ کنگن پور کے نام!!!

آنکھوں سے دل میں اتر کے، تو میری دھڑکن میں ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من میں ہے
تیری قسم، ہاں تیری قسم
پیار کبھی یہ ہوگا نہ کم
دلربا ہو گئے تیرے ہم
تیرے لیے ہی آئے ہیں ہم
تو ہے میرے جینے کی قسم
تو ہی تو میری شوخی شرم
رب میرا اب میرے ساجن میں ہے
آنکھوں سے دل میں اتر کے تو میری دھڑکن میں ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من میں ہے
میرے گیتوں کا گنجن ہے تو
پیاسا ہوں میں اور ساون ہے تو
ٹھنڈی سی اک اگن ہے تو
تو میت ہے اور میں دامنی
تو راگ ہے اور میں راگنی
اور صنم تیرے لیے میں بنی
تیری کھنک میرے کنگن میں ہے
آنکھوں سے دل میں اتر کے تو میری دھڑکن میں ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من میں ہے

(A+B)

یہاں پل پل جلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
ہر موڑ پر ٹھوکر لگتی ہے
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے
ہر دل کو سمجھانے کے لیے
خود سے لڑنا پڑتا ہے
کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چھپ چھپ کر رونا پڑتا ہے
کبھی نیند نہ آئے پھولوں پر
کبھی کانٹوں پر سونا پڑتا ہے

ملک عرفان موجھا۔ جلال پور پیر والا۔

آ تو کسی شب مجھے ٹوٹ کے بکھرتا دیکھو
میری رگوں میں زہر جدائی اترتا دیکھو
کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے خدا سے
آ تو کبھی مجھے سجدوں میں سسکتا دیکھو
تیری تلاش میں ہم نے خود کو کھو دیا
کہیں چھپ کے مجھے تڑپتا ہوا دیکھو

ملک عرفان موجھا۔ جلال پور پیر والا۔
فون نمبر۔ 0302.3805509

جواب عرض کی نئی شاعرہ شازیہ جاوید شازی کی شاعری

مجھے کیسے یقین آئے
محبت تم نے بھی کی ہے
تمہیں جب بھی دیکھا
سدا خوش باش پایا
ہمیشہ ہنستے رہتے ہو
کبھی روتے نہیں پایا
کبھی غمگین نہیں دیکھا
ہمیشہ مست رہتے ہو
محبت کرنے والوں پر
کبھی مستی نہیں چھاتی
کبھی رونق نہیں آتی
نہ وہ سرسبز ہوتے ہیں
محبت کرنے والے دل
ہمیشہ زرد ہوتے ہیں
تو پھر
کیسے
یقین کرلوں
محبت تم نے بھی کی ہے

غزل

یوں راہ وفا کی صلیب پر
دو قدم اٹھانے کا شکریہ
بے خبر تھا یہ راستہ
تیرے لوٹ جانے کا شکریہ
جو اداس ہیں تیرے ہجر میں
جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
سر بزم یوں انہیں دیکھ کر
تیرے مسکرانے کا شکریہ
تیری یاد کس کسی باعث میں
میرے شعر و نغمہ میں ڈھل گئی
یہ کمال تھا تیری یاد کا
تجھے یاد آنے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا
وہ اصول تو نے نبھا دیا
یہ رسم ٹھہری ہے معتبر
تجھے بھول جانے کا شکریہ

غزل

کوئی خواہش میری تم بن پوری نہ ہوگی
تم ساتھ ہو تو کوئی خوشی ادھوری نہ ہوگی
مانا کہ زندگی کا سفر بہت طویل ہے
تم ساتھ ہو محسوس یہ دوری نہ ہوگی
بن جاؤ اگر تم کبھی زندگی جو میری
پھر اور دعا اتنی ضروری نہ ہوگی

غزل

جانے کیوں زندگی بے صحرا لگتی ہے
سانس بھی لوں تو بے ہوا لگتی ہے
کیوں ہر بات کی تاثیر مجھ پر الٹی ہے
کوئی دعا بھی دے تو بددعا لگتی ہے
جینے کی تمنا نہیں مجھ کو ذرا بھی
سانس لینا بھی اب تو اک سزا لگتی ہے
اپنے دل کا حال سناؤں بھی تو کسے
ساری دنیا ہی مجھے بے وفا لگتی ہے
کوئی مرہم نہیں ملتا میرے درد کا شازی
اب تو موت ہی میرے زخموں کی دوا لگتی ہے

غزل

وہ محبت کی کچھ ایسی رکھتا ہے
مجھ سے زیادہ ہی میرا خیال رکھتا ہے
بنا کہے ہی میرا ہر درد جان لیتا ہے
مجھ سے لے کر میری یادیں سنبھال رکھتا
ہنس کے ٹال جاتا ہے میری سب تلخ باتوں کو
وہ دل کو جیت لینے میں کمال رکھتا ہے

شعر

محبت کی شطرنج میں وہ بڑا چال باز نکلا شازی
اس نے دل کو مہرہ بنا کے ہم سے زندگی ہی چھین لی

شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ

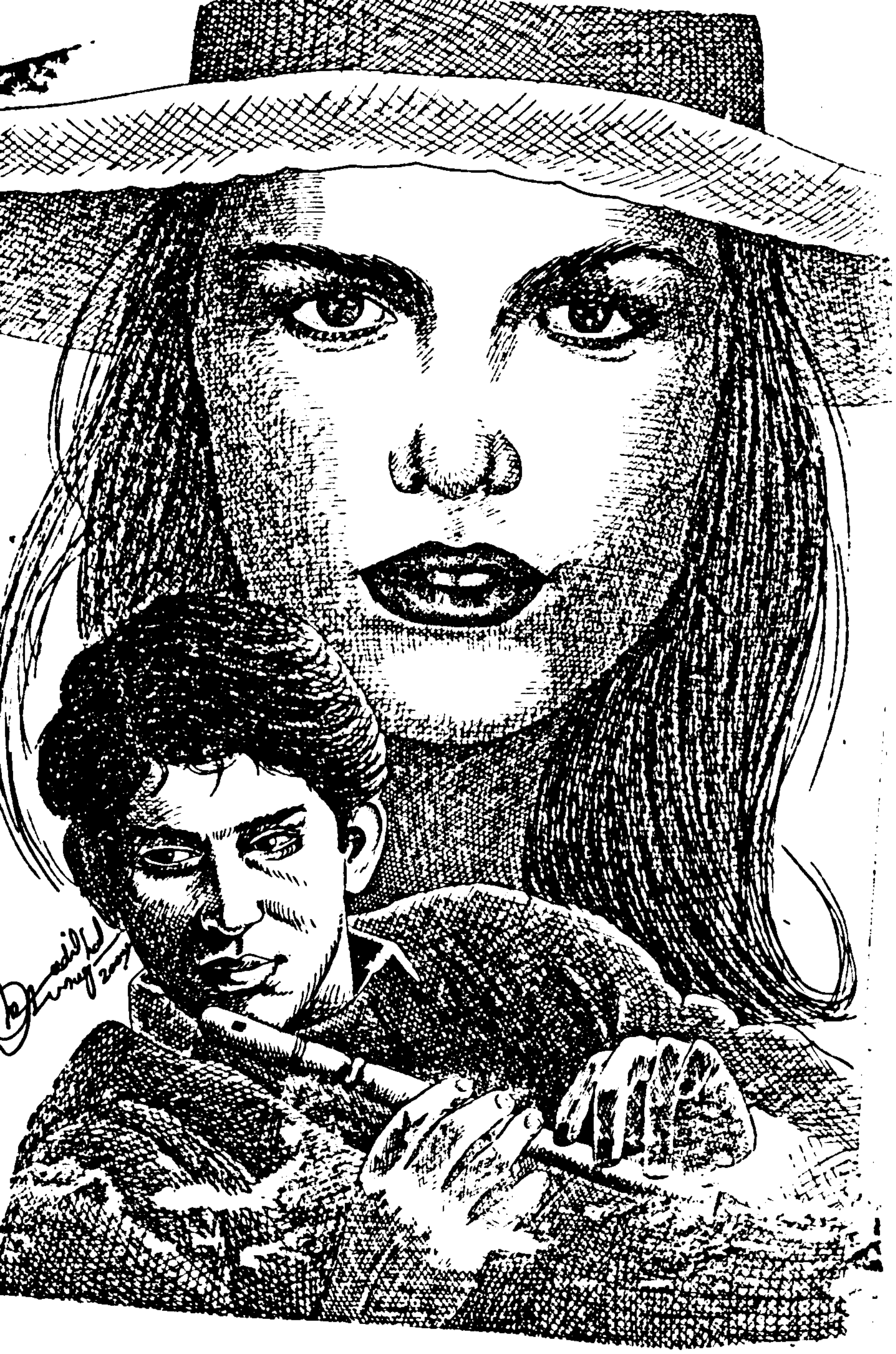

میری محبتیں سنبھال رکھنا

---تحریر: انتظار حسین ساں-تاندلیانوالہ- 0300.6012594

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے میری محبتیں سنبھال رکھنا رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ

وہ لوگ جو مجھے جانتے ہیں میری تحریروں کو پڑھتے ہیں۔ وہ تو بڑی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میں ایک رائٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر صحافی کالم نگار اور تبصرہ نگار بھی ہوں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اچھی سی اچھی داستان آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کی جائے اس لیے میں ہر دفعہ کوئی نئی داستان تلاش کرتا رہتا ہوں جس سے قارئین کے لیے کوئی سبق آموز باتیں ہوں میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ میں ایک شاعر بھی ہوں تو اکثر شاعروں کی ہیں میرے پاس تبصروں اور رائے کے لیے آتی رہتی ہیں۔ لوگ مجھ سے اپنی کتابوں کا تبصرہ کرواتے رہتے ہیں۔

دو دسمبر کی ایک ٹھٹھرتی ہوئی شام تھی جب میں اپنے آفس سے گھر آیا تو میرے لیے ایک پارسل آیا ہوا تھا۔ میں نے اس پارسل کو کھول کر دیکھا تو اس کے اندر ایک خوبصورت اور بہت ہی شاندار کتاب تھی اتنی خوبصورت کتاب تھی کہ دل بہت خوش ہوا اس کتاب کا نام روشنی میری ہتھیلی پر تھا دو بہت پیارے سے ہاتھ بنے ہوئے تھے اور ان پر ایک چراغ کی روشنی تھی ٹائٹل بھی بہت ہی دلکش تھا اور پھر اس کتاب کے نام روشنی میری ہتھیلی پر نے تو جان ہی نکال دی تھی جب کتاب کو اندر سے کھول کر پڑھا تو دل اور بھی خوش ہوا۔ اس میں نعت حمد اقوال زرین سنہری باتیں پیاری باتیں ملی نغمے اسلامی باتیں بڑے لوگوں کی بڑی باتیں سلام جناب امام حسین لکھا تھا کتاب کا نام روشنی میری ہتھیلی پر اور شاعرہ کا نام ماریہ کشف تھا۔ جب اس کتاب کی رائٹر کے خیالات کتاب کے اندر میں نے پڑھے تو میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

ماریہ کشف نے اپنے بارے میں لکھا تھا وہ

پندرہ سال سے ایک بیماری میں ہے کہ وہ بستر مرگ پر اپنی زندگی کی سانس گن رہی ہے۔ وہ پندرہ سال سے اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی صرف چارپائی بیڈ ہے اس نے لکھا تھا کہ اس کی زندگی بہت ہی اجیرن ہے کیونکہ نہ تو اٹھ کر کوئی چیز چل سکتی ہے بلکہ نہ وہ خود اٹھ سکتی ہے نہ وہ چل سکتی ہے نہ سیدھی ہو کر بیٹھ سکتی ہے۔ بس ہر وقت بیڈ پر لیٹ کر ہی باتیں کرتی ہے لیٹ کر ہی کھانا کھاتی ہے لیٹ کر ہی ایک ہاتھ سے بہت مشکل سے وہ لکھتی ہیں اس کے سارے کام اس کی امی اور ابو جان کرتے ہیں میں کتاب میں اس کے حالات زندگی پڑھ کر بہت پریشان ہوا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک لڑکی چل پھر نہیں سکتی اٹھ نہیں سکتی بیٹھ نہیں سکتی۔ کھانا خود نہیں کھا سکتی۔ اس نے یہ کتاب بھی لکھ لی۔ وہ پندرہ سال سے زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے میں حیران اور پریشان تھا کہ اتنے مشکل حالات میں اس نے یہ کتاب کیسے لکھی ہو گی میں اس لڑکی سے ملنا چاہتا تھا میں نے اس کتاب پر بہت اچھا سا تبصرہ تو لکھ دیا مگر مجھے یہ بے چینی تھی کہ میں اس معذور لڑکی سے ضرور ملنا چاہتا تھا ایڈریس مجھے انہوں نے سینڈ کیا تھا بس میں ان سے ملنے کی تیاری کرنے لگا وہ پاکستان کے ایک خوبصورت شہر پاک پتن کے ایک گاؤں میں رہنے والی تھی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں آپ لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو اس کی امی ابو اور باقی گھر والوں نے اجازت دے دی تھی کہا تھا۔ سر آپ آئیں جب آپ کا دل چاہے ان لوگوں نے مجھے فون نمبر دی جب میں پاک پتن پہنچا تو ایک لڑکا مجھے لے کر

گاؤں آیا۔ گاؤں بہت ہی پیارا تھا ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی جب ان کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ تو بہت بڑے زمیندار ہیں کیونکہ ان کے نوکر چاکر گاڑیاں اور زرعی آلات سے اندازا ہو رہا تھا کہ وہ کتنے امیر اور بڑے زمیندار ہیں بڑے اچھے انداز سے لوگوں نے میرا استقبال کیا۔ مجھے بہ عزت اور احترام سے بٹھایا چائے کھانا بہت میری خدمت کی ان کے ایک بزرگ سے ملا جن کی عمر اسی سال ہو گی وہ ماریہ کشف کا باپ تھا وہ ایک اسلامی گھرانے سے تعلق رکھتے انکے خاندان میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا مگر وہ ماریہ کشف کی بیماری اور اس کی خواہشوں کے آگے بے بس تھے وہ اک بیمار لڑکی لاچار لڑکی کی ہر خوشی کو پورا کرتے تھے پھر اس کا ابو امی بھائی مجھے اس کے بیڈ روم میں لے گئے۔ جہاں پر ماریہ کشف زندگی کے پندرہ سال گزار چکی تھی میں نے وہاں پر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ لڑکی بہت ہی پیاری سی تھی مگر وہ اٹھ نہیں سکتی تھی اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتی تھی اس کی حالت اتنی نازک تھی کہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں بھی سیدھی نہیں تھیں وہ بھی ٹیڑی ہو چکی تھیں۔ اس کے پاؤں بھی چاہتے ہوئے بھی حرکت نہیں کر سکتے تھے وہ سکڑ سکڑ کر جیسے باریک سے ہو چکے تھے وہ اپنے آپ کھانا بھی نہیں کھا سکتی تھی پانی بھی نہیں پی سکتی تھی بس ہر وقت بیڈ پر لیٹی رہتی تھی اس کو دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو کی ایک برسات جاری ہو گئی میں نے پوچھا۔ آپ لکھتی کیسے ہیں۔

وہ بولی۔ کمر کے پیچھے دو تکیے رکھ کر سامنے کاغذ قلم سے لکھتی ہوں۔ اس قدر بیماری میں اتنی مشکل زندگی میں ایسے کام کرنا بہت زندہ دل لوگوں کا کام ہے میں نے بھی بہت دعا کی اور

آپ سے بھی دعا کی اپیل کرتا ہوں کہ اس کے لیے دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائیں پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ بیماری کب سے لگی ہے ان کو اور اس بیماری کا کوئی علاج وغیرہ کروایا ہے کہ نہیں پھر میں جب واپس آنے لگا تو ماریہ کشف نے مجھے اپنی ایک ڈائری دی اور کہا۔

سر اس کو غور سے پڑھ لینا آپ کو میری زندگی کی ساری حقیقت کا پتہ چل جائے گا میں نے وہ ڈائری لی اور بہت ساری دعاؤں کے ساتھ واپس گھر آ گیا۔ اس ڈائری میں کیا لکھا تھا ۔۔۔ ماریہ کشف کی زندگی کے سارے حالات اس نے اس میں کچھ یوں لکھے تھے۔ میں نے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی مجھ سے دو بھائی میرے بڑے ہیں اور دو بہنیں مجھ سے چھوٹی ہیں ہمارا خاندان ایک مذہبی اور اسلامی گھرانہ تھا بہت سخت قسم کا ماحول تھا ہمارے گھر کا ہماری زمینیں اتنی تھیں کہ بہت اچھا گزارا ہوتا تھا ہمارے پاس اللہ پاک کا دیا ہوا سب کچھ تھا ہمارے گھر کے ساتھ ہمارے انکل ان کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شہروز خاں اور دوسرے کا نام راحیل تھا مگر سب پیار سے راجہ راجہ کہتے تھے شہروز خان اور میں ایک دن ہی پیدا ہوئے تھے میرے بڑے بھائی عمران رضوان اور بہنیں نادیہ ماہ نور ہم کچھ بڑے ہوئے تو گاؤں کے سکول میں جانے لگے میرے ساتھ میرا کزن شہروز خان بھی ہوتا تھا۔ اور میں بھی گاؤں کے سکول سے فارغ ہوئے تو شہر کے سکول میں بھی اکھٹے ہی جاتے تھے ہم نے بچپن اچھا گزارا تھا اکٹھے کھیلے اکٹھے سکول جاتے تھے پتہ۔ ہوا یوں کہ ہمارے خاندان والوں نے میرے ابو نے اور شہروز خان کے ابو نے ہمارا رشتہ بھی قائم کر دیا تھا کہ بڑے ہوں گے تو ان کی شادی کر دیں گے بس بچپن سے ہی ہماری منگنی کر دی گئی تھی محبت کے بندھن میں باندھ دیا گیا تھا وقت گزرتا رہا۔ ہم جوان ہوتے گئے اب ہم کالج جاتے تھے ہمارے خاندان کے اور بھی لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے اپنی گاڑی پر شہر کالج اور سکول جاتے تھے وقت بہت اچھا گزر رہا تھا شہروز خان اور میں دونوں بی اے کر رہے تھے ہم جوان ہو چکے تھے ہم کو اور سارے خاندان کو پتہ تھا کہ کشف اور شہروز خان کی بچپن میں ہی بات پکی ہو چکی ہے اور اب ان کی شادی ہونی تھی میں ہم دونوں جیسے فیملی میں لوگ ہوتے ہیں ایسے تھے کبھی عشق محبت کی کوئی بات نہیں کی تھی کبھی مگر آہستہ آہستہ ہم ایک دوسرے کو چاہنے لگے کیونکہ کزن تھے بچپن کے دوست تھے ایک دوسرے کے منگیتر تھے شادی ہونی تھی ہماری ہم ایک دوسرے سے کافی گھل مل چکے تھے اور شادی کے بعد مستقبل کے منصوبے بنانے لگے تھے۔ میں بہت ہی خوبصورت تھی میری خوبصورتی کی تعریف سارے خاندان والے کرتے تھے شہروز خان بھی۔ بہت خوبصورت تھا مگر میرے سے زیادہ خوبصورت نہیں تھا۔ بہت دلکش شخصیت تھی شہروز خان کی مگر میری ساری دوست اور کزن کہتی تھی کہ شہروز خان کی جوڑی آپ کے ساتھ اچھی تو لگتی ہے مگر آپ بہت سندر ہو اور پیاری ہو۔ میں سب سے بس اتنا کہتی تھی کہ میرے گھر والوں نے ہم دونوں کو شادی کے لیے ایک دوسرے کو پسند کیا ہے میرے لیے میرے خاندان میری امی ابو کی پسند اور عزت سے پیاری ہے شہروز خان مجھ سے بہت محبت کرتا ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت

بہت کرتے تھے۔ شہروز خان مجھے روز تازہ گلابوں کے پھول گجرے لے کر دیتا تھا وہ پھر ایک پھول اپنے ہاتھوں سے میری لمبی گھنی سیاہ زلفوں میں سجا دیتا تھا اس نے مجھے اتنے گفٹ لے کر دیئے تھے کہ میرا روم میں جگہ نہیں ہوتی تھی مگر اس کی محبت تیرے لیے بہت اہم اور قابل احترام تھی کبھی کوئی شاعری کی کتاب کبھی کوئی رومانوی ناول کبھی ڈائریاں کبھی چوڑیاں کبھی کنگن کبھی مہندی کبھی پائل وہ مجھے کہتا تھا۔

کشف ہماری محبت ایسی محبت ہوگی جس کی لوگ مثالیں دیں گے۔

ہم اکثر جھیل کنارے اکثر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر بہت دور تلک جاتے تھے وہ میرے ساتھ چلتا تو [illegible] کہ دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا۔ دل کرتا تھا کہ اس کے ساتھ یہ وقت رک جائے یہ گھڑیاں یہ ساعتیں رک جائیں یہ خوبصورت منظر تھم جائیں شہروز خان اور میں نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر جھیل کے کنارے بیٹھ کر ہواؤں کو فضاؤں کو درختوں کو اور جھیل کے پانی کو اپنی محبت کا گواہ بنا کر کتنے وعدے کئے تھے کتنی قسمیں کھائی تھیں۔ کہ زندگی کے کسی موڑ پر ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے زندگی میں بھی اکٹھے رہیں گے اور اگر کبھی اس دنیا سے چلے بھی گئے تو لوگ ہماری محبت کی مثالیں دے کر ہم کو اچھے الفاظ میں یاد رکھیں گے شہروز خان مجھ سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اگر میں نے کھانا کھایا ہوتا تو وہ کھاتا تھا اگر میں ناشتہ کرتی تو وہ کرتا تھا میری ساری زندگی اور میری ساری محبت اس کے نام ہو چکی تھی وہ مجھے کہتا تھا کہ کشف ایسے کپڑے پہنا کرو ایسے رنگ کے کپڑے پہنا کرو یہ آپ کو بہت پیارا لگتا تھا ایسے رنگ کی چوڑیاں پہنا کرو یہ بھی بہت پیاری لگتی ہیں ایسے اپنے بالوں کو کھلا چھوڑا کرو بہت پیارے لگتے ہیں اپنے ہاتھوں سے کبھی مہندی کے رنگ نہ اترنے دیا کرو اور نہ پھیکے پڑنے دیا کرو میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرتی تھی بس ساری باتیں اس کی پسند اور ناپسند اور اس کی مرضی کی استعمال کرتی تھی اب گھر والے چاہتے تھے کہ ہماری شادی جلدی سے جلدی ہو جائے کیونکہ ہم جوان بھی تھے اور خاندان میں کافی عرصہ بیت گیا تھا کوئی خوشی کا دن نہیں آیا تھا گھر والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بی اے کرنے کے بعد دونوں کی شادی کر دی جائے شادی کی تیاری ہونے لگی مگر میری زندگی تو جیسے ایک عذاب بن گئی ایک دن اچانک میرے پاؤں کے انگوٹھے میں بہت شدید قسم کا درد اٹھا ڈاکٹر کو دکھائی اس نے دوائی وغیرہ دی اور درد ٹھیک ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر ہو گیا بس آہستہ آہستہ میرے پورے جسم میں درد ہونے لگا اور میں اکثر بیمار رہنے لگی میری بیماری دیکھ کر اور میری ہاتھ دیکھ کر شہروز خان کی آنکھوں سے آنسو نہیں رکتے تھے وہ میرے سرہانے بیٹھ جاتا تھا اور اپنے ہاتھوں سے میرے سر کو دباتا تھا اور میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بہت پیار سے کہتا تھا۔

ماریہ کشف تم پریشان نہ ہوا کرو تم بہت جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی اور ہم بہت جلدی ایک ہو جائیں گے ہماری شادی ہونے والی ہے ہماری محبت امر ہونے والی ہے تم کسی بات کی فکر نہ کیا کرو میں ہوں نا تیری فکر کرنے والا۔

مجھے شہروز خان کا یہ محبت بھرا انداز بہت ہی

اچھا لگتا تھا۔ میری طبیعت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی بہت اچھے سے اچھے ڈاکٹروں کو دکھایا چیک کروایا مگر کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تھا میں نے بی اے اور شہروز خان نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیا تھا میں اور شہروز خان آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے مگر گھر والوں نے شادی کی تیاری شروع کر دی تھی میں نے بی اے کے بعد گاؤں کے ساتھ ایک قصبہ تھا اس کے سرکاری سکول میں سرکاری جاب مل گئی میں سرکاری سکول میں ٹیچر لگ گئی سوچا ساتھ تعلیم بھی حاصل کرتی رہوں گی اور وقت بھی اچھا گزرتا رہے گا۔ شہروز خان آگے تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور آ گئے گھر والوں نے کہا۔

پہلے شادی ہوگی اور بعد میں سب کام

شادی کی تیاری دھوم دھام سے ہونے لگی میں سکول جاب کرتی تھی اور شہروز خان لاہور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا تھا شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی ہم دونوں بہت خوش تھے مگر نجانے کیوں ایک انجانا سا خوف مجھے بہت پریشان کر رہا تھا۔

ایک دن میں صبح صبح تیار ہوئی ناشتہ کیا اور سکول جاب پر چلی گئی وہاں جا کر میری طبیعت یکدم خراب ہو گئی اور اتنی خراب ہو گئی کہ میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں ہاسپٹل میں ایک بیڈ پر پڑی ہوئی تھی اور میرے گھر والے اور شہروز خان کے گھر والے سب لوگ میرے گرد جمع تھے شہروز خان بھی موجود تھا۔ شادی کے دن جیسے جیسے قریب آ رہے تھے میری طبیعت اتنی ہی خراب ہوتی جا رہی تھی مجھے بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے تھے مجھے کچھ ہوش نہیں رہتا تھا۔

گھر والے سب میری وجہ سے پریشان تھے پھر آہستہ آہستہ میری طبیعت اس قدر بگڑ گئی کہ میری شادی کی ڈیٹ بھی گزر گئی شہروز خان پہلے تو بہت میرا خیال رکھتا تھا میرے لیے گفٹ پھول کتابیں چوڑیاں کنگن پائل ڈائریاں سب کچھ لے کر دیتا تھا مگر جب سے میری طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی تھی شہروز خان کی محبت میں کمی آ جانے لگی تھی اس کی محبت میں یکدم کمی آ جائے گی کبھی میں نے سوچا نہیں تھا۔ مگر یہ سچ تھا میری دن رات محبت کرنے والا میرے ساتھ جینے مرنے کے وعدے کرنے والا وعدے قسمیں اٹھانے والا ایک دم سے منہ پھیرنے مجھے تو یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے اس قدر جلدی چھوڑ دے گا میری طبیعت کیا خراب ہوئی کہ شہروز خان نے اپنی منزل اپنی محبت سب کچھ الگ کر لیا مجھے فون کرنا بھی گوارہ نہ کرتا اس کو بہت محبت اتنی جلدی بدل جائی ہے کبھی نہ تھا اصل میں ڈاکٹروں نے گھر والوں کو بتا دکہ کشف کی طبیعت اب کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوگی کشف اب پہلے جیسی نہیں رہے گی کشف کو کوئی ایسی بیماری لگ گئی ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے صرف دم درود اور اللہ اللہ کرنے سے ہی یہ ٹھیک ہو گی اگر کبھی ٹھیک ہوئی بھی تو تو شہروز خان نے سوچا کہ ایسی لڑکی کے ساتھ کیا [illegible] کرنی جس کی زندگی کا کچھ پتہ نہ ہو شہروز خان [illegible]ی بیماری سے ڈر کر بھاگ کر اور میری بیماری سا سجہ سے مجھے چھوڑ دیا تھا مجھ سے بدل گیا مجھ سے بات نہیں کرتا تھا میرے کسی میسج کا جواب نہیں دیتا تھا میری کال نہیں سنتا تھا۔ میری قسمت نے مجھ سے میری محبت چھین لی تھی شہروز خان کے گھر والوں نے بھی ہم سے منہ موڑ لیا انہوں نے بھی رشتہ

سے انکار کر دیا کہ ہم اپنے بیٹے کی شادی ایک بیمار اور اجڑی لڑکی سے نہیں کریں گے کہاں ہم ساری زندگی اس کی دوائی پیتے رہیں گے۔ اپنے رشتے دار اپنا پیار میری محبت میرا بچپن کا ساتھ شہروز خان سب لوگ ایک دم موسم کی طرح بدل گئے کسی کو اتنا بھی احساس نہیں تھا کہ اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ختم بھی تو ہو جاتی ہے۔ ٹل بھی تو جاتی ہے اور اگر کوئی مشکل اور پریشانی آتی ہے تو وہ اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اس میں کسی انسان کا کیا قصور ہوتا ہے میری بیماری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی سارے رشتے پھیکے پڑ گئے تھے سب لوگوں نے نظریں پھیر ... سب انجان بن گئے تھے سب کے سب اپنے ... بن گئے تھے کسی کو کوئی خوف خدا نہیں تھا میری بیماری اس قدر بڑھتی جا رہی تھی کہ میرے جسم کے سارے جوڑوں میں درد شروع ہو گیا تھا میری ... ی کا نام گھنٹیا تھا جو کہ جسم کے جوڑوں میں ہوتا ہے اور پھر سارے جسم کے جوڑ ختم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ مجھے گینٹھیا کی بیماری لگ چکی تھی آہستہ آہستہ اس بیماری نے مجھے اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا ابھی میں ٹھیک ... چلتی پھرتی تھی میں نے شہروز خان سے آخری بار بات کرنی تھی وہ لاہور سے گھر آیا تھا ان کا گھر ہمارے گھر کے ساتھ ہی تھا میں لڑکھڑاتی ہوئی بوجھل سے قدموں کے ساتھ اس کے گھر اس کے روم میں جا پہنچی۔ مجھے اچانک اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا مجھ سے نظریں چرانے لگا میں نے کہا۔

شہروز خان تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے کہ ایک بیمار لڑکی سے شادی کیوں کرنی جس کی زندگی ... سانسوں کی امانت ہو۔ جو آہستہ آہستہ موت کی آغوش میں جا رہی ہو مگر تم نے بدلنے میں بہت جلدی کر دی اتنی جلدی تو کوئی بھی نہیں کرتا مگر تم نے تو حد کر دی کہاں گئی تمہاری محبت کہاں گئے وہ ... سے وہ قسمیں کیا وہ سب جھوٹ تھا فریب تھا ... میں زندہ تھی اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے ہم سے منہ موڑ لئے ہیں نظریں پھیر لی ہیں وفا کرنے والے ایسے نہیں کرتے محبت کرنے والے ایسے نہیں ہوتے آپ نے تو بے وفائی کی حد کر دی آپ تو سارے زمانے سے زیادہ بے وفا نکلے ہو میں تم سے محبت کرتی تھی کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی کیونکہ تم میری پہلی اور بچپن کی محبت ہو تم میری ایک خواہش کو پورا کر دو تم مجھ سے شادی کر لو چاہے مجھے تم دوسرے دن ہی طلاق دے دینا مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا میں تمہاری دلہن بن کر مرنا چاہتی ہوں اور میرے بعد جس سے مرضی شادی کر لینا بس ایک بار تم مجھ سے شادی کر لو تا کہ میں اس دنیا سے جاؤں تو آپ کی ہو کے جاؤں بس مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

میں روتی ہوئی واپس آ گئی۔ اور اس ظالم انسان کا بے وفا انسان کا کوئی جواب نہ آیا بھی اور میری طبیعت اس قدر خراب ہونے لگی کہ میرے ہاتھوں اور پاؤں کے جوڑ سکڑنے لگے میرے گھر والوں نے اچھے سے اچھے ڈاکٹرز کو دکھایا پیر فقیر بابا درویش کوئی دربار نہیں چھوڑا جہاں پر مجھے نہ لے کر گئے ہوں ہر جگہ گئے۔ مگر میں ٹھیک نہ ہو سکی بہت مہنگا علاج بھی کروایا مگر میری بیماری ٹھیک نہ ہو سکی بس آہستہ آہستہ میں چلنے پھرنے سے بھی تنگ آ گئی۔ میں چل پھر نہیں سکتی تھی بس چارپائی میرا مقدر بن گئی شہروز

خان نے اپنی مرضی سے کسی اپنی دوست لڑکی سے شادی کر لی اور اپنی زندگی میں مگن ہو گیا اور میری طرف پلٹ کر خبر تک نہ لی کہ میں زندہ ہوں یا مر گئی ہوں۔ انہوں نے ہم لوگوں کو شادی پر بھی نہ بلایا۔ شہروز خان اپنی زندگی میں مگن ہوں گے میرے ہاتھ پاؤں کمزور ہوتے جا رہے تھے اور میں دنوں میں صدیوں اب تو میری حالت ایسی ہوئی تھی یہ خود نہ اٹھ سکتی تھی نہ چل سکتی تھی نہ بیٹھ سکتی تھی نہ کھانا ہاتھ سے کھا سکتی تھی نہ واش روم میں نہ کپڑے تبدیل بس میری زندگی صرف لیٹ کر گزر رہی تھی۔ میں شہروز خان کیساتھ گزرے ہوئے دنوں کو یاد کر کے بہت روتی تھی اس کے دیئے ہوئے گفٹ پھول گجرے مہندی خوشبو چوڑیاں شاعری کی کتابیں سب میں نے سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی تمام چیزیں سنبھال کر رکھی ہوئی تھی جو انسان میری بے لوث محبت بھی نہ سنبھال سکا میرے پاؤں حرکت کرنا چھوڑ چکے تھے میں بس لیٹی رہتی تھی میں چاہتی تھی کہ مرنے سے پہلے کوئی کام کر جاؤں کوئی ایسا کام جو میرے مرنے کے بعد بھی زندہ رہے میں نے سوچا اک اسلامی کتاب لکھتی ہوں پھر میں نے بڑی مشکل سے لیٹ کر اپنی کتاب کو مکمل کیا جس میں اچھی اچھی باتیں اقوال زریں نعت حمد سلام ملی نغمے ترانے بڑے لوگوں کی بڑی باتیں لکھی اور میں نے اس کتاب کا نام روشنی میری ہتھیلی پر رکھا میں اب خوش ہوں کہ میرے جانے کے بعد بھی لوگ میری کتاب کو پڑھتے رہیں گے اور مجھے اس کا ثواب ملتا رہے گا میری زندگی کا وہ خوش قسمت دن تھا جب میری کتاب میرے سامنے تھی۔ میری کتاب میرا خواب تھی جو پورا ہو گیا میرے وہ خواب جو میری زندگی تھے وہ ادھورے رہ گئے تھے میں سوچتی تھی شہروز خان سے میری شادی ہو گئی ہمارا ایک بہت ہی پیارا سا گھر ہوگا میرے بچے ہوں گے مگر وہ سب چکنا چور ہو گیا میری بہنوں کی شادیاں ہو گئیں وہ اپنے اپنے گھروں میں بچوں کیساتھ خوش ہیں ان کے بچے بھی جوان ہو رہے تھے اور میرے بھائیوں کی بھی شادیاں ہو گئی ہیں وہ بھی بہت ہی اچھے انداز میں خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر خوش ہیں میں اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہوں میری زندگی صرف اور صرف میرے والدین میری امی میرے ابو میرا بہت دھیان رکھتے ہیں میری ہر بات کا خیال رکھتے ہیں۔ بھائیوں کو بھی میرا خیال نہیں آیا اور نہ بھی ان کی بیویوں کو میں ایک کمزور معذور لڑکی اور بیمار لڑکی ہوں میرے سارے کام میری امی ابو کرتے ہیں مجھے کھانا کھلاتے ہیں مجھے پانی دینا واش روم لے کر جانا کھانا بھی اپنے ہاتھوں سے کھلاتے ہیں میں دعا کرتی ہوں کہ اگر میری زندگی ہے تو میرے والدین سے پہلے ختم ہو ورنہ ان کے بعد میرا کوئی اپنا نہیں ہے کون مجھے کھانا دے گا کون میری دیکھ بھال کرے گا۔ دنیا میں جتنے رشتے ہیں سب مطلب اور غرض کے رشتے ہیں صرف اور صرف ماں اور باپ وہ رشتے ہیں جو محبت کے رشتے ہیں سچ کے رشتے ہیں میرے بہن بھائی سارے رشتے دار اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ مگر کسی کو میری پرواہ نہیں ہے اصول تو یہ ہوتا ہے کہ اگر اک انسان کمزور ہے تو اس کو سہارا دینا چاہیے۔ مگر یہ کہاں کا قانون ہے کہ اک انسان مر رہا ہے تو اس کو مرنے کے لیے تنہا چھوڑ

توڑ جاتے ہیں۔ اس سے تمام رشتے توڑ لیتے ہیں۔ اگر جسم کا ایک حصہ کمزور ہو جائے تو اس کو جسم سے الگ نہیں کرتے بلکہ اس کو دوسرے جسم کے ساتھ باندھ لیتے ہیں انسان انسان کے کام نہیں آئیگا تو کس کام کی انسانیت شہروز خان نے میری بیماری کی وجہ سے مجھے چھوڑ دیا مگر اس میں میرا کیا قصور تھا جیسے اللہ پاک کی مرضی انسان کو اتنا خود غرض نہیں ہونا چاہیے۔

میری تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ دنیا میں اصل رشتہ ماں اور باپ کا ہوتا ہے باقی سب رشتے دھوکے باز خود غرض مطلب پرست اور بے وفا ہوتے ہیں اپنے ماں باپ کی عزت اور احترام کریں ان کی خدمت کریں جتنی کر سکتے ہیں۔ اگر ماں باپ کی خدمت کرو گے تو زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوں گے شہروز خان نے مجھے ایک بار کہا تھا کہ میری محبت سنبھال کر رکھنا میں نے اس کی ایک ایک چیز کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے مگر اس بے وفا نے میری محبتیں بھی نیلام کر دیں میری محبت کو بھی نہ سنبھال سکا۔ اگر میں بیمار ہو گئی تو مجھے پیار سے ایک بار کہہ دیتا کہ کشف میں تم سے شادی نہیں کر سکتا تو میں نے کون سے اسے روک لینا تھا اس سے اتنا بھی کہنا گوارا نہ کیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ میں پندرہ سال سے اس بیماری میں مبتلا ہوں اور میں ذکر کرتی ہوں بس اتنی دعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک کسی کو بھی ایسی بیماری نہ دے۔ یہ قارئین تھی اس ڈائری میں لکھی ہوئی اس معذور لڑکی کی داستان جو کہ پندرہ سال سے بستر مرگ پر اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے میں خود اس سے مل بھی چکا ہوں اور جو داستان تھی وہ بھی اس نے آپ سب کو سنا دی ہے میری تمام قارئین سے دعا ہے کہ میرے ساتھ آپ بھی سچے دل سے ماریہ کشف کے لیے دعا کریں گے اللہ پاک ان کو صحت دے اور وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں آمین ثم آمین۔ آخر میں تمام قارئین سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ زندگی میں کبھی بھی کسی کو دھوکے میں مت رکھنا اور کسی کے ساتھ بے وفائی نہ کرنا جیسے شہروز خان نے اس کے ساتھ کی ہے۔ اور اس کے گھر والوں نے کیونکہ کسی کو غم دے کر کوئی انسان بھی خوش نہیں رہ سکتا اگر کہیں پہ کسی گھر میں کوئی آپ کا رشتہ دار بیمار ہے معذور ہے کوئی بہن بھائی بیٹی بیٹا امی ابو کوئی بھی تو خدا کے لیے ان کا خیال رکھیں ان پر توجہ دیا کریں ان سے پیار سے پیش آیا کریں کیونکہ زندگی اسی کا نام ہے۔ کبھی خود کو ان کی جگہ پر رکھ کر سوچنا وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو دوسرے کے کام آتے ہیں اور وہ لوگ کتنے ظالم ہوتے ہیں جن کو اپنے رشتے داروں کا احساس تک نہیں ہوتا ہے۔ یہ داستان ایک حقیقت ہے اس کا ایک ایک لفظ حقیقت ہے ماریہ کشف آج بھی زندہ ہے اور اپنی زندگی کو بستر پر لیٹ کر گزار رہی ہے جو لوگ ان سے بات کرنا چاہتے ہوں اس سے کچھ کہنا چاہتے ہوں وہ مجھے ایک میسج یا کال کریں میں ان سے آپ کی بات کروا دوں گا مجھے آپ لوگوں کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ آخر میں میری یہ سٹوری اس عظیم ہستی کے نام جو مجھ سے بچھڑ گئی ہے میری دعا ہے میرے لفظ میری محبت میری ماں کے نام شاہ ویز حیدر قرۃ العین عینی رخسانہ انتظار بہت ہی پیاری کزن ماریہ شمائل اسلام آباد کے لیے ڈھیروں دعائیں اور پیار سب کو میرا سلام------

مشہور معروف شاعرہ کشور کرن کی ذاتی شاعری

غزل

ساحل پہ اڑتے پنچھی تو اترانہ چھوڑ دے
اگر جان جائے گہرائی تو ساحل پہ آنا چھوڑ دے
تو مست ہوا میں اڑتا ہے بڑی اونچی ہے پرواز تیری
آجائے جو میرے پنجرے میں تو پر پھیلانا چھوڑ دے
تو اک آزاد پنچھی ان لہروں سے تیرا کیا رشتہ
ان لہروں میں بہہ جاؤ گے یہاں آنا جانا چھوڑ دے
گہرائی میں اس کی پتھر ہیں تو کیوں اس کا دیوانہ ہے
پتھر کبھی موم نہیں بنتے تو دل لگانا چھوڑ دے
تیرے اندر جو شعلے ہیں جوش جنون کے
جرم الفت میں یوں سب کی نظروں میں آنا چھوڑ دے

نظم

میں تیری آنکھ کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھنا چاہتی ہوں
تم بس جاؤ ان ہاتھوں کی لکیروں میں
اب میں اپنی لکیروں میں تقدیر لکھنا چاہتی ہوں
تم خواب نہیں حقیقت بن کے ملو
اب میں اپنے ان خوابوں کی تعبیر دیکھنا چاہتی ہوں
تم میری زندگی میں اپنے پیار کی مہر لگا جاؤ
پھر میں اس ظالم دنیا کی آخیر دیکھنا چاہتی ہوں
تم اپنے پیار کے پنجرے میں جو قید رکھو تو خوش ہوں میں
تیرے پیار کی اپنے پیروں میں زنجیر دیکھنا چاہتی ہوں

غزل

پھولوں نے ہاتھ زخمی کیے کانٹوں سے شکوہ کیا کریں
جب اپنوں نے ٹھکرا دیا غیروں سے شکوہ کیا کریں
ہم پنچھی تھے آزاد فضا کے اپنوں نے ہم کو قید کیا
پر کاٹ کے ہم کو اڑا دیا اب ہوا سے شکوہ کیا کریں
ہم آگے آگے چلتے تھے کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا نہ تھا
جب منزل ہم سے دور ہوئی رستوں سے شکوہ کیا کریں
نہ واقف تھے ساگر کی گہرائی سے آنکھیں بند کر کے کود گئے
موجوں نے ہم کو اچھال دیا سمندر سے شکوہ کیا کریں
اک چمن سے ہم نے پھول چنا پھولوں سے الگ وہ لگتا تھا
اس پھول نے ہی لب زخمی کیے اب چمن سے شکوہ کیا کریں
ہم تنہا تھے تنہا ہی رہے کرن کسی اپنے نے اپنایا نہیں
کسی اپنے کا نہ ساتھ ملا تنہائیوں سے شکوہ کیا کریں

غزل

اے ساگر دل کی یہ حسرت مجھے اپنی تو گہرائی د
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا جاؤں کی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسو پی لوں گی
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لبوں سے تیرا نام صنم کہیں چھین نہ لیں دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آ کر یہ گواہی د
مرنے سے پہلے ا۔ حسرت۔ یہ پوری کر دینے
سینے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا ابھی نام دکھائی دے

(کشور کرن، چونگی)

جرم کیا تھا

---تحریر: شاہد رفیق سہو۔ کبیر والا۔ 0300.8393291

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے جرم کیا تھا۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز یئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

باز پاشا نام تھا اس کا لیکن محلے والے اسے نبلا دھوبی پکارتے تھے وہ ایک شریف الطبع ن تھا محلے بھر کے میلے کپڑے دھونے کی ذمہ ی اسی کی تھی اس کے علاوہ شہر سے خواص کے س بھی ای کے پاس اجلے ہونے کو لائے جاتے تھے اس کی وجہ اس کے کام کی ستھرائی اور کھرا پن تھا نبلا دھوبی قسمت کا دھنی نکلا جلد ہی اس کے کام کی شہرت علاقے میں پھیل گئی اور دور ونزدیک سے نیچے بڑے سے بڑے شہر دھوبی ت ... جانے لگے اس نے مدد کے لیے ایک اور دھوبی گھاٹ پر صبح سویرے پہنچ جاتے عصر بعد تک کپڑوں کی دھلائی اور اٹھا پٹخ جاری جب کام بڑھ گیا مالی حالت بھی اچھی ہوگئی تب دھوبی نے صدر بازار میں ایک چھوٹی سی ن خرید لی اور لانڈری کا کام شروع ہوگیا اب خود دکان پر بیٹھ گیا جہاں وہ شہر بھر کے میلے کپڑے وصول کرتا اور دھوبی گھاٹ پر اس کے کارندے کام کرتے تھے نبلے کی عمر اڑتیس برس ہوچکی تھی لیکن ابھی تک اس نے شادی نہیں کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی منگیتر جو خالہ کی بیٹی تھی نبلا اس کو چاہتا تھا اچانک وہ دماغ مفارقت کی خواہش ہی نہ رہی مالی حالت اچھے ہوگئے تو گھر والوں نے شادی پر پر اسرار شروع کردیا بالآخر اس بار ماننی پڑی اور اٹھارہ برس کی ایک حسینہ سے اس کی شادی ہوئی وہ صرف نام کی ہی حسینہ نہ تھی بلکہ واقعی حسین تھی نبلا اسے چاہنے لگا وہ اپنی بیوی کا بہت خیال رکھتا حسینہ کے آجانے سے جیسے اس کی زندگی میں بہار آگئی تھی وہ سوچتا تھا کہ شریک حیات کے بغیر زندگی کچھ نہیں ہوتی افسوس کرتا تھا کہ ناحق جیون کے اتنے دان روکھے پھیکے گزار دیئے پہلے شادی کر لیتا تو آج بچوں کی چہکار سے گھر گونج رہا ہوتا۔

نبلے کو شادی کے دو سال تک اولاد کی خوشی دیکھنی نصیب نہ ہوسکی لیکن پھر اللہ نے اس کی سن لی یکے بعد دیگرے دو بیٹے ہوگئے جن سے اس کے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی نبلے کی بیوی یوں یا تو بہت اچھی تھی بظاہر وہ اس سے پیار بھی جتلاتی تھی لیکن کبھی کبھی اس کا رویہ اپنے خاوند سے ترش ہو جاتا تھا۔ وہ پہروں گم صم رہتی جیسے ماضی کے دھندلکے میں کھو گئی ہو۔

حسینہ کا ماضی کیا تھا نبلا نہیں جانتا تھا وہ بس اس کی معصوم صورت پر مرمٹا تھا دن رات کمانے میں لگا رہتا تاکہ بیوی کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھ سکے ایک طرف قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی جبکہ دوسری طرف وہ ہمت سے کام لے رہا تھا جہاں خوشحالی برسنے لگے تو کچھ حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں ایسا ہی نبلے کے ساتھ ہوا صدر بازار میں ایک لانڈری اور بھی تھی جس کا مالک نبلے کی مقبولیت سے متاثر ہو رہا تھا اب لوگ اس کی دکان کی طرف رخ کرنے کی بجائے نبلے دھوبی کی جانب جانا زیادہ پسند کرتے تھے جس کا نام اچھا اور کھرا کام ہو لوگ اسی کو پسند کرتے ہیں پرانے گاہک بھی جب ٹوٹنے لگے تو مقبول دھوبی خوفزدہ ہو گیا اس نے سوچا کوئی تدبیر کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ بعد میں دکان بڑھانی پڑ جائے۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے ایک ملازم رکھوا دیا نبلے کے پاس کیونکہ نبلے کو ملازم کی ضرورت تھی اسے خاص مقصد کے تحت رکھوایا گیا تھا کچھ دنوں بعد ہی بازار میں ہائے ہائے مچ گئی ارد گرد کے دکاندار افسوس کر رہے تھے کیونکہ نبلا دھوبی کی دکان کو آگ لگ گئی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کیسے ہوا لیکن آگ نے نبلے کے کاروبار کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا فائر بریگیڈ نے بروقت پہنچ کر آگ پر قابو پا لیا لیکن نبلا دھوبی بیچارہ تباہ برباد ہو کر رہ گیا۔ اب اس کا دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا اس نے دکان اونے پونے میں بیچ دی اور لانڈری کو بند کر دیا ان دنوں اس پر سخت مایوسی طاری تھی وہ گھر سے نہیں نکلتا تھا اس کے ذہن پر قنوطیت نے حملہ کر دیا تھا نبلا ہمارے محلے میں رہتا تھا جب ابا جان کو اس کی حالت کا علم ہوا تو ان کو بہت افسوس ہوا۔ تھا میرے بڑے بھائی کی نوکری ایک اعلیٰ سرکاری ادارے میں تھی وہاں پر وہ آفیسر تھے انہوں نے والد صاحب سے تذکرہ کیا تھا کہ ہمارے محکمے کو کچھ دھوبی درکار ہیں جو وردیاں دھو کر استری کر دیا کریں رہائش کے ساتھ دیگر سہولتیں بھی ان کو حاصل ہونگی اور معقول معاوضہ ملے گا والد صاحب نے فوراً نبلے کو بلوا بھیجا وہ آیا تو بھائی نے اس کو آگاہ کیا نبلا فوراً راضی ہو گیا بھائی نے متعلقہ افسر سے بات کی اور یوں نبلا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ اس علاقے سے چلا گیا جہاں میرے بھائی کی پوسٹنگ تھی انہوں نے اس کو بطور دھوبی محکمے میں نوکری دلوا دی یہ ایک صحت افزا مقام تھا اور پہاڑی علاقہ تھا جہاں جھرنے بہتے تھے اور تند ندی نالوں سے سیلابی ریلے کی صورت پانی گزرتا تھا نبلے کو بھی ایک بہتے ہوئے شفاف پانی کے نالے کے قریب رہائش کے لیے گھر مل گیا وہ صبح کام پہ چلا جاتا اور کوارٹر میں سارا دن اس کی بیوی بچے موجود رہتے اس کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور کوارٹر تھا اسی طرح باقی مکانات بھی فاصلے پر بنے ہوئے موجود تھے یہاں آ کر [illegible] دل [illegible] دور افتادہ جگہ نہیں لگ رہا تھا بات چیت کرنے والا کوئی نہ تھا کبھی کبھی دور کے کوارٹر سے کوئی خاتون نالے پر کپڑے دھونے آتی تو یہ اس سے دو چار باتیں کر کے اپنی بوریت دور کر لیتی تھی حسینہ کے دونوں لڑکے سپارے پڑھنے مسجد جاتے تھے اس کا بڑا لڑکا پانچ برس اور دوسرا چار سال کا تھا البتہ روز صبح مسجد میں کلام پاک پڑھنے جانے لگے ابھی سکول نہیں جاتے تھے ایک روز دونوں بچے سپارہ پڑھنے گئے تو حسینہ کو کپڑے دھونے کا خیال آ گیا یہاں خواتین اپنے گھر سے بہتے نالے کے کنارے سے دھو لیتی تھی کیونکہ پہاڑی علاقوں میں ندی نالوں سے پانی بھر کر گھروں تک لے جانا ایک دشوار امر تھا

اس روز نبلے کے بیٹے حسیب اور مجیب جب سپارہ پڑھ کر لوٹے تو ماں کو گھر نہ پایا وہ فوراً نالے کی طرف گئے وہاں ماں تو موجود نہ تھی لیکن ان کے کپڑے بھیگے ہوئے موجود تھے جیسے انہیں دھوتے ہوئے وہ اٹھ کر کہیں چلی گئی ہو وہ ماں کو پکارنے لگے بچوں کی آواز سن کر ایک خاتون ادھر آئی اور پوچھنے لگی۔

بچو کیا بات ہے کسے پکار رہے ہو۔

اپنی ماں کو وہ ابھی یہاں کپڑے دھونے آئی تھی حسیب نے کہا۔ نجانے کہاں چلی گئی ہے۔ گھر میں بھی دیکھ لیا ہے ہم کو بھوک لگی ہے گھر میں نہیں ہے تو پھر عورت متفکر ہو گئی۔

کہیں نالے میں نہ گر گئی ہو پتھر پر بیٹھ کر کپڑے دھونے سے پاؤں پھسل جاتے ہیں اس نادان عورت کے منہ سے ایسی بات سن کر تو بچے رونے لگے اسی دم بھائی کے محکمے کے ایک اہلکار ادھر سے گزر رہا تھا اس نے جو بچوں کو روتے دیکھا تو پوچھا۔

کیا ہوا ہے کیوں رو رہے ہو

وہ کہنے لگے ہماری ماں نالے میں گر گئی ہے

یہ ایسا اندوہناک فقرہ تھا کہ اہلکار لرز گیا کیونکہ یہ پہاڑی نالہ بہت ہی زیادہ شوریدہ سر تھا جو اس میں گر جاتا تند و تیز پانی اسے منٹوں سیکنڈوں میں دور بہا لے جاتا اور وہ آناً فاناً موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اہلکار نے سمجھا کہ بچوں نے ماں کو نالے میں گرتے دیکھا ہے وہ دوڑتا ہوا گیا اور جا کر اعلیٰ افسر کو خبر کر دی یہ بات جنگل کی آگ کی طرح چہار سو پھیل گئی نبلا دھوبی فوراً متعلقہ افسر نے بلا کر تسلی دی کہا۔

فکر نہ کرو ہم تمہاری بیوی کو تلاش کرنے کی پوری جدوجہد کریں گے۔

بیچارا نبلا دھوبی بہت پریشان تھا وہ بچوں کو لئے اپنے گھر میں اداس بیٹھا تھا کہ کہیں سے اس کی بیوی کی زندگی موت کی بابت اطلاع ملے یونہی وسوسوں میں رات گزر گئی حسینہ کا کچھ پتہ نہ چلا دوسرا دن بھی اس کی تلاش میں بیت گیا تلاش کرنے والے اہلکاروں نے چاروں طرف دور دور تک آوازیں بھی لگائیں ارد گرد کا چپہ چپہ چھان مارا کوئی سراغ نہ ملا اور دوسری رات سر پر آ گئی نبلے کی آنکھوں سے نیند غائب تھی اچانک ہی دروازے پر دستک ہوئی اس نے پوچھا کوئی کوئی جواب نہ ملا اٹھ کر دروازہ کھول دیا سامنے حسینہ کھڑی تھی

شکر ہے تم زندہ ہو کہاں چلی گئی تھی نبلے نے بے قراری سے کہا۔ جانتی ہو بچے تمہارے لیے کتنے اداس تھے ایک عورت نے جب ان کو بتایا کہ تم نالے کی نظر ہو گئی ہو تو انہوں نے رو رو کر حال برا کر لیا

وہ کچھ نہ بولی گونگی سی چارپائی پر سمٹ کر بیٹھ گئی بتاؤ تو سہی آخر تم تھیں کہاں بڑی مشکل سے زبان کھولی۔

ایک بندر درخت سے اتر کر ادھر آ گیا تھا وہ تمہارے کپڑے لے کر درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگا تو میں اس کے پیچھے دوڑنے لگی کہ وہ کپڑے پھینک دے گا اور میں اٹھالوں گی لیکن وہ آگے ہی بھاگتا رہا تبھی گھائی کے کنارے میرا پاؤں پھسل گیا میں لڑھکتی ہوئی بہت نشیب میں جا گری اور بے ہوش ہو گئی رات بھر بے ہوشی کے عالم میں پڑی رہی صبح وہاں سے چلنا شروع کیا تو گرتی پڑتی چڑھائی چڑھتی اب پہنچی ہوں بھوک پیاس اور خوف سے نڈھال ہو گئی ہوں

نیلے نے غور سے بیوی کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں بھوک پیاس سے کمزوری و ناتوانی کا کوئی احساس نہ تھا البتہ وہ کچھ خوفزدہ ضرور لگ رہی تھی نیلے کو شک گزرا کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے اس نے کہا۔

ذرا چل کر مجھے وہ گھائی تو دکھاؤ جہاں سے تم پھسل کر نیچے گرتی چلی گئی تھی یہ شام کو وقت تھا حسینہ گھبرا گئی کہنے لگی

ہاں یوں نہیں بچے تو سو گئے ہیں

ناچار وہ ساتھ ہولی آدھ گھنٹہ چلنے کے بعد اس نے اشارہ کیا یہاں سے گری تھی

نیلے نے کہا لیکن ... ئی تو اہلکاروں نے پوری طرح تمہاری تلا... چھان ماری اور رات سے دوسرے دن تک وہ مسلسل آوازیں بھی لگاتے رہے انہوں نے تمہاری تلاش میں جدید آلات سے بھی کام لیا۔ اگر تم ادھر گری ہوتی تو بھی ان کی اعلیٰ ترین دوربینوں سے نظر آ جاتیں مجھے لگتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہی

وہ بولی سچ کہتی ہوں اللہ قسم میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔

دیکھو حسینہ میں صحیح کہتا ہوں کیونکہ تم سے محبت کرتا ہوں اگر تمہارے ساتھ کوئی دھوکا یا زیادتی ہوئی ہے مجھے بتادو ہم چپ چاپ یہاں سے چلے جائیں گے اگر تم سچ نہ بولوگی تو ممکن ہے میں شک و شبہ کی وجہ سے کوئی غلط قدم نہ اٹھالوں حسینہ ڈر گئی مگر شوہر کے سامنے لب نہ کھول سکی اس طرح وہ رات ان دونوں کے درمیان اجنبیوں کی طرح گزر گئی

اگلے روز صبح کو جب نیلا دھوبی ڈیوٹی پر آیا تو وہاں موجود ایک لڑکے نے اسے بتایا کہ ہمارے اور تمہارے کوارٹر کے بیچ جو گھر پڑتا ہے وہاں پر ایک آدمی منان نامی کچھ دن پہلے آیا تھا یہ کوارٹر اس کے دوست کے پاس ہے منان وہاں ٹھہرا ہوا ہے پرسوں سے اس سے ملنے ایک عورت آئی تھی مجھے لگا جیسے وہ باجی حسینہ ہو کیا منان کو تم جانتے ہو۔

نہیں۔ نیلے نے مختصر جواب دیا لیکن وہ سوچ میں غرق ہو گیا اس نے اس بات کا کھوج لگا لیا کہ حسینہ گھائی میں نہیں گری تھی کیونکہ اس کے جسم پر کسی چوٹ کا نشان نہیں تھا اہلکار لڑکے کی بات اس کے دل میں کھب سی گئی تبھی وہ پڑوسی کے کوارٹر میں گیا پتہ چلا کہ منان بھی اسی شہر کا ہے جہاں سے نیلے کا تعلق ہے اس نے لڑکے کو اعتماد میں لے کر کہا

تم پتہ کرو میری بیوی وہاں کب تک رہتی تھی اس لڑکے نے کھوج لگایا ساتھ والے کوارٹر

میں اس کا دوست رہتا تھا اس نے بتایا کہ نیلے کی بیوی تقریباً تین چار بار آئی پہلے تو وہ منان سے باتیں کرکے چلی جاتی تھی لیکن اس روز جب وہ آئی تو باہر سے منان کے دوست جلیل نے ان کو کوارٹر میں بند کرکے تالا لگا دیا پھر اہلکاروں نے جب تلاش شروع کی تو جلیل نے ڈر کے مارے تالا نہ کھولا اسی سبب حسینہ اس کے کوارٹر سے باہر نہ آ سکی۔۔۔

نیلے نے تمام واقعہ بیوی کے سامنے دہرا کر پوچھا اب بتاؤ کیا کہتی ہو جلیل اور منان کے کوارٹر میں کیا کرنے جاتی تھیں اور ان سے تمہارا کیا تعلق ہے وہ رونے لگی روتے روتے ہچکی بندھ ہو گئی اس نے کہا۔

جان سے ماردیں یا زندہ رکھیں مجھ سے غلطی ضرور ہوئی ہے منان میرے میکے کے محلے میں رہتا ہے اور ہمارا ہمسایہ ہے وہ اتفاق سے جلیل کے پاس آیا تو مجھے نالے پر دیکھ لیا اس روز میں اپنے میکے والوں کی خیر خیریت معلوم کرنے منان کے پاس گئی تھی ہم کوارٹر میں بیٹھ کر بات کررہے تھے جلیل باہر سے آیا اس کو معلوم نہ تھا ہم دونوں اندر ہیں وہ باہر سے تالا لگا کر چلا گیا بس اتنی سی بات ہے اور اتنی میری غلطی ہے اب آپ جو بھی چاہیں معاف کردیں یا سزا دیں

نیلے کا دماغ بیوی کے اس اعتراض بیان سے پھٹنے لگا اس نے کہا اچھا جو بھی ہو معاف کردوں گا لیکن ابھی میرے ساتھ چلو

وہ آگے آگے چلنے لگا اور حسینہ ڈر سے سہمے قدموں اس کے پیچھے پیچھے ہولی جب وہ نالے کے پاس پہنچے تو نیلا ... یا ہوا

کل تک کہتی تھی کہ گھائی سے لڑھک گئی تھی

اور آج یہ دوسرا واقعہ ہے یقیناً تم جھوٹی ہو اور میں جان چکا ہوں کہ ماضی میں تمہارا تعلق اپنے ہمسایہ منان سے رہا ہے وہ تمہارے پیچھے یہاں تک پہنچا تھا اب اگر یہ واقعہ راز رہتا تو میں شاید بچوں کی خاطر تم کو معاف کردیتا لیکن جس لڑکے نے مجھے حقیقت بتائی ہے یقیناً وہ کسی اور کو بھی یہ قصہ بتا چکا ہوگا۔ اب اس معاملے کو کھلنے میں دیر نہ لگے گی لہٰذا قصے کو قصہ پارینہ سمجھ کر ختم کرتا ہوں یہ کہہ کر نیلے نے بیوی کو نالے کے تند و تیز ریلے میں دھکا دے دیا اور خود وہاں سے لوٹ آیا وہ سیدھا میرے بھائی کے پاس پہنچا تمام احوال بتا کر کہا۔

میرے بچے امانت ہیں ان کو میرے والدین کو پہنچا دینا اور مجھے معاف کردینا کہ میں نے بیوی کا قصہ تمام کردیا ہے جو سزا ملے گی اسے مقدر سمجھ کر قبول کروں گا

نیلے کو متعلقہ حکام کے حوالے کردیا گیا اور اس کے معصوم بچوں کو بھائی جان کی تحویل میں دے کر ان کے افسران بالا نے کہا ان کو آپ نیلے دھوبی کے والدین کے پاس پہنچادیں اور نیلے کو قید کی سزا سنادی۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیے گا اگر پسند آئی تو میں مزید لکھ کر ارسال کروں گا۔ آپ سب کا اپنا۔

شاہد رفیق سہو۔ کبیر والا۔

جاؤ جا کر ڈھونڈ لو ہم سے زیادہ چاہنے والا
مل جائے تو خوش رہنا نہ ملے تو پھر ہم تیرے ہیں
--------------خرم شہزاد مغل

قسم ہے ان آنسوؤں کی

---تحریر: آسیہ اشرف آشو۔ شیخوپورہ۔

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے قسم ہے ان آنسوؤں کی۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا ہوگا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتانا۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

سارہ کی طبیعت گزرتے ہوئے دنوں کے ساتھ ساتھ مزید بگڑتی جارہی تھی آج انوشہ نے سارہ کو اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروایا تھا سارہ کو میڈیسن دے کر پھر اسے آرام کرنے کی تاکید کر کے وہ یونیورسٹی چلی گئی۔ انوشہ کو یونیورسٹی جا کر بھی ایک پل کے لیے بھی چین نہیں ملا تھا وہ سارہ کے لیے بہت پریشان تھی اور کل سے چوکیدار بابا بھی چھٹی لے کر اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور ملازماں بھی شاید اس وقت اپنے سرونٹ کوارٹر میں ہوگی پتہ نہیں سارہ آپی اس وقت کس حال میں ہوگی جب انوشہ یونیورسٹی سے لوٹی تو اس نے گیٹ کے باہر گاڑی کھڑی کی پھر اس نے اپنے بیگ سے گیٹ کی چابیاں نکال کر جلدی سے گیٹ کو کھول کر اپنی گاڑی اندر کی پھر اس نے اندر سے گیٹ کو لاک کر دیا شدید بھوک اور گرمی کی وجہ سے انوشہ کا حال بہت برا ہو رہا تھا جلدی سے اس نے ٹی وی لاؤنج میں رکھے ہوئے صوفے پر اپنی کتابیں اور ہینڈ بیگ رکھنے کے بعد ملازماں کو آواز دی۔

صائمہ صائمہ۔۔صائمہ کہاں ہو تم۔ انوشہ کی آواز کانوں میں پڑتے ہی ملازمہ فوراً چراغ کے جن کی طرح حاضر ہوگئی تھی

جی انوشہ باجی۔

پلیز جلدی سے کھانا لگا دو مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے۔ اور سارہ آپی کہاں ہے ان کی طبیعت کیسی ہے۔

وہ جی میں تو اپنے کوارٹر میں تھی اور لگتا ہے کہ سارہ باجی سو رہی ہیں آج وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی ملازمہ نے سادگی سے جواب دیا۔

اچھا میں سارہ آپ کو دیکھتی ہوں تم جا کر کھانا لگاؤ آج تو میں نے آپی کی ٹینشن میں کنٹین سے بھی کچھ نہیں لیا۔ بہت بھوک لگی ہے پلیز ذرہ

جلدی کرنا میں آپی کے پاس جا رہی ہوں تم کھانا لگا کر مجھے بلا لینا۔ صائمہ کو ہدایات سنا کر انوشہ اپنی آپی کے روم میں چلی گئی تھی۔

انوشہ نے جیسے ہی سارہ کے روم کا دروازہ کھولا آگے کا منظر دیکھ کر اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرک گئی وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے سارہ کی طرف بڑھی تھی اس نے زمین پر پڑی ہوئی سارہ کو اٹھا کر اپنی بانہوں میں بھر لیا سارہ آپی اٹھئے ناں کیا ہوا ہے آپ کو وہ رونے کے ساتھ ساتھ سارہ کو دیوانہ وار پکار رہی تھی انوشہ کے یونیورسٹی جانے کے بعد سارہ نے زہر پی لیا تھا جس سے اس کی موت واقعہ ہو گئی تھی انوشہ کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ سارہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ انوشہ نے روتے ہوئے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ سارہ کے ہونٹوں سے جما ہوا خون صاف کیا انوشہ کا ہے ہی کون تھا سوائے سارہ کے سارہ ہی تو اس کی کل کائنات تھی سارہ آپی آپ کیسے مجھے اتنی بڑی دنیا میں تنہا چھوڑ کر جا سکتی ہیں۔ سارہ آپی میں کیسے جیوں گی آپ کے بغیر مجھے تو ایک منٹ بھی آپ سے دور رہنے کی عادت نہیں ہے کاش آپی آپ موت کو گلے لگانے سے پہلے میرے بارے میں سوچ لیتی کاش وہ پاگلوں کی طرح سارہ کے بے جان وجود کو جھنجھوڑ کر پوچھ رہی تھی تب ہی ملازمہ نے آکر اسے سنبھالنے کی کوشش کی وہ اس کے بہلاوے میں نہیں آ رہی تھی وہ کوئی بچی تو نہیں تھی۔

صائمہ دیکھو سارہ آپی مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ پلیز آپ سارہ سے کہو کہ وہ میرے ساتھ بات کرے انوشہ ملازمہ کے سامنے بچوں کی طرح ضد کر رہی تھی۔ آنسو تھے کہ کسی سیلاب کی مانند اس کے رخسار کو چھو کر زمین پر گرتے جا رہے تھے انوشہ کی بھوک اور پیاس سارہ کے ساتھ ہی مٹ چکی تھی وہ کچھ دیر کے بعد ملازمہ کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

انوشہ کو جب ہوش آیا تو سارہ کفن میں لپٹی ہوئی ابدی نیند سو رہی تھی آج انوشہ کی ایک اور ہستی اس سے بچھڑ چکی تھی کاش کہ وہ سارہ کو روک پاتی وہ ایک عورت کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ عورت بھی بے چاری کیا کر سکتی تھی سوائے انوشہ کو حوصلہ دینے کے اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سارا نے ایسا کیوں کیا ہے یہ عمر تو اس کی شادی کی تھی آخر اس نے کیوں موت کو گلے لگایا تھا اسی طرح کچھ دیر تک انوشہ سارہ کے رُخسار سے کفن ہٹا کر اسے بڑی بھوکی نظروں سے دیکھ رہی تھی تب ہی وہاں پر کچھ مرد حضرات آئے اور وہ سارہ کی میت کو اٹھا کر لے گئے آج انوشہ کے لیے یہ دن کسی قیامت سے کم نہ تھا۔ وہ ایک بار پھر کسی عورت کی بانہوں میں جھول چکی تھی وہ ماں باپ کا سایہ تو بچپن میں ہی چھن گیا تھا اور آج اس کی اکلوتی مہربان ہستی اس کے جینے کی وجہ اس کی ماؤں جتنا خیال رکھنے والی اس کی چوٹ کو دیکھ کر تڑپ کر رو دینے والی اس کی سارہ آپی بھی آج اس دنیائے فانی سے روٹھ کر مٹی کی سپرد ہو چکی تھی۔

سارہ کی موت سے لے کر چالیسویں تک انوشہ گم سم اور ساری دنیا سے لاپرواہ سی ہو گئی تھی سارہ نے خودکشی کرنے سے پہلے انوشہ کے نام

ایک آخری لیٹر لکھا تھا جو سارہ کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل میں پڑی اس کی ڈائری سے انوشہ کے اچانک ہاتھ لگا تھا۔ انوشہ نے ڈائری کو ایک سائیڈ پر رکھا اور لیٹر کو بڑی بے چینی کے ساتھ کھول کر پڑھنے لگی۔

انوشہ کے نام۔

انوشہ میری جان میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے بہت پیار کرتی ہو۔ اور مجھے یہ بھی بہت اچھی طرح سے معلوم ہے کہ تم میرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہتی لیکن انوشہ میں اس بے وفا اور ظالم دنیا میں اور جینا نہیں چاہتی ہوں۔ انوشہ میری جان میری زندگی کا ایسا راز ہے جو تم نہیں جانتی انوشہ میں نے ہزار بار کوشش کی تھی تمہیں بتانے کی مگر مجھ میں ہمت نہیں ہوتی تھی پتہ ہے انوشہ میری زندگی میں ایک لڑکا تھا جس کا نام عباد تھا تم یقین نہیں کر سکتی کہ میں کتنا ٹوٹ کر چاہتی تھی اسے اتنا چاہنے لگی تھی میں عباد کو کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی میں عباد کے پیار میں پور پور بھیگ چکی تھی مجھے اس کے علاوہ کوئی اور نظر ہی کب آتا تھا۔ انوشہ ایک میں تھی جو اس کے ساتھ دل و جان سے پیار کرتی تھی اور ایک وہ تھا جو میرے ساتھ ٹائم پاس کر رہا تھا جسٹ ٹائم پاس۔ انوشہ عباد کا ایک دوست بھی تھا جس کا نام صائم تھا جب عباد کے بعد صائم نے بھی میرے ساتھ پیار کے بڑے بڑے دعوے کیے تو میں ایک بار پھر بھول گئی اور پتہ نہیں کیسے میں اس کی باتوں میں آ گئی۔ شاید میں بہک چکی تھی کہتے ہیں کہ اگر ایک بار ٹھوکر لگے تو انسان کو سنبھل جانا چاہیے تم جانتی ہو کہ میں اتنی زیادہ بیمار کیوں ہو گئی ہوں انوشہ میں پریگنینٹ ہو چکی ہوں اور جب میں نے یہ خبر صائم کو سنائی تو اس نے بجائے مجھے اپنانے کے مجھے عباد کی طرح ٹھوکر مار دی [illegible] سوری انوشہ اب اگر میں نے [illegible] تو میں کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل [illegible] اس راز کو خدا کے بعد اب [illegible] انوشہ جس طرح سے میں اس راز کو اپنے [illegible] لیے قبر میں خود کو دفن کروا [illegible] تم بھی اس راز کو اپنے میں دبا لینا اور [illegible] تو مجھے معاف کر دینا اور میرے اور اپنے [illegible] میرے لیے بخشش کی دعا ضرور کرنا [illegible] تمہاری کی گئی دعا سے میری قبر کا عذاب [illegible] انوشہ تم میرے بعد اپنا بہت [illegible] مجھے بالکل بھی یاد مت کرنا وہ اس لیے [illegible] اچھی لڑکی بن سکی ہوں اور نہ ہی ایک [illegible] میری جان آئی لو یو۔

فقط تمہاری آپی سارہ۔

انوشہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ [illegible] آنسو تھے کہ کسی سیلاب کی مانند اس کے گالوں [illegible] زمین پر گرتے جا رہے تھے بہت رونے کے بعد [illegible] اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے لیٹر کو تہہ کر [illegible] ڈائری میں رکھ کر سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیا پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ [illegible] آنسوؤں کو صاف کیا پھر وہ چلتے ہوئے سارہ کی تصویر کے [illegible] جا کر رک گئی اس تصویر میں [illegible] کے ساتھ انوشہ کو اپنے گلے [illegible] ہوئی تھی۔ پنک کلر کے ڈریس [illegible] نکھری نکھری سی لگ رہی تھی اس کی [illegible] زندگی سے بھرپور تھی انوشہ نے اسی [illegible] کر اس فوٹو فریم کو اٹھا کر اپنے سینے

سے لگالیا۔ اب کی بار وہ ہچکیوں کے ساتھ رونے لگی تھی کاش آپی آپ نے یہ سب باتیں مجھے پہلے بتادی ہوتی تو آج میں نے آپ کو خود سے دور نہیں جانے دیتا تھا آپی میں آپ سے نفرت نہیں کرسکتی کبھی بھی نہیں آپی اسی وقت وہ تصویر کو اسی جگہ پر رکھ کر خود سے عہد کرنے لگی سارہ آپی مجھے قسم ہے آپ کے پیار کی آپ کی زندگی کی آپ کے کفن کی اور اپنے ان آنسوؤں کی میں ان کمینوں کو چھوڑوں گی نہیں میں ان کا جینا حرام کردوں گی میں ان سے ان کا سکون چھین لوں گی میں ان کو برباد کردوں گی سارہ آپی جس طرح سے ان کمینوں نے آپ کو پیار کے جال میں پھنسا کر لوٹا ہے بالکل اسی طرح کا کھیل میں بھی ان کے ساتھ کھیلوں گی آپی آپ دیکھنا میں آپ کے ساتھ ہونے والے ظلم کا سارا حساب ان دونوں سے سود سمیت وصول کروں گی۔ اور یہ میرا وعدہ ہے آپ سے اور شاید تب ہی آپ کی روح کو سکون ملے گا انوشہ کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی اس نے اسی وقت اپنے آنسو ٹشو پیپر کے ساتھ بڑی بے دردی سے رگڑ ڈالے تھے اب اسے رونا نہیں تھا۔۔

جس کی وجہ سے اس نے خود جاکر نادیہ کے گھر والوں سے اس کا ہاتھ مانگا لیکن اس کے گھر والوں نے رشتہ دینے سے صاف انکار کردیا آفاق اپنے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اپنے گھر واپس آگئے آفاق کے پاس دنیا کی ہر آسائش تھی اس کا اپنا محل نما گھر بینک بیلنس اپنا بزنس سب کچھ تو تھا اس کے پاس یہ سب کچھ اس نے اپنی تعلیم اور قابلیت کے بل بوتے اور دن رات کی محنت اور لگن سے حاصل کیا تھا۔ جب آفاق نادیہ کے گھر سے مایوس ہوکر لوٹا تو اس کے دوسرے ہی دن نادیہ اپنا گھر چھوڑ کر آفاق کے پاس آگئی۔ آفاق نادیہ سے بہت پیار کرتا تھا پھر بھی اس نے نادیہ کو سمجھایا کہ تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ لیکن نادیہ نہیں مانتی تھی اس نے کہا کہ میں اپنے پیچھے سب کشتیاں جلا کر آئی ہوں پلیز مجھے خود سے الگ مت کرنا اگر آپ نے مجھے زیادہ فورس کیا تو میں اپنی جان دے دوں گی آفاق نادیہ کی اتنی بڑی دھمکی سن کر اندر تک کانپ چکا تھا وہ اسے اپنانے کے لیے تیار ہوگیا اس نے اپنے چند دوستوں سے مل کر مولوی صاحب کو بلوا کر نادیہ کو ایک مضبوط بندھن میں باندھ لیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے ہوکر بہت خوش تھے پھر دوسال کے بعد ان کے گھر سارہ پیدا ہوئی اور جب سارہ پانچ سال کی ہوئی تو ان کے آنگن کو چار چاند لگانے ایک اور پری نے جنم لیا جس کا نام ان دونوں نے انوشہ رکھا نادیہ کے غلط قدم اٹھانے پر اس کے گھر والوں نے اس سے یہ رشتہ ختم کردیا تھا جہاں نادیہ کو اپنے گھر والوں سے رشتہ ختم ہونے کا دکھ تھا وہاں اسے آفاق جیسے اچھے ہمسفر کا ساتھ ساری دنیا کو بھلا دینے کے لیے کافی تھا وہ دونوں اپنی بیٹیوں کے ساتھ بہت ہی خوش گوار زندگی گزار رہے تھے کہتے ہیں خوشیوں کی عمر بہت ہی کم ہوتی ہے۔ پھر یہ یوں ہوا کہ آفاق کار حادثے میں جان بحق ہوئے اور جب نادیہ نے آفاق کی خون میں لت پت لاش دیکھی تو اسی پل اسے ہارٹ اٹیک ہوگیا جس سے وہ بھی خالق حقیقی سے جا ملی وہ دونوں زندگی میں بھی ایک ساتھ تھے اور مرنے کے بعد بھی آفاق کے وکیل نے ان دونوں بچیوں کے لیے عایا رکھ دی اور اسی طرح وقت گزرتا گیا اسی عایا نے ماں کی طرح ان دونوں کا خیال رکھا سارہ ایم اے میں ماسٹر کرچکی تھی اور انوشہ ایم بی اے کررہی تھی سارہ پڑھائی سے فری ہوکر محبت کے چکر میں پڑچکی تھی اور اس بات کا اس نے انوشہ کو ذرہ بھی شک نہیں ہونے دیا تھا۔ جب بھی انوشہ یونیورسٹی سے آتی تو سارہ اسے گھر میں نہ ملتی وہ گھر آکر اسے سو سو بہانے بناکر بہلا دیا کرتی تھی پھر ایک دن ان کی عایا بھی وفات پاگئی اور اس کی جگہ اس کی بیٹی صائمہ ان کے گھر میں سب کام سر انجام دینے لگی۔ سارہ اور انوشہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہتی اگر ایک کی ذرہ سی طبیعت خراب ہوتی تو دوسری کی جان پر بن جاتی وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے جینے کی وجہ تھی اس طرح بہت عرصہ گزرنے کے بعد سارہ بھی اسے چھوڑ کر جاچکی تھی سارہ کے چالیسویں کے بعد انوشہ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے سارہ کے روم کی تلاشی لی اور سارا روم چھان مارا اسے عباد اور صائم کی تصویریں اور ان دونوں کے نمبر مل گئے۔ انوشہ نے اپنا پہلا ٹارگٹ عباد کو بنانا تھا۔

انوشہ نے ان دونوں کو ڈھونڈنے کے لیے سارے شہر کی خاک چھان ماری تھی تب کہیں جاکر اسے عباد دکھائی دیا تھا۔ انوشہ نے کافی دن تک عباد کی کار کو فولو کیا وہ کہاں جاتا ہے کیا کرتا ہے اور کس کس سے ملتا ہے اور اس کا ٹائم ٹیبل کیا ہے انوشہ زیادہ تر عباد کو صائم کے ساتھ ہی دیکھتی تھی اسے اب موقع نہیں مل رہا تھا کہ کس طرح سے وہ عباد کو اپنا اسیر بنائے۔ اور پھر چند ہی دنوں میں قدرت نے انوشہ کو ایک بہت ہی شاندار موقع فراہم کردیا تھا ایک دن عباد اپنی گاڑی میں کہیں جارہا تھا اچانک سے ایک کرولا نے اس کی گاڑی کو ٹھوکر ماردی عباد شاید کسی سے کال پر بات کررہا تھا وہ اس لیے گاڑی پر کنٹرول نہ کرپایا تھا اس کی گاڑی فٹ پاتھ کے ساتھ جا ٹکرائی عباد کا سر اسٹرنگ کے ساتھ ٹکرانے سے اس کے ماتھے پر گہری چوٹ لگی تھی وہ اسی وقت خود کو سنبھالتے ہوئے غصہ سے اپنی گاڑی سے باہر نکلا دوسرے مقابل نے بھی اپنی گاڑی کو بریک لگادی اسی وقت اس گاڑی سے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی باہر نکلی جس نے بلیو کلر کی جینز کے اوپر وائٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی عباد نے اس حور نما لڑکی کا سر سے لے کر پاؤں تک جائزہ لیا اس نے اونچی ہیل پہنی ہوئی تھی اس کے ریشمی سنہری بال اور موٹی موٹی آنکھوں پر لگا ہوا ہلکے نیلے رنگ کا چشمہ اس کی خوبصورتی کو اور بھی منفرد بنارہا تھا عباد اسے دیکھ کر اپنے ماتھے پر لگی ہوئی چوٹ تک کو بھول چکا تھا اسے لگا کہ یہ کوئی پری زاد ہے جو راستہ بھٹک کر ادھر آگئی ہے عباد اس کے دلکش حسن میں قید ہونے لگا تھا اس لڑکی نے جلدی سے اس کی پیشانی پر لگی چوٹ کو دیکھ کر اپنی سے ٹشو پیپر نکالے اور اسی وقت اس کی طرف بڑھی۔

او مائی گاڈ سر آپ کو تو بہت زیادہ چوٹ لگی ہے وہ اب ٹشو پیپر سے اس کی پیشانی کو صاف کرنے لگی تھی۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری سر میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگی ہے بلیوی سر میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا وہ اس کی پیشانی صاف کرتے ہوئے ساتھ ساتھ ایکس کیوز بھی کررہی تھی خون اب رسنا بند ہوگیا تھا

افِ یہ تیرا نازک سراپا اور نشیلے نین ظالم
ذرہ بتا کہ ہم تو پر مر مٹیں ناں تو اور کیا کریں

عباد نے دل ہی دل میں اس کی خوبصورتی کے قصیدے پڑھے اس لڑکی کی کانوں میں رس گھولتی آواز سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی اس لڑکی نے وہ ٹشو پیپر سڑک کے ایک طرف پھینک دیئے اس کے بعد سے وہ پھر عباد کی طرف متوجہ ہوگئی۔

سر کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اسی وقت عباد حال میں لوٹا تھا۔

نوں نوں اٹس او کے مس۔ آگے عباد نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی

سر میرا نام انوشہ آفاق ہے انوشہ نے عباد کی مشکل آسان کرتے ہوئے اسے اپنا نام بتایا تھا۔

نائس نیم۔ مس انوشہ آفاق مجھے آپ کا نام بہت ہی پسند آیا ہے۔ عباد نے انوشہ کے نام کی کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ اینڈ مس انوشہ میرا نام عباد حسن ہے۔ اس نے ساتھ میں اپنا نام بھی بنا پوچھے انوشہ کو بتا دیا تھا۔

اور ریئلی سر۔۔ سر آپ نہیں جانتے کہ عباد حسن نام سے مجھے کس حد تک عشق ہے اور آپ تو ماشاءاللہ سے اپنے نام سے بھی کہیں بڑھ کر خوبصورت ہیں انوشہ نے دل کھول کر اسے مسکہ مارا تھا۔ جس سے عباد اور بھی پھیل گیا تھا۔ اسی وقت انوشہ نے اپنے گھر کا ایڈریس نوٹ کروایا تھا سر میں اس دنیا میں اکیلی ہوں اور اکیلی ہی رہتی ہوں سر آپ کا جب دل چاہیے میرے گھر آکر آپ اپنا ہونے والا نقصان پورا کر لیجیے گا۔ او کے اب میں چلتی ہوں عباد نے کچھ بولنے کے لیے اپنے لب کھولے ہی تھے کہ انوشہ ایک بہت ہی خوبصورت اور دل کو موہ لینے والی سمائل پاس کر کے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اس کے بعد اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اور عباد نجانے کتنی ہی دیر اس جگہ پر کھڑا ہو کر انوشہ کے بارے میں سوچتا رہا اب اسے گرمی کا احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ انوشہ کا ایک تیر تو نشانے پر لگا تھا اور اب اس کا دوسرا ٹارگٹ صائم تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد انوشہ نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور صائم کا نمبر ڈائل کرنے لگی تیسری بل پر دوسری طرف سے کال اٹینڈ ہوگئی تھی ہیلو صائم نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ انوشہ پہلے تو تھوڑا کنفیوز ہوگئی پھر اسی پل اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔

جی آپ کون۔ انوشہ نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

جناب کال آپ نے کی ہے میں نے نہیں ویسے آپ نے کس کو کال کی تھی صائم نے سوال کیا

جی وہ تو میں نے اپ [illegible] نڈ صبا کو کال کی تھی لگتا ہے کہ رونگ نمبر [illegible] ہے انوشہ نے معصومیت سے جواب دیا۔

مس نمبر تو رونگ ہے بٹ اس رونگ نمبر کا بندہ ایک دم رائٹ ہے۔

اوہ مسٹر آپ رونگ ہیں یا رائٹ میری بلا سے میں کیا کروں۔

فرینڈ شپ۔۔۔ صائم نے ایک خوبصورت سے مشورے سے نوازہ

نو تھینکس مسٹر مجھے کوئی شوق نہیں ہے بوائز سے فرینڈ شپ کرنے کا۔

کیوں شوق نہیں ہے کیا۔ آپ مجھے بتانا پسند کریں گی۔

جی جناب ضرور۔ اس لیے پسند نہیں ہے کہ بوائز بہت فلرٹ ہوتے ہیں

لگتا ہے کہ کافی اندازہ ہے آپ کو بوائز کے بارے میں۔

زیادہ تو نہیں کچھ کچھ ہے انوشہ نے جواب دیا تھا۔

وہ کیسے۔ مس کہیں آپ کے ساتھ۔۔ آگے صائم نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

نو نو مسٹر آپ غلط سمجھ رہے ہیں ایکچوئلی میری فرینڈ کے ان دو سالوں کے اندر اندر پورے نو افیئر چل چکے ہیں۔ ایک بھی لڑکا ایسا نہیں نکلا جس نے اس بے چاری کے ساتھ فلرٹ نہ کیا ہو۔

او ہو ویری سیڈ بٹ میں تو ایسا نہیں ہوں۔

مسٹر بھی بوائز ایسا ہی کہتے ہیں۔

مس صائم نام ہے میرا اینڈ یو نیم پلیز۔

میرا نام انوشہ ہے۔

انوشہ جی میں آپ کی بات سے ایگری ہوں ہاں یہ سچ ہے کہ اس دور میں ہیر رانجھا کے جیسا عشق نہیں ہوتا آئی ایم سوری انوشہ جی آپ کو سن کر شاید برا ہی لگے۔ بٹ آج کل کی گرلز بھی بہت فلرٹ کرتی ہیں۔ انوشہ کو بہت ہی غصہ آیا تھا اس کی بات سن کر۔

صائم جی میں نہیں مان سکتی کہ گرلز فلرٹ کر سکتی ہوں۔ وہ اس لیے کہ میں نے اپنی ایک بہت ہی پیاری ہستی کو کھویا ہے جس کے ساتھ یہ فلرٹ ہوا تھا انوشہ کی آواز بھر آئی تھی۔

واٹ ڈو یو مینز کسے کھویا ہے آپ نے میں کچھ سمجھا نہیں ہوں انوشہ جی

میری ایک دوست تھی تانیہ اس کے ساتھ ایک لڑکے نے دھوکا کیا تھا اس کی بے وفائی کو وہ برداشت نہیں کر سکی تھی اور اس نے سوسائٹ کر لی انوشہ نے سارہ کی بجائے تانیہ نام بتایا تھا اس لیے میں کہتی ہوں کہ آپ اس بات کو مان لو کہ آج کل لڑکے زیادہ فلرٹ کرتے ہیں۔

او کے مس انوشہ جی میں ماننے کے لیے تیار ہوں بٹ میری بھی ایک شرط ہے آپ کو ماننا پڑے گی

کیسی شرط۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔

آپ کو میرے ساتھ فرینڈ شپ کرنی پڑے گی۔ وہ بے دریغ ہو کر بولا۔

واٹ۔ انوشہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی

پلیز انوشہ جی ویل یو فرینڈ شپ ودھ می۔

نو وے۔ انوشہ نے صاف انکار کر دیا تھا

بٹ وائے انوشہ جی

میں آپ کو پہلے بھی یہ بات بتا چکی ہوں کہ مجھے بوائز پر ٹرسٹ نہیں ہے

پلیز ٹرسٹ می۔ انوشہ جی آئی پرومس یو کہ میں آپ کے ساتھ کبھی فلرٹ نہیں کروں گا پلیز بلیو می۔ صائم نے ریکوسٹ کی۔

صائم جی بہت ہو چکی باتیں آئی تھنک کہ اب مجھے فون بند کر دینا چاہیے او کے بائے اینڈ خدا حافظ۔ انوشہ نے جان بوجھ کر صائم کی بات کو اگنور کر کے کال ڈس کنکٹ کر دی تھی۔

انوشہ کی خوبصورت آواز ابھی بھی صائم کے کانوں میں رس گھول رہی تھی اس کی آواز اتنی پیاری تھی نجانے وہ خود کتنی خوبصورت ہوگی۔ اسی وقت صائم نے سوچا کہ کال کر کے یا ابھی وہ عباد کے گھر جا کر اس لڑکی کے بارے میں بتائے جس

اسے دیوانہ بنا دیا تھا۔ جب بھی صائم کا کسی کے ساتھ افیئر چلتا تو وہ عباد کو ضرور بتاتا تھا عباد کا بھی یہ ہی حال تھا وہ دونوں ہی اپنی گرلز فرینڈز کو ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے تھے جیسے کہ سارہ کو ان دونوں نے یوز کیا اور چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں بہت کلوز فرینڈ تھے صائم نے عباد کو کال کی پھر جب بیل جانے لگی تو اس نے کچھ سوچ کر کال کاٹ کر اپنا سیل فون بند کر دیا یار یہ میں کیا کرنے لگا تھا اگر میرے دوست اس لڑکی کا نمبر سینڈ کرنے یا اس سے ملوانے سے عباد اس کے ساتھ سیٹ ہو گیا تو میں تو گیا پھر کام سے وہ سالا تو مجھ سے بھی زیادہ فلرٹ اور حرامی ہے صائم کے دل میں بے ایمانی نے جنم لے لیا تھا۔ اور ادھر عباد کے دل میں بھی کھوٹ آ گئی تھی۔ اس بار دونوں دوستوں نے اپنی اپنی بات اپنے دل تک محدود کر لی تھی۔ اور ان دونوں کی بے وقوفی کی وجہ سے انوشہ کا کام اور بھی آسان ہو گیا تھا انوشہ نے اب خود سے کانٹیکٹ نہیں کرنا تھا اسے اب ان دونوں کے کانٹیکٹ نہیں کرنا تھا۔ اسے اب ان دونوں کے کانٹیکٹ کا انتظار رہتا۔ انوشہ نے ایک گہری سانس فضا میں خارج کی تھی تب ہی اس کی نظر اپنے بیڈ تب ہی اس کی نظر اپنے بیڈ پر پڑے فوٹو فریم پر پڑی جو اس نے تاش کرنے سے پہلے اپنے پاس بیڈ پر رکھا تھا سارہ فوٹو فریم میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ انوشہ نے اس فریم کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا تھا۔

آج صبح ہی سے انوشہ کی طبیعت بہت بوجھل ہو رہی تھی اور اب تو اس کے سر میں شدید درد بھی ہونے لگا تھا انوشہ نے بیڈ سے اترتے ہی کچن کا رخ کیا۔ جہاں اس وقت صائمہ اس کے لیے لنچ میں بریانی اور قورمہ بنا رہی تھی۔ سارہ کی ڈیتھ کے بعد سے انوشہ کی صائمہ سے بہت اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ اس نے اب اسے بھی ملازمہ نہیں سمجھا تھا۔ انوشہ نے صائمہ کو بھی اپنے پلان میں شامل کر لیا تھا۔ کچن میں آتے ہی انوشہ نے فریج میں سے دودھ نکال کر سوس پین میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا تھا صائمہ نے اسے کہا بھی کہ آپ اپنے روم میں جاؤ میں چائے بنا کر آپ کو وہیں دے آتی ہوں لیکن انوشہ نے اس کی پیشکش کو رد کر دیا۔

رہنے دو یار تم پہلے ہی اتنی گرمی میں کھانا بنا رہی ہو اور ویسے بھی چائے بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ انوشہ نے خوبصورتی سے اسے ٹال کر چائے خود بنائی صائمہ پلیز ذرہ دو کپ پکڑانا۔ صائمہ نے اسی وقت اس کے حکم کی تعمیل کی تھی انوشہ نے ان دونوں کپوں میں چائے انڈیل کر اسے کہا۔

صائمہ پلیز یہ ایک کپ چائے چوکیدار بابا کو دے آؤ اور انہیں کہنا کہ یہ چائے انوشہ نے بنائی ہے اور یہ دوسرا کپ تمہارے لیے ہے۔ انوشہ نے چائے کی ٹرے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تو صائمہ اس کی چاہت میں نہال ہو گئی اور پھر اس کے بعد انوشہ نے اپنے لیے چائے ایک کپ میں ڈالی آج نجانے کیوں اسے سارہ کی کمی کا شدت سے ہو رہا تھا۔ انوشہ چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑا اور اسی وقت سارہ کے کمرے کا رخ کیا سارہ کے روم میں آ کر اس نے چائے کے ساتھ سردرد بھی ہونے لگا تھا انوشہ نے بیڈ سے اترتے ہی کچن کا رخ کیا جہاں اس وقت

صائمہ اس کے لیے لنچ میں بریانی اور قورمہ تیار کر رہی تھی سارہ کی ڈیتھ کے بعد سے انوشہ کی صائمہ سے بہت اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ اس نے اب اسے بھی ملازمہ نہیں سمجھا تھا انوشہ نے صائمہ کو بھی اپنے پلان میں شامل کر لیا تھا کچن میں آتے ہی انوشہ نے فریج میں سے دودھ نکال کر سوس پین میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا تھا صائمہ نے اسے کہا بھی کہ آپ اپنے روم میں جاؤ میں چائے بنا کر لاتی ہوں لیکن انوشہ نے اس کی پیشکش کو رد کر دیا۔

رہنے دو یار تم پہلے ہی اتنی گرمی میں کھانا بنا رہی ہو اور ویسے بھی چائے بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے انوشہ نے خوبصورتی سے اسے ٹال کر چائے خود بنالی۔

صائمہ پلیز ذرہ کپ پکڑانا۔ صائمہ نے اسی وقت اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ انوشہ نے ان دونوں کپوں میں چائے انڈیل کر اسے کہا۔ صائمہ پلیز یہ ایک کپ چائے کا چوکیدار بابا کو دے آؤ اور انہیں کہنا کہ یہ چائے انوشہ نے بنائی ہے۔ اور یہ دوسرا کپ تمہارے لیے ہے انوشہ نے چائے کی ٹرے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک کپ میں ڈالی اور آج نجانے کیوں اسے سارہ کی کمی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ انوشہ نے چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑا اور اسی وقت سارہ کے کمرے کا رخ کیا۔ سارا کے روم میں آ کر اس نے چائے کے ساتھ سردرد والی میڈیسن بھی لی اس کے بعد وہ سارہ کے بیڈ پر ہی لیٹ گئی۔ اور لیٹتے ہی اپنی آنکھیں موند لیں۔ آنسو تھے کہ ایک سیلاب کی مانند اس کی آنکھوں سے رواں تھے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ آج وہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ کاش کہ رونے سے جانے والے لوٹ کر آ جاتے کاش۔

اچانک سے اس کے ذہن میں سارہ کی لکھی ہوئی ڈائری آئی تو اس نے اسی وقت اپنی آنکھیں کھول دیں اور اسی وقت اس نے سارہ کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے وہ ڈائری نکالی اور پھر بیڈ پر لیٹ کر اس ڈائری کو وہ پڑھنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں ہی اس نے آدھی سے زیادہ ڈائری پڑھ لی تھی جس میں شروع شروع میں سارہ نے اپنے اور عباد کے ساتھ گزرنے والے چند خوش گوار لمحوں کو قید کیا تھا اس کے بد اس نے صائم اور اپنے بارے میں لکھا تھا اور اس کے بعد جو ان دونوں نے اس کے ساتھ کیا تھا وہ سب پڑھتے وقت انوشہ کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ اور اس کے بعد سب سے اینڈ پر سارا نے ایک نظم لکھی ہوئی تھی۔

کاش۔۔۔

اے کاش تجھے بھی ایسی ہی ٹھوکر لگے
جس سے تو بھی میری ہی طرح
منہ کے بل گرے
اور پھر زندگی بھر اٹھنے
کی ناکام کوشش میں
تو ہر بار ناکام ہی رہے
اے کاش میری ہی طرح
تیرا بھی کوئی دل توڑے
اور تو اس دل کی
کرچیوں کو چنتے چنتے
قیامت تک ناکام ہی رہے
اور پھر میری ہی طرح
تو بھی ایک دن

ریزہ ریزہ ہو کر
مٹی میں مل جائے

انوشہ سارہ کی نظم پڑھ کر تڑپ ہی تو گئی تھی کتنا درد تھا اس نظم میں اور کتنا تڑپتی ہو گی آپی ان کمینوں کے پیار میں۔

آپی پلیز تھوڑا سا اور صبر کر لیں اگر اسی طرح سے میں نے ان کو اپنے لیے نہ تڑپایا تو میں بھی انوشہ نہیں ہوں۔ انوشہ نے سارہ کی تصویر کو ایک نظر دیکھ کر خود سے کہا۔ اتنی دیر میں صائمہ نے اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ اسی وقت اٹھ کر اپنے آنسو صاف کر کے پوچھنے لگی تھی کون آیا ہے صائمہ۔

وہ جی چوکیدار بتا رہے تھے کہ کوئی عباد صاحب ہیں وہ آپ سے کچھ بات کرنے کے لیے آیا ہے۔ بابا نے اسے گیٹ پر ہی روکے رکھا ہوا ہے۔

واٹ۔ کیا عباد آیا ہے پاگل جلدی سے چوکیدار بابا سے کہو کہ اسے گیسٹ روم میں بٹھائے اور تم جا کر ان کو جا کر کولڈ ڈرنگ دے آنا میں ذرا نہا کر فریش ہو کر آتی ہوں۔ انجانی سی خوشی کا احساس ہونے لگا تھا اسے وہ صائمہ کو ضروری ہدایات سنا کر اپنا ڈریس لے کر جلدی سے شاور لینے چلی گئیں۔

وہ کچھ دن کے بعد مطلوبہ ایڈریس پر پہنچ چکا تھا کافی دیر اس نے کچھ سوچا پھر گیٹ کے ایک سائیڈ پر لگی ہوئی نمبر پلیٹ کو پڑھا آفاق ہاؤس پڑھنے کے بعد اس نے ڈوربل پر ہاتھ رکھ دیا اسی وقت چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور انہوں نے اسے اندر آنے کے لیے نہیں کہا تھا بلکہ اس کا نام پوچھنے کے بعد ویٹ کا کہہ کر چوکیدار نے پھر گیٹ بند کر لیا تھا۔ عباد کا سخت گرمی کی وجہ سے پسینے سے بہت برا حال ہو رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ اپنے گھر سے فریش ہو کر آیا تھا بلیک پینٹ کے اوپر وائٹ کلر کی شرٹ کے اوپر مہرون ٹائی اور ابھی ابھی کروائی گئی شیو میں وہ بہت ہی سمارٹ لگ رہا تھا اور اب پورے پندرہ منٹ آفاق ہاؤس کے باہر کھڑا رہنے کی وجہ سے اس کی فیشن منس کا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔ تب ہی چوکیدار نے آ کر گیٹ کا پورا دروازہ کھول دیا اسی وقت عباد نے اپنی گاڑی اندر کی اس کے بعد چوکیدار نے اسے گیسٹ روم میں بیٹھایا اور خود باہر نکل گیا عباد کو اے سی روم میں آئے ہوئے ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ وہ اب خود کو بہت ہی پرسکون محسوس کرنے لگا تھا اس کا پسینہ بھی اب خشک ہو چکا تھا۔ چند منٹ کے بعد ملازمہ اس کے لیے کولڈ ڈرنک لے آئی وہ کولڈ ڈرنک رکھ کر جب واپس جانے لگی تو عباد نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

ایکسکیوزمی مس۔

جی صاحب جی ملازمہ نے ادب سے پوچھا

کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ مس انوشہ کہاں ہیں اس نے بے چینی سے پوچھا۔

وہ جی انوشہ بی بی تو ابھی نہا رہی ہیں آپ بیٹھیں وہ کچھ دیر تک آ جائیں گی بات ختم کرتے ہی ملازمہ چلی گئی تھی۔

کیا وہ نہا رہی ہے۔ عباد کے سن کر اسی وقت اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس کے بعد سے وہ اور بھی بے چینی سے انوشہ کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اور پھر ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد۔

انوشہ فریش ہو کر گیسٹ روم میں داخل ہو چکی تھی۔

السلام وعلیکم سر۔

وعلیکم السلام۔ عباد اسے دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

آئی ایم رئیلی سوری سر آپ کو اتنا ویٹ کرنا پڑا انوشہ نے آتے ہی اس سے ایکس کیوز کیا تھا

اٹس او کے مس انوشہ۔

سر پلیز بیٹھیے ناں آپ۔ انوشہ نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد وہ خود بھی سامنے والے صوفے پر ٹک گئی تھی۔ آج انوشہ نے جینز کی بجائے پنک کلر کا ڈریس زیب تن کیا ہوا تھا جس میں وہ بہت ہی نکھری نکھری اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی اور اوپر سے لائٹ میک اپ نے اس کی خوبصورتی کو اور بھی چار چاند لگا دیے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد اس نے اپنے سنہری بالوں کو آگے کر لیا تھا جو ابھی بھی کچھ کچھ گیلے نظر آ رہے تھے۔ سر میں آپ کے لیے چائے منگواتی ہوں۔ اسی وقت وہ اس کے پاس سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ جاتے ہوئے اس نے پھر سے اپنے ریشمی بالوں کو ہاتھ کے جھٹکے سے اپنی کمر پر گرا لیا تھا۔ جس سے اس کا نظر آتا ہوا ڈیپ گلا چھپ گیا تھا عباد تو جیسے اس کی ہر ہر ادا پر لٹتا جا رہا تھا۔ انوشہ نے جب کچن میں جا کر صائمہ کو بتایا کہ یہ وہی ہے جس نے سارہ آپی کے ساتھ فلرٹ کیا تھا۔ تب ہی صائمہ نے اسے مشورہ دیا کہ آپ اسے چائے میں زہر ملا کر پلا دیں۔

انوشہ اگر چاہتی تو اسے ایک پل میں ابدی نیند سلا سکتی تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ اس شخص کو پل پل مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی کچھ ہی دیر کے بعد وہ ملازمہ کے ساتھ چائے لے کر آ گئی انوشہ کے ہاتھ میں چیک بک تھی جو اس نے اپنے پاس صوفے پر رکھ لی ملازمہ ان دونوں کو چائے سرو کرنے کے بعد چلی گئی تھی چائے کے ساتھ اور بھی بہت سے لوازمات تھے جو باری باری انوشہ نے عباد کو کھلائے تھے اس کے بعد ان دونوں نے بنا کوئی بات کئے ایک ساتھ چائے ختم کی انوشہ نے ملازمہ کو آواز دی تب ہی وہ آ کر برتن لے گئی عباد بڑی بھوکی نظروں سے انوشہ کا سر سے لے کر پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا انوشہ سے رہا نہ گیا تو اس نے عباد سے پوچھ لیا۔ کیا دیکھ رہے ہیں آپ سر۔ انوشہ کے اس طرح پوچھنے پر عباد گڑبڑا سا گیا۔

وہ کچھ نہیں بس یونہی۔ انوشہ کے سامنے وہ تھوڑا سا کنفیوز ہو گیا تھا۔ پلیز انوشہ آپ مجھے سر مت کہو میں کوئی آپ کا بوس تھوڑی ہوں

تو پھر اور کیا کہوں۔ آپ کو سر انوشہ نے معصومیت سے پوچھا۔

مس انوشہ آپ مجھے عباد کہو گی تو مجھے بہت ہی اچھا لگے گا۔

چلیں جی جناب ہم آپ کو عباد ہی کہیں گے اب بہت ہو چکی باتیں ہم کام کی بات تو بھول ہی گئے۔ اتنا کہتے ہی انوشہ نے اپنے پاس پڑی ہوئی چیک بک اٹھائی اور اس میں سے ایک چیک کے اوپر سائن کر کے اس نے سائن والے چیک کو چیک بک سے الگ کرتے ہوئے عباد کی طرف بڑھایا۔

یہ کیا ہے مس انوشہ۔ عباد نے چیک کو ایک نظر دیکھنے کے بعد انوشہ سے سوال کیا۔

یہ بلینک چیک ہے میں نے اس دن غلطی

سے آپ کا جتنا بھی نقصان کیا تھا وہ آپ اس میں سے وصول کر لیجئے گا۔ انوشہ کا لہجہ ٹوس تھا۔

ایم سوری انوشہ میں آپ سے یہ چیک نہیں لے سکتا ہوں اور رہی بات نقصان کی تو وہ کونسا آپ نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ اٹس اوکے انوشہ۔

لیکن سر او سوری میرا مطلب ہے عباد جی اگر آپ یہ چیک ایکسیپٹ کر لیں گے تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔ پلیز رکھ لیں۔

اوکے اگر سوال آپ کی خوشی کا ہے تو لائیں دیں مجھے یہ چیک عباد نے بہت ہی اپنایت سے وہ چیک لیا دوسری جانب انوشہ بھی اپنی بات پوری ہونے کے بعد اسے چیک پکڑا کر خوش ہو رہی تھی تب ہی اسی پل عباد نے بھی مسکراتے ہوئے اس سے چیک کو پھاڑ دیا تھا۔

یہ آپ نے کیا کر دیا ہے۔ انوشہ کو عباد کے اپنے ردعمل کی ہرگز توقع نہ تھی۔

میں نے بالکل ٹھیک کیا ہے مس انوشہ میں یہاں پر کوئی نقصان وصول کرنے ہرگز نہیں آیا تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ میں آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے آیا تھا۔

واٹ۔ انوشہ کو سن کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا

جی ہاں مس انوشہ مجھے زیادہ لمبی چوڑی بات کرنے کی عادت نہیں ہے انوشہ جی آئی ریئلی لو یو انوشہ جی آپ میری زندگی میں پہلی لڑکی ہو جس نے پہلی نظر میں ہی میری نیند میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے۔ ریئلی انوشہ جی جب میں نے فرسٹ ٹائم آپ کو دیکھا تو میری نظریں آپ پر سے ہٹنے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھیں۔ آپ نے میری زندگی میں آ کر ایک ہلچل سی مچا دی ہے انوشہ جی جس دن سے آپ کو دیکھا ہے اس دن سے میں ہر وقت آپ ہی کے بارے میں سوچتا ہوں۔ مجھے اب کوئی کام یاد نہیں رہتا۔ سوائے آپ کے

عباد کی آنکھوں میں اس وقت ساری دنیا کی سمٹی ہوئی محبت انوشہ کو صاف نظر آ رہی تھی انوشہ اس بات پر حیران ہو رہی تھی کہ کیسے کوئی دوسری ملاقات میں بن جائے اس پر اپنی محبت نچھاور کر سکتا ہے انوشہ اس شخص کی باتوں میں مت آنا اسی طرح کی باتوں سے تو اس نے سارہ کو اپنے پیار کے جال میں پھنسایا تھا۔ کیا بھول گئی ہو تم یہ اس کے دل کی آواز تھی۔ اس وقت اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔

مس انوشہ آپ خاموش کیوں ہیں۔۔۔کیا آپ کی لائف میں کوئی اور ہے جس کی وجہ سے آپ مجھے کوئی جواب نہیں دیا عباد نے اسے خاموش دیکھ کر سوال کیا۔

سر میں نے ابھی تک شادی کے بارے میں نہیں سوچا انوشہ نے حال میں لوٹتے ہی جواب دیا تھا۔

آپ نے مجھے پھر سر کہا۔ عباد نے اسے غصہ سے ڈانٹا۔

اوسوری اب نہیں سر کہتی آپ کو

چلو اب بتاؤ کہ آخر وجہ کیا ہے جس کی وجہ سے آپ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ مس انوشہ کیا آپ کا کوئی مشن ہے عباد نے مذاق میں اسے پوچھا۔ تو جواب میں انوشہ کھل کر مسکرا دی اس کی ہنسی نے عباد کو اپنے سحر میں جکڑ لیا۔

جی جناب آپ یہ ہی سمجھ لیں انوشہ نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا

کیا مشن ہے آپ کا عباد نے تھوڑا قریب ہو کر انوشہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

مسٹر عباد اگر بتا دیا تو میرا مشن کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے آپ یہ انوشہ کے ہونٹوں سے پھسل تو چکی تھی لیکن عباد حسن کے فرشتوں تک کو بھی یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کس مشن کی بات کر رہی ہے سو عباد نے انوشہ کی بات کو اگنور کر دیا کافی دیر ان دونوں نے باتیں کی پھر اس کے بعد انوشہ نے اسے لنچ کی آفر کی جسے عباد نے قبول کر لیا اسی وقت انوشہ نے کھانا ٹیبل پر لگوا دیا تھا عباد نے قورمہ اور بریانی کی دل کھول کر تعریف کی کھانا کھاتے ہی وہ ٹیبل سے ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اچھا انوشہ اب میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا ہم پھر ملیں گے وہ اب مس انوشہ سے انوشہ پر آ گیا تھا۔ اور وہ یہ ہی تو چاہتی تھی عباد نے جانے سے پہلے انوشہ کو اپنا کانٹیکٹ نمبر دیا اس کے بعد انوشہ اسے گیٹ تک چھوڑنے کے لیے گئی عباد کے جانے کے بعد انوشہ اپنے روم میں آ گئی وہ اپنے مقصد میں پچاس فیصد کامیاب ہو چکی تھی وہ دونوں بھیڑیئے اس کے جال میں پوری طرح سے پھنس چکے تھے جب روم میں آ کر انوشہ نے اپنے سیل فون کو پکڑا وہ عباد کا نمبر سیو کرنے لگی تھی تب ہی اس کی نظر فون میں آئے گئے لاتعداد ایس ایم ایس اور بے حساب مس کالز پر پڑی صائم پتہ نہیں کب سے ٹرائی کر رہا تھا اور انوشہ نے پھر اسی وقت ریپلائی کیا تھا۔ اور پھر نجانے کتنی دیر اس نے صائم سے کال پر بات کی تھی دن بہت تیزی سے گزرنے لگے تھے اس دوران عباد پتہ نہیں کتنی بار انوشہ کے گھر چکر لگا چکا تھا اور صائم سے بھی وہ دو تین بار مل چکی تھی وہ دونوں ہی اس کے دیوانے ہو چکے تھے ان دونوں دوستوں نے ایک دوسرے سے ملنا جلنا تقریبا چھوڑ دیا تھا۔ جس سے انوشہ کا مشن اور بھی آسان ہو گیا تھا اگر دیکھا جائے تو انوشہ کے لیے بہت بڑا رسک تھا اس کی سچائی کبھی بھی ان دونوں کے سامنے آ سکتی تھی وہ ہر خوف سے آزاد ہو چکی تھی۔

اپنے پلان کے مطابق ایک دن انوشہ عباد سے کہا کہ مجھے ایک رونگ نمبر سے بہت دنوں سے ایس ایم ایس اور کالیں آ رہی ہیں پہلے جب میں نے اگنور کیا تو اس نے مجھے دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں عباد میں بہت ڈر چکی ہوں اس رونگ نمبر سے انوشہ کی بات سن کر عباد غصہ سے لال پیلا ہو گیا تھا۔

انوشہ مجھے ابھی اور اسی وقت وہ نمبر سینڈ کرو میں دیکھتا ہوں اس کمینے کو

انوشہ نے عباد کو صائم کا نمبر سینڈ کرنے کے بعد صائم کو بھی یہ ہی سٹوری سنا کر عباد کا نمبر سینڈ کر دیا ان دونوں نے جب ایک دوسرے کے نمبروں کو دیکھا تو بجائے ایک دوسرے سے پوچھنے کے وہ ایک دوسرے کو انوشہ کو فون نہ کرنے کی وارننگ کرنے لگے کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے عباد کو شک تھا کہ صائم نے اس سے انوشہ کا نمبر چوری کیا ہو گا اور ادھر صائم کا بھی یہی خیال تھا وہ دونوں دو تین دن تک ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے رہے انوشہ نے سوچا لوہا گرم ہے کیوں ناں اس پر اب چوٹ لگائی جائے اسی پل وہ چلتے ہوئے سارہ کی تصویر کے پاس آ کر بولی۔

آپی آج میرے مشن کا اینڈ ہونے کا دن آ گیا ہے آج سے آپ کا اور میرا پل پل انتظار ختم ہو گا ہاں آپی آج میں اس سٹوری

ایجنڈ کردوں گی کچھ سوچ کر انوشہ نے عباد کو کال کی اسی وقت عباد نے کال پک کر لی اسی وقت انوشہ رونے لگ پڑی عباد کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ صائم نے مجھے دھمکی ہے کہ وہ ابھی اور اسی وقت مجھے میرے گھر سے اٹھا کر لے جائے گا۔ پلیز عباد مجھے بچالو نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ انوشہ کی ہچکیوں کی آواز سن کر عباد تڑپ سا گیا عباد نے دس منٹ میں اس کے پاس آنے کا کہا اور اسی وقت لائن ڈس کنیکٹ ہو گئی اسی وقت انوشہ نے صائم کو کال کی ہیلو ہیلو صائم کہاں ہو تم صائم وہ مجھے اٹھا کر لے جائے گا پلیز صائم کچھ کرلو نہیں تو ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔ انوشہ کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

کون آرہا ہے انوشہ۔ پلیز مجھے بتاؤ صائم بھی ایک دم اتنا پریشان ہو گیا تھا انوشہ کی بات سن کر۔۔۔۔

صائم عباد نے ابھی کال کر کے کہا ہے کہ انوشہ تم جہاں مرضی چھپ جاؤ میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ اور آج میں صائم کو تمہارے ساتھ نکاح کر کے بتادوں گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کی ایسی کی تیسی میں اسے شوٹ کردوں گا انوشہ پلیز تم رومت میری جان میں ہوں ناں تمہارے ساتھ ۔صائم نے اسے تسلی دی۔

صائم میرا گھر سیو نہیں ہے میرے لیے کیا میں ابھی تمہارے ابھی آجاؤں۔

ہاں انوشہ تم آجاؤ ہم آج ہی نکاح کر لیں گے۔ صائم نے کہا۔

او کے میں ابھی آرہی ہوں۔

ہاں آجاؤ میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔

انوشہ نے اپنی گاڑی وہی پر چھوڑی اور چوکیدار بابا سے کہا کہ آپ کچھ دیر کے لیے ادھر ادھر ہو جائیں آخری پلان وہ صائمہ کو بتا کر اپنا موبائل فون لے کر جانے لگی تو صائمہ نے اس کے اوپر چار وقل اور آیت الکرسی پڑھ کر پھونک ماری اور اسی پل وہ گھر کو ایک نظر دیکھ کر آفاق ہاؤس کا گیٹ کراس کر گئی۔

دونوں دوستوں میں غلط فہمی تو تھی ہی اب مزید ایک دوسرے کے لیے نفرت بھی بڑھ چکی تھی وہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے عباد کے آنے سے دس منٹ پہلے ہی وہ صائم کے گھر کے لیے نکل چکی تھی۔ جب عباد نے اس کے گھر آکر اسے پاگلوں کی طرح آوازیں دینے شروع کردیں انوشہ کہاں ہو تم انوشہ کہاں ہو تم۔ ملازمہ نے جب اس کی حالت دیکھی تو کہا صاحب جی انوشہ بی بی کو ایک لڑکا زبردستی لے گیا ہے چوکیدار بابا بھی پولیس میں رپورٹ لکھوانے کے لیے گیا ہے۔

ملازمہ نے انوشہ کا رٹایا ہوا سبق جب عباد کو سنایا تو عباد اور بھی طیش میں آگیا اس کے سر پر اب خون سوار ہو چکا تھا اسی وقت عباد نے صائم کے گھر کا رخ کیا۔ وہ آندھی کی طرح ڈرائیو کرتے ہوئے کچھ ہی پل میں صائم کے گھر کے پاس آکر جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا انوشہ صائم کے پاس ڈری سہمی ہوئی کھڑی تھی جب اس کی نظر عباد پر پڑی تو اس نے ڈری ہوئی آواز میں کہا ۔وہ پوری طرح اداکاری کر رہی تھی۔

صائم پلیز مجھے جانے دو یہاں سے میں پا کسی فرینڈ کے گھر چلی جاتی ہوں صائم میں نہیں چاہتی ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان

پہنچے۔

وہ اتنا کہتے ہی گیٹ کی طرف بھاگی تو راستے میں صائم نے اسے کلائی سے تھام لیا۔ اور واپس روم کی طرف لے جانے لگا۔ یکدم عباد بھی آگیا جب اس نے دیکھا کہ صائم اس کو زبردستی اپنے روم میں لے جا رہا ہے تو وہ غصہ سے اور بھی پاگل ہو گیا اس لمحے صائم نے بھی عباد کو دیکھ لیا۔ تو وہ انوشہ کو کمرے میں چھوڑ کر عباد کی طرف بڑھا۔ دفع ہو جاؤ میرے گھر سے کمینے انسان۔ وہ غصہ سے لال پیلا ہونے لگا۔ اس نے آتے ہی صائم کا گریبان پکڑ لیا تھا اور صائم نے اس کا پکڑ لیا تھا۔ اور وہ اس کو مسلسل دھمکیاں بھی دے رہا تھا تب عباد نے اپنے غصہ کو کوئی اور ہی رنگ دے دیا وہ اس کی منتیں کرنے لگا۔

پلیز انوشہ میرا پیار ہے میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں تم میری انوشہ کو مجھے دے دو وہ منتیں کرنے لگا جس کو سن کر صائم اور بھی شیر ہو گیا۔

پیار اور وہ بھی تم۔ تم کو کیا پتہ کہ پیار کیا ہوتا ہے تم تو لڑکیوں کو پیار کا جھانسہ دیتے ہوئی لڑکیوں کی زندگی سے کھیل چکے ہو۔ لیکن اب انوشہ کو میں کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ اب تمہارا کھیل ختم۔

صائم پلیز بلیوی۔ اس بار میں سچ کہہ رہا ہوں میں سچا پیار کرنے لگا انوشہ سے زندگی بن چکی ہے وہ میری۔

اوہو زندگی۔۔ عباد تمہیں شاید یاد نہ ہو کہ کسی روز سارہ کو بھی تم نے اپنی زندگی بنایا تھا اور جیسے ہی تمہارا دل اس سے بھر گیا تھا تم نے اسے ٹھوکر مار دی صائم بہت بڑا کمینہ ہے۔

اگر میں نے سارہ کو ٹھوکر ماری تھی تو تم نے کون سا اسے اپنا لیا تھا۔ عباد نے بھی فوراً اسے آئینہ دکھایا۔ دیکھو صائم اب میں پہلے جیسا نہیں رہا ہوں میں نے جب سے انوشہ کو دیکھا ہے میری نیند میرا چین میرا سکون میرا قرار سب کی دوا انوشہ ہے انوشہ کے بغیر میں ایک پل بھی نہیں رہ سکتا ہوں اور اگر یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے یار عباد نے پوری ایمانداری سے صائم کو اپنے دل کا حال سنایا کہ شاید وہ اس کے رستے سے ہٹ جائے۔ صائم اس کی باتوں کو بہت ہی دلچسپی سے سن رہا تھا پھر بولا۔

عباد اس بار میں نے بھی انوشہ سے سچا پیار کیا ہے انوشہ اِٹس مائی لو۔ اِٹس مائی لائف انوشہ صرف میری ہے اور میری ہی رہے گی اور اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو چلے جاؤ یہاں سے تمہیں کچھ بھی نہیں ملنے والا اور ایک بات میں کچھ ہی دیر کے بعد انوشہ سے نکاح کرنے والا ہوں۔

صائم کے منہ سے نکاح کی بات سن کر عباد کو انوشہ کی کال پر بتائی گئی بات اور بھی سچی لگنے لگی تھی اسی پل عباد نے صائم کو ایک زور کا دھکا دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کا گلا دبا دیا۔

صائم تیری یہ جرات کیسے ہوئی آج میں تیری آنکھیں ہی نکال دوں گا جان لے لوں گا آج میں تیری۔

صائم نے اپنا آپ چھڑوانے کی ناکام کوشش کی اسی فلاح میں فائر کی آواز گونجی اب انوشہ عباد کے خون سے لت پت وجود کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ رہی تھی جو ایک دم لہرا کر گرتے ہی زمین پر تڑپنے لگا تھا اسی وقت صائم نے دو فائر اور عباد پر کر دیئے انوشہ نے پولیس کو کال کر دی تھی اور اس بات کا صائم کو اس نے ذرہ

کبھی شک نہیں ہونے دیا تھا اس کے بعد صائم نے عباد کے بے جان وجود پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی اور اسی پل وہ انوشہ کی طرف بڑھا تھا جب صائم پسٹل سمیت انوشہ کی طرف بڑھا تو اس وقت انوشہ ڈر کے مارے کانپ رہی تھی۔

انوشہ میری جان وہ مر چکا ہے اب تمہیں اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اوکے میں ہوں ناں میری جان

اسی وقت وہاں پر پولیس آگئی اور جیسے ہی صائم کی نظر پولیس پر پڑی تو وہ حواس باختہ ہو گیا ڈر کے مارے اس کے ہاتھ سے پسٹل گر گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کی خبر پولیس تک پہنچ چکی ہوگی۔ پولیس نے موقع پر سب کو دیکھ کر اس کو اپنی حراست میں لے لیا اور پھر صائم کو ہتھکڑی لگی تو انوشہ نے پولیس آفیسر کو یہ بیان لکھوا دیا تھا۔

سر عباد اور میں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے آج ہمارا نکاح تھا اور اس لڑکے کی عباد کے ساتھ دشمنی چل رہی تھی جس کی بنا پر یہ مجھے کڈنیپ کر کے اپنے گھر لے آیا اور جب عباد مجھے چھڑوانے کے لیے گھر آیا تو اس درندے نے قتل کر دیا مار دیا اس شخص نے میرے عباد کو سر اس نے مارا ہے میرے عباد کو

انوشہ ہچکیوں کے ساتھ ساتھ اپنا بیان بھی پولیس آفیسر کو لکھوا رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ انوشہ کے بیان نے صائم کو ہزار واٹ کا جھٹکا لگا دیا تھا۔ انوشہ نے روتے ہوئے ساری سٹوری پولیس آفیسر کو لگوا دی۔ اور پھر اس نے اپنے موبائل سے وہ ویڈیو بھی پولیس آفیسر کو دکھا دی جو وہ ساتھ ساتھ ریکارڈ کرتی رہی تھی ان دونوں کے

ہاتھا پائی سے لے کر قتل تک۔ اب صائم کو پھانسی سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا تھا پولیس اس کو پکڑ کر لے گئی صائم جاتے ہوئے بار بار انوشہ کو دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک سوال نمایاں ابھر رہا تھا کہ آخر انوشہ نے اس کے اور عباد کے ساتھ اتنی بڑی گیم کیوں کھیلی۔ اور اس بات کا جواب صرف انوشہ ہی دے سکتی تھی۔

او جوان اٹھو تمہاری ملاقات کو کوئی آیا ہے۔ ایک پولیس والے نے صائم کا لاک کھولتے ہوئے کہا۔ صائم کو ایک دن کے بعد پھانسی ہونے والی تھی عباد کے قتل میں عدالت نے اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا تھا۔

یہ کون ہو سکتا ہے جو مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے ایک دوست ہی تو تھا جس کو میں نے قتل کر دیا ہے صائم نے خود سے سوال کیا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چل دیا جونہی وہ باہر آیا تو ایک پل کے لیے وہ تمام دنیا کو بھول گیا تھا کیونکہ اس کے سامنے انوشہ کھڑی تھی انوشہ مسکرا رہی تھی صائم کی حالت اس وقت ایسی تھی کہ نہ زندوں میں تھا نہ ہی مردوں میں۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بہت ہی نزدیک کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

انوشہ تم۔

ہاں صائم میں۔

پلیز بتاؤ مجھے کہ آخر تم نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیوں کیا ہے وائے انوشہ۔ انوشہ تم نے تو کہا تھا کہ لڑکیاں فلرٹ نہیں کرتی ہیں پھر کیوں تم نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا ٹل ٹی۔ انوشہ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں اس کا جواب کیوں

نہیں دے رہی ہو۔ وہ خاموشی سے اس کی حالت کا جائزہ لے رہی تھی جو پاگل ہو رہا تھا وہ محظوظ ہو رہی تھی۔

پتہ ہے صائم مجھے بے وقوف لوگ دیکھنے کا بہت شوق تھا جب میں نے تم دونوں کو دیکھا تو میری وش پوری ہو گئی پتہ ہے تم دونوں میری سوچ سے بھی زیادہ بے وقوف نکلے ہو۔ تم دونوں میری ہر جھوٹی بات کو سچ سمجھتے رہے تم اتنے بے وقوف تھے کہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ رہے تھے کہ سچ کیا ہے۔ کتنا مزہ آ رہا تھا تم دونوں کو بے وقوف بنانے کا۔

کیا۔۔کیا مطلب ہے تمہارا۔ انوشہ تم آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب قسم کا تجسس تھا۔

صائم میں جان بوجھ کر تم دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر رہی تھی پتہ ہے عباد کو میں پہلے سے ہی جانتی تھی اور تمہیں بھی ناں کوئی رونگ نمبر تھا اور نہ ہی تم۔

واٹ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو انوشہ کیوں نے تم ہمارے ساتھ کھیل کھیلا۔ کیا وجہ ہے اس کی صائم نے دل کی بات پوچھ ڈالی۔

صائم میں نے انتقام لیا ہے تم دونوں سے اب کی بار انوشہ کا لہجہ زہر سے بھی کڑوا تھا

کیسا انتقام۔ میں سمجھا نہیں۔

سمجھاتی ہوں سب سمجھاتی ہوں۔ تھوڑا سا صبر کر لو۔ پہلے میں تمہیں اپنا تعارف کروانا ضروری سمجھتی ہوں۔ میرا نام انوشہ آفاق ہے اور میں سارہ آفاق کی چھوٹی بہن ہوں اس سارہ آفاق کی بہن جس کی زندگی تم نے اور تمہارے دوست عباد نے مل کر برباد کی تھی۔

واٹ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو صائم کو اب ساری بات سمجھ میں آ چکی تھی۔ وہ حیرت زدہ نظروں سے انوشہ کو دیکھ رہا تھا۔

جی جناب میں سارہ کی سسٹر ہوں کیا ہوا تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو۔ بدلے میں صائم اس بار چپ رہا۔ تو اس بار انوشہ نے ایک بہت ہی پیاری سمائل پاس کی یہ سمائل اس کی جیت کی تھی نجانے آج انوشہ کی سمائل کیوں اس کے دل کو نہیں چھو رہی تھی۔

اچھا بھائی بہت ٹائم ہو گیا ہے اب مجھے چلنا چاہیے سارہ آپی کی قبر پر جانا ہے اور آج ان کو گڈ نیوز بھی تو دینی ہے ناں آج انوشہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی انوشہ جب جانے لگی تو صائم نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

جی بھائی فرمائیں۔ اب کیا یاد آ گیا ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے اس سے گویا ہوئی۔

پلیز انوشہ مجھے بھائی مت کہو قسم خدا کی میں نے تم سے سچی محبت کی ہے آج صائم نے زندگی میں پہلی بار سچ بولا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑیاں تھیں

اور کیلی بھائی۔ انوشہ اب مزید اس کی بے بسی کو انجوائے کر رہی تھی۔

انوشہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے اور کسی کی سچی محبت کو ٹھکرانا بہت بڑا گناہ ہے۔

اچھی جی مسٹر صائم یہ فلسفہ آج مجھے سنانے سے پہلے بہت دیر پہلے آپ خود سمجھ جاتے تو آج میری آپی شاید زندہ ہوتی انوشہ کی بات سن کر صائم نے ندامت سے سر جھکا دیا۔ انوشہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو بٹ پھر بھی میں تم سے سوری کرنا چاہتا ہوں اور پلیز اگر

ہو سکے تو میری طرف سے سارہ کی قبر پر جا کر سوری بول دینا آج صائم کو اپنی سارہ کے ساتھ کی گئی زیادتی پر ندامت محسوس ہو رہی تھی یہ لفظ کہتے ہوئے صائم کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے لیکن انوشہ نے اس کے آنسوؤں کی پرواہی کب کی تھی۔

صائم بھائی کل آپ خود سارہ آپی سے سوری کر لینا۔فیس ٹو فیس۔کل آپ بھی تو ان کے پاس جا رہے ہیں ناں اس کے بعد انوشہ ایک منٹ بھی وہاں نہیں رکی تھی وہ چلی گئی صائم کو ہکا بکا چھوڑ کر اور آج صائم بھی اپنی غلطی تسلیم کر چکا تھا وہ مرنے سے پہلے دعا کر رہا تھا کہ اسے آخری دیدار ہو جائے انوشہ کے آنے سے اس کی آخری خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔

آپی میں نے اپنی قسم پوری کر دی ہے میں نے ان دونوں درندوں کو ان کے انجام تک پہنچا دیا ہے اب کوئی عباد اور صائم کسی کی بہن کے ساتھ فلرٹ نہیں کرے گا۔انوشہ نے بہت سارہ رونے کے بعد اپنی دونوں آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا اور پھر اس کے بعد اس نے چوکیدار بابا سے پھولوں کی چادر لی اور صائمہ کی مدد سے سارہ کی قبر پر چڑھادی اسی رات سارہ اس کے خواب میں آئی وہ بہت ہی خوش دکھائی دے رہی تھی جیسے اس کی روح کو سکون مل گیا ہو۔اسی پل اس کی نگاہ اپنے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی جہاں سارہ اسے اپنے گلے سے لگائے سمائل پاس کر رہی تھی اسی وقت انوشہ نے ایک گہری سانس لی اور اسی پل وہ بھی تھوڑا سا مسکرادی آج وہ بھی خود کو بہت پرسکون محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔ختم شدہ۔

درود پاک کی برکتیں

- درود پاک پڑھنے والے کو نہ قبر میں مٹی کھاتی اور نہ کیڑے مکوڑے۔
- درود پاک جنت کا راستہ ہے۔
- درود پاک کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- درود پاک تنگ دستی کو دور کرتا ہے۔
- درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔
- درود پاک پڑھنے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔
- درود پاک کی برکت سے ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔
- درود پاک کثرت سے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔
- درود پاک پڑھنے والے کو حضور اکرمؐ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔
- درود پاک دونوں جہانوں میں کامیابی اور کامرانی کی کنجی ہے۔
- درود پاک کی وجہ سے عبادت کی قبولیت ہوتی ہے۔
- کثرت سے درود پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اور نبی اکرمؐ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

☆......مجاہد حسین۔مٹھن کوٹ

سنہری باتیں

- غم کو برا نہ کہو کیونکہ اس کے بعد جو خوشی ملے گی اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تمہیں یہ کتنی خوشی دے گی۔
- تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دل لگا لو سکون و اطمینان تم سے دل لگا لیں گے۔
- دنیا میں جینے کے لئے مسکراؤ کیونکہ دنیا ہنسنے والوں کا ساتھ دیتی ہے اور رونے والوں کو چھوڑ دیتی ہے۔

☆......گلشن شہزادی۔شاہ کوٹ

رانگ نمبر

---تحریر: احمد حسن عرضی۔قبولہ شریف۔0300.4632945

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے رانگ نمبر۔رکھا ہے۔یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا ہوگا۔میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

واقعہ چند ماہ قبل میرے دوست احمد کے ساتھ پیش آیا بظاہر یہ عام سا واقعہ ہے مگر ان دنوں میں نے اپنے دوست کی جو حالت دیکھی تھی اس کے نتائج کچھ بھی نکل سکتے تھے ہوا یہ تھا کہ ایک دن احمد کے موبائل فون پر ایک لڑکی کی کال آئی احمد نے اسے رانگ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا وہ نہایت حساس اور مخلص طبیعت کا مالک تھا شادی شدہ تھا اور اپنی بیوی سے محبت کرتا تھا سیدھی سادی زندگی تھی آفس اس کے بعد گھر۔شادی کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔دونوں میاں بیوی ایک دوست کا بہت خیال رکھتے تھے اسی لیے ایک اجنبی لڑکی کے فون پر احمد نے کوئی دلچسپی نہ دکھائی اگلے روز پھر اسی لڑکی کا فون آیا اس نے انتہائی انداز میں فون کرنے کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میں گزشتہ روز سے آپ کی آواز کے بارے میں سوچ رہی ہوں کیونکہ مجھے آپ کی آواز بہت مانوس لگی میں بس اپنا شک رفع کرنا چاہتی ہوں اس لیے آپ سے تعارف کی خواہاں ہوں جس نے احمد نے اسے اپنے بارے میں بتا دیا اور اس کی حوصلہ شکنی کے لیے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہے لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا احمد صاحب مجھے بہتا اچھا لگا کہ آپ اپنی بیوی سے پیار کرتے ہیں مگر مجھے آپ کی گفتگو سے بہت اپنا پن محسوس ہوا ہے مجھے صرف آپ دوستی کے لیے قبول کر لیں یہ میرا وعدہ ہے کہ آپ کو یا آپ کی بیوی کو میری ذات سے قطعی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔میں تو آپ کی بیوی سے بھی دوستی کر کے خوشی محسوس کروں گی لڑکی نے اپنا نام روبینہ بتایا تھا اور گھر میں رانی کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کی باتوں سے احمد کو وہ بے فرر اور تنہائی کی ماری لڑکی لگی اس لیے یہ سلسلہ چل پڑا احمد نے یہ شرط رکھی کہ وہ صرف رات کے وقت

اپنی بیوی کی موجودگی میں بات کرے گا
نے اس شرط کوخوشی سے مان لیا۔احمد کوادب
گہری دلچسپی تھی رانی بھی ادب سے لگاؤ رکھتی
اس لیے احمد کواس کی باتیں اچھی لگنے لگیں
کی بیوی کوادب وغیرہ سے دلچسپی نہیں تھی احمد
اسے رانی کے بارے میں بتادیا اسے اپنے
پر بھروسا تھا اس نے خود کہا کہ اس لڑکی کو
بلا میں وہ بھی مل لے گی تو ایک روز احمد نے
کو دعوت دی تو وہ بلاتکلف ان کے گھر
۔احمد کی بیوی سے گرم جوشی سے ملی وہ اس
لیے تحفہ بھی لائی تھی اور اسے یقین دلایا تھا کہ
کو وہ ہمیشہ ایک دوست کی نظر سے دیکھے گی
ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ شادی اپنے
الدین کی مرضی سے کرے گی اور ایک شادہ شدہ
سے ہرگز نہیں احمد کی بیوی مطمئن ہوگئی وہ
بھی کبھی ان کی فون کی گفتگو میں شامل ہوکر
کی دلچسپ گفتگو سے محضوظ ہوتی تھی یہ دوستی
ایک سال تک اسی طرح قائم رہی اس دوران وہ
تین باران کے گھر آئی ایک بار اکیلی دوبار اپنی
چھوٹی بہن کے ساتھ ان ملاقاتوں کے علاوہ وہ
کبھی باہر اکیلے میں احمد سے نہیں ملی اور احمد نے
بھی کبھی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا ایک بار کئی
روز تک رانی کا فون نہیں آیا تو احمد کو قدرے بے
چینی محسوس ہونے لگی۔فون ہمیشہ رانی اپنی سہولت
کے مطابق کیا کرتی تھی جمعہ کا دن تھا صبح نو بجے
احمد کے موبائل پرفون کی گھنٹی بجی ان دونوں کے
درمیان چونکہ یہ پہلے سے طے تھا کہ رانی ہمیشہ
رات کوفون کرے گی اس لیے احمد نے فون کاٹ
دیا تھا تاکہ وہ آئندہ بے وقت فون نہ کرے کچھ دیر
بعد ایک میسج آیا کہ ایک ضروری بات کرنی ہے

آپ فون کرلیں احمد اس وقت آفس میں تھا اس لیے فون نہیں کرسکا جب گھر واپس آیا تو موقع پاکر رانی کوفون کیا اس کی بیوی چھت پر دھلے ہوئے کپڑے اتارنے گئی تھی دوسری طرف سے رانی کی بجائے اس کی بہن نے فون اٹھایا۔س نے سلام کے بعد کہا میں آپ کوصبح سے فون کررہی تھی آپ نے اب کال کی جب کچھ بھی باقی نہیں رہا احمد پریشان ہوگیا اور پوچھا۔کیا ہوا رانی کہاں ہے تو اس کی بہن نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا کہ یہی بتانے کے لیے آپ کوفون کیا تھا پرسوں شام چھت کی ریلنگ اچانک ٹوٹ جانے سے رانی نیچے گرگئی تھی سر میں گہری چوٹ آنے کے سبب اسے ہوش نہیں آیا دودن بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال میں رہنے کے بعد آج صبح سویرے وہ انتقال کرگئی دودن تک ہم لوگوں کواپنا ہوش نہیں تھا آج صبح اس کا موبائل فون تکیئے کے پاس پڑا ملا تو میں نے آپ کواطلاع دینا ضروری سمجھا تاکہ آپ اس کے جنازے میں شرکت کرسکیں مگر آپ نے فون نہیں اٹھایا اس کی تدفین دوپہر کو ہوگئی ہے اس خبر کوسن کر احمد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا اس نے کہا کل رانی کا سوئم ہے آپ آنا چاہیں تو اس کی فاتحہ میں شریک ہوجائیں احمد نے فون بند کردیا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل بند ہورہا ہے اپنی بیوی کوبھی کچھ بتانے کی ہمت نہیں ہوئی گم صم سی کیفیت میں مبتلا ہوگیا بیوی سمجھی کہ احمد کا آفس میں کسی سے جھگڑا ہوگیا ہے رات بھر احمد کروٹیں بدلتا رہا۔رانی کی باتیں اس کی صورت رہ رہ کر یاد آتی تھی آخری بار جب فون کیا تھا تو وہ کچھ ناراض سی لگتی تھی مگر وہ اسے منا بھی نہیں سکا اسے اب احساس ہورہا تھا کہ وہ تو اس کی

محبت میں مبتلا تھا اس جذبے کو وہ دوستی سمجھ رہا تھا وہ اس کے دل کی گہرائی میں اتر چکا تھا۔

اگلے روز وہ آفس چلا گیا مگر اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا تو چھٹی لے کر میرے پاس آ گیا میں نے اس کی یہ حالت دیکھ کر وجہ پوچھی تو اس نے پوری کتھا سنا دی اس سے قبل اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا اس کی روداد سنکر مجھے بھی افسوس ہو رہا تھا میں نے اسے تسلی دی تو اس نے چلتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ کیا مجھے اس کے سوئم میں جانا چاہیے میں نے سمجھایا کہ وہاں تم سب کے لیے سوالیہ نشان بن جاؤ گے جس سے بے چاری لڑکی مرنے کے بعد رسوا ہو جائے گی پھر تمہاری حالت بھی ایسی ہے کہ لوگ تم پر شک کریں گے کہ یہ کون ہے اور انی کا کیا لگتا ہے۔

میری بات اس نے مان لی کہنے لگا کہ وہاں تو نہیں جا سکتا مگر قبرستان میں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے تو جا سکتا ہوں میں نے اس کی یہ بات مان لی اتوار کی صبح وہ پروگرام کے مطابق آ گیا میں نے قبرستان جا کر گورکن سے پوچھا کہ جمعہ کے روز کی نوجوان لڑکی کی تقفین ہوئی تھی اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنی ہے اس نے دماغ پر زور دیا اور ہمیں ایک قبر پر لے گیا پھر کہنے لگا میں نے وہاں لوگوں کی باتیں سنی تھیں جس سے پتہ چلا کہ لڑکی نے خودکشی کی تھی اس خبر نے احمد پر مزید برا اثر ڈالا اس نے قبر پر پھول چڑھائے فاتحہ پڑھی اور بلک بلک کر روتا رہا۔ اس کے دماغ میں بیٹھ گیا تھا کہ رانی کی بہن نے اس سے خودکشی والی بات چھپائی ہے رانی نے خودکشی ہی کی ہو گی اور اس کی وجہ احمد ہی ہو گا کیونکہ وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا قصہ مختصر میں اسے ادھر ادھر گھماتا پھراتا رہا اور پھر شام کو اس کے گھر چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی احمد نے اسے سب کچھ بتا دیا وہ نرم طبیعت کی تھی اس نے بھی اس خبر کا گہرا اثر لیا ابھی وہ اسی صدمے ہی میں تھے کہ اچانک شام چھ بجے رانی کی بہن کا فون آ گیا وہ پوچھ رہی تھی کہ سوئم میں کیوں نہیں آئے جب کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ پیار آپ سے کرتی تھی جواباً احمد نے کہا کہ میری ہمت نہیں پڑی کہ اجنبی ماحول میں آ کر سب کے لیے سوالیہ نشان بن جاؤں میں قبر پر فاتحہ پڑھنے گیا تھا گورکن کہہ رہا تھا کہ تدفین کے وقت لوگ باتیں کر رہے تھے کہ اس لڑکی نے خودکشی کی تھی کیا یہ سچ ہے۔ وہ کچھ دیر چپ رہنے کے بعد بولی میں یہ بات آپ کو بتانا نہیں چاہتی تھی رانی نے واقعی خودکشی کی تھی وہ آپ کو چاہتی تھی مگر آپ کی بیوی کو دکھ پہنچانا بھی گوارہ نہیں تھا گھر میں اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی وہ ذہنی دباؤ میں تھی احمد آپ سے بھی کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا جس کے بعد اس نے چھت سے کود کر جان دے دی احمد نے دل میں شدید گھٹن محسوس کی وہ رو پڑا۔ اور فون بند کر دیا احمد کی بیوی نے شوہر کو غم سے نڈھال دیکھا تو اس کی خلوص دل سے دل جوئی کی احمد کو احساس جرم نے جکڑ لیا تھا وہ راتوں کو اٹھ بیٹھتا تھا اس کی بیوی اسے ڈھارس دیتی اس سے دیر تک رانی کی باتیں کر کے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہتی مگر احمد کا ہر شے سے جی اچاٹ ہو گیا تھا کھانے پینے سے رغبت نہ رہی تھی جب کہ وہ کھانے کا بہت شوقین تھا اس کی صحت پر اس صدمے نے گہرا اثر ڈالا تھا وہ خاموش رہنے لگا تھا اس کی بیوی نے شوہر کو اس غم کے گرداب سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی

مگر اس کی ذہنی حالت دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ایسے کسی ماہر نفسیات کو دکھانے کی ضرورت ہے تقریباً ایک ماہ تک اس کی ایسی حالت ہی رہی کہ ایک روز فون کی گھنٹی بجی رانی کی بہن نے پہلے بھی اسے ایک دو بار فون کیا تھا مگر اس کی بیوی فون کاٹ دیتی تھی تاکہ وہ رانی کے تذکرے سے دور رہے اس روز وہ کچن میں تھی کہ اس کا فون آ گیا احمد خود بھی اس کا فون ریسیو کرنے سے کترا رہا تھا مگر اس وقت اس نے فون اٹھا لیا اس نے سلام کے بعد گلہ کیا کہ آپ فون کیوں بند کر دیتے تھے میں تو رانی کی یادیں شیئر کرنے کے لیے فون کرتی تھی آج اس کی ایک سہیلی تعزیت کے لیے آئی ہوئی ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے پلیز فون بند نہ کریں اس کی بات ضرور سن لیں چند لمحوں بعد وہ فون پر جو کھنکتی آواز سنائی دی اسے لمحوں میں پہچان گیا وہ رانی تھی وہ اپنی کزن کی شادی میں پنجاب گئی ہوئی وہاں انٹرنیٹ نہیں تھا اس لیے وہ فون اپنی بہن کے پاس چھوڑ گئی تھی اس دوران اس نے آپ کو بہت تنگ کیا میں نے اسے بہت ڈانٹا ہے اب میں اس کی طرف سے معافی مانگتی ہوں وہ اور بھی بہت کچھ کہتی رہی مگر احمد کا دماغ سن ہو گیا تھا اس نے جواب میں صرف یہ کہا کہ کوئی بات نہیں۔ مگر بہتر یہ ہو گا کہ اس تعلق کو اب توڑ دیا جائے کیونکہ میری اور میری بیوی کی خوشیاں کسی غیر عورت کی دوستی کی متحمل نہیں ہو سکتیں امید ہے تم میری بات سمجھ گئی ہوں گی عورت مرد میں دوستی کا رشتہ ہمیشہ پریشانیاں ہی پیدا کرتا ہے لہذا مجھے آئندہ فون نہ کرنا اور رانی سمجھ دار لڑکی تھی اس نے یہ تعلق ختم کر دیا شاہد نے اس فیصلے سے اپنی بیوی کو بھی آگاہ کر دیا اس طرح یہ سلسلہ ختم ہوا کچھ دنوں بعد جب اس نے اپنی کہانی کا انجام مجھے بتایا تو میں نے نصیحت کی کہ اب اس فیصلے پر قائم رہنا تم آگ سے کھیل رہے تھے قدرت نے تمہیں بچا لیا ورنہ سب کچھ تباہ ہو جاتا۔ جو صدمہ تم نے جھیلا ہے سوچو کیا تم پھر سے جھیل سکو گے جب اس کی شادی ہو جائے گی پھر کیا اپنی بیوی کو پھر سے پریشان اور خود کو تباہ کرو گے خدا کا شکر ہے میرا دوست اس گرداب سے نکل آیا یہ واقعہ ان لوگوں کے لیے ایک سبق ہے جو موبائل فون یا فیس بک وغیرہ پر عورتوں سے دوستیاں کر کے اپنے لیے پریشانیاں خریدتے ہیں۔

بنا دے کوئی ایسا دوست جو میرے آنسوؤں
کا بھرم رکھے یارب
یہاں تو ہر شخص نے رلانے کی قسم کھائی ہے
احمد حسن عرضی۔ قبولہ شریف۔

صرف تیرے نام

یہ سرخ شرابی آنکھیں...... یہ معصوم ادائیں...... یہ لڑکھڑاتے قدم...... یہ الجھے بال...... یہ روپ فقیراں...... یہ چال ملنگاں...... یہ سگریٹوں سے جلے کپڑے...... یہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا...... ہر ایک چہرہ میں تیرا عکس تلاش کرنا...... تیرے غم کو بھلانے کے لیے نشہ کرنا...... کتنا عجیب ہے جاناں...... کتنا عجیب ہے جاناں......

سلوک اس نے مجھ سے کسی سگریٹ سا کیا
پہلے جلایا، پھر پیا، پاؤں رکھا اور مٹی میں ملا دیا
یعنی جب طلب تھی اس کو میری کچھ وقت کیلئے
پہلے ہونٹوں سے لگایا پھر دھوئیں میں اڑا دیا
اپنی سانسیں کھینچ کر میری خوشبو کو خود میں بسا کر
میری جلتی راکھ کو انگلیوں کے جھٹکے سے گرا دیا

(عابد رشید، راولپنڈی)

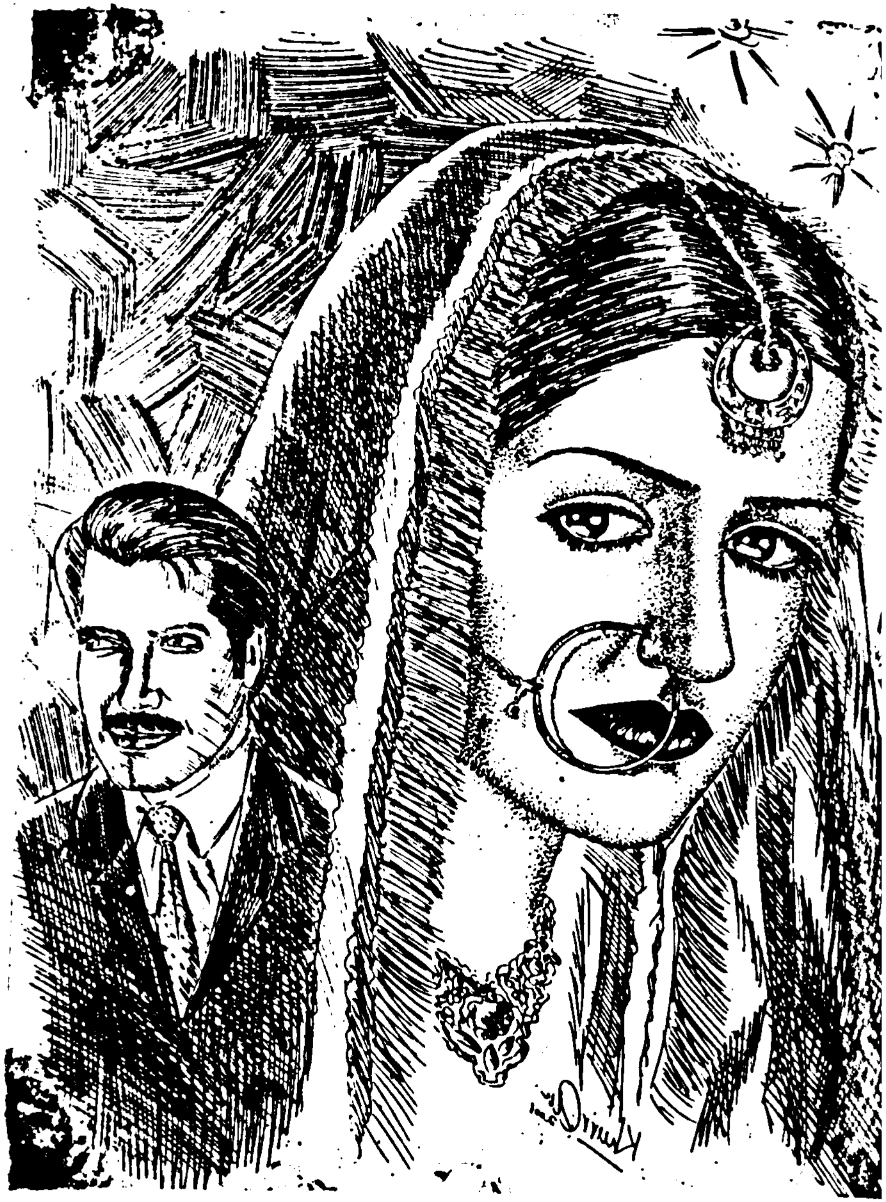

عورت

---تحریر: کنول جی تنہا جٹ۔ گگو منڈی۔ 0347.4796219

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے عورت۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔۔

جیسا کہ آپ سب قارئین کو میرے ٹائٹل نام سے ہی پتہ چل گیا ہوگا میں آپ سب کی خدمت میں کیا پیش کرتا ہوں جی ہاں درست سمجھیں کہ عورت کیا ہے کیوں ہے عورت عورت کے نام ہی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک دکھوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے قربانیوں کی داستان ہے خدمت کے جذبے سے شرسار وہ ہستی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خود تعریف کی اور کہا کہ میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں جتنا کہ تمہاری ماں کرتی ہے اس میں مقدر کا فرق ضرور ہے پر پیار وہی ہے جو اللہ خود اپنے بندوں سے کرتا ہے اللہ نے کہا کہ میں تم سے ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہوں اگر اتنی بڑی کائنات کا مالک ہم سے ستر ماں جتنا پیار کرتا ہے تو ماں جو کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے ہم سے اس خدا سے صرف 69 درجے ہی کم پیار کرتی ہے مگر ماں بھی ایک عورت ہے یہ مرتبہ اللہ نے خود ایک عورت کو دیا ہے یہ عزت اس کو خدا کی دی ہوئی ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر حقوق دیئے اور مرد کی ماں بہن بیوی اور بیٹی ہے رشتوں سے نوازا ہے یہ رشتے دے کر مرد کی عزت بڑھائی ہے اس کا وقار بلند کیا ہے یہ سب رشتے دن رات محنت کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ میرا بیٹا اچھی زندگی بسر کرے میرا بھائی ہمیشہ خوش رہے میرا شوہر یوں ہی مجھے پیار کرتا رہے اور بیٹی ہر وقت یہی دعا کرتی ہے کہ اے خدا میرے ابو سلامت رہیں بلاشبہ ایک عورت کے بغیر مرد نمونہ کوئی ہے وہ نمونہ جو صرف مالی ہو تو اس کو کوئی نہیں دیکھتا مگر جب اس پر کوئی چیز سجائی جائے تو اس کو بھی کو عوام دیکھتی ہے اور نمونہ بہت خوش ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں مگر اس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس پر جو چیز سجی ہے مثلا بوتیک میں کپڑے وغیرہ تقریبا ایک اندازے کے مطابق تقریبا پاکستان کا 5

52 فیصد حصہ عورت پر مشتمل ہے مگران کو
موقع میسر نہیں کہ سیڑھی چڑھ کر ترقی میں اپنا
ڑ دیکھ سکے۔

موت کو تو لوگ یوں ہی بدنام کرتے ہیں
تکلیف تو زندگی دیتی ہے

ایک طرف 48 فیصد آبادی مردوں کی ہے
ہ ہر طرف آگے دکھائی دیتے ہیں جب تک
ہ آدھی سے زیادہ آبادی گھر پر رہے گی تو آپ
ے ترقی کرسکتا ہے ایک طرف تو عورت کے کام
نے پر ہمارے معاشرے پر بہت سے شکوک
بات ہیں اور دوسری طرف سارے کام ایک
ت ہی کرتی ہے مثلاً کثرت مردوں کی سوچ ہے
۔اگر ان کی عورتیں کام کریں تو ان کی غیرت
دارہ نہیں کرتی ان کی آنا کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے
ر ان ہی کی عورتیں سارا دن کھیتوں میں کام
رتی ہیں اور وہ سارا دن گھر پر فارغ اپنے
غل میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی غیرت
ں قائم دائم ہے دوسری طرف اپنی عورتوں کو تو
ہیم کے زیورات سے محروم کر دیا ہے اور دوسرد
ں پر احکامات کی بوچھاڑ کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی
نیچر ڈاکٹر کے سواکس کے انجکشن بھی نہیں لگواتا مگر
اب کچھ چینج آرہی ہے لوگوں کو شعور ان ہے ان کا
وہ وہ حق بھی نہ چھیننے کی کوشش کرے جو اللہ نے دیا
ہے ۔ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ نے سب
سے پہلے ایک عورت سے شادی کی جو آپ سے عمر
ں بھی بڑی تھی اور اپنا کاروبار خود چلاتی تھیں
آج ہمیں وہ عورت چاہیے جو ہمارے بچے
ں سکے اور آپ کی چاردیواری میں رہ کر وہ آپ
خوش رکھے کبھی آپ میں سے یہ کچھ نے بھی
چاہے کہ عورت کو اللہ نے اتنی بلندی مرتبے

اور اپنی عزت سے کیوں نوازا اگر میں درست
ہوں تو شاید کبھی نہیں آخر ایک عورت ہی کو اللہ نے
کیوں ماں بنایا ہے اپنے پیارے نبی پاک ﷺ کو
ایک ماں کے ہی پیٹ سے جنا ہے ایک عورت کو
کیوں ہی اس کی پرورش کی ذمہ داری دی ایک
عورت کو کیوں ہی اپنے آخری نبی پاک ﷺ کی
ماں بنایا ایک عورت کو ہی کیوں ۔۔۔کیونکہ وہ خدا
جانتا تھا کہ اس نے ایک عورت میں کیا کیا
کمالات چھپا رکھے ہیں۔اس میں اس نے بے
پناہ صبر بھر دیا ہے اس میں وہ چیز ہے کہ ایک نسل کو
پروان چڑھا سکتی ہے وہ جانتا تھا کہ جب اس کی
بھوک سے نکلا ہوا بچہ پیاس کی شدت میں
نڈھال زمین پر پڑا ہوگا تو وہ صفا اور مروا جیسی
پہاڑیوں کو یوں طے کرے گی جیسے کوئی چھوٹا سا
ٹیلا ہو عورت کی زندگی میں ہجرت اس وقت ہی لکھ
دی جاتی ہے جب وہ پیدا ہوتی ہے مگر مجھے یہ دیکھ
کر بہت خوشی ہوتی ہے جب ایک عورت دنیا کے
تمام دکھوں کو عبور کرکے کسی اونچی مقام پر کھڑی
ہوتی ہے مگر اسے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جب
اس کی زندگی کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اس
نے یہ مقام کیسے حاصل کیا ہے یقیناً یہ بہت مشکل
ہوتا ہے مگر ناممکن نہیں اگر ناممکن ہوتا تو آج اتنی
ساری عورتیں آپ کو اتنے بڑے بڑے عہدوں کو
پا نہ سکتیں۔ایک عورت نے بہت کچھ کیا مگر افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے عورت کو ایک
عجیب ہی طریقہ سے ڈیل کیا ہے کبھی بھی اس سے
خوش نہ ہوتے مگر اس کو اپنی جوتی سمجھنے کی کوشش کی
اس عورت کو جو آپ کے لیے ساری ساری رات
جاگتی ہے سارا دن اپنی خواہشات کو بلائے طاق
رکھ کر آپ کی پرورش کرتی ہے مگر اس کو حوصلہ

بڑھانے کی بجائے اس کو وہ عزت بھی نہیں دی سکی
جو اس کا حق ہے یعنی حقوق العباد ایک طرف تو مرد
عورت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور دوسری طرف وہ
اپنی عزت کی خود عزت نہیں کرتا آخر یہ کون ہے
عزت ہے جو وہ کہتا ہے مگر عزت نہیں کرتا اگر خود
اپنی ماں بہن بیٹی کی عزت نہیں کریں گے تو کوئی
دوسرا بھی نہیں کرے گا اگر ہم اس کو کوئی اچھا مقام
نہیں دیں گے تو کسی اور سے بھی اس کی امید کرنا
فضول ہے کسی کی عزت اور مقام دینے سے کم نہیں
ہوتا بلکہ عزت بڑھتی ہے اگر آج آپ کسی کو اچھے
طریقے سے مخاطب کریں گے تو وہ بھی آپ کو
ایسے ہی مخاطب کرے گا۔ہم کسی عورت کے تاج
محل نہیں بنا سکتے مگر ہمارا سامنا کسی نہ کسی طرح
ایک عورت سے ضرور ہوتا ہے۔اسے عزت ضرور
دے سکتے ہیں ایک اچھی عورت بنانے میں بھی
عورت کا اہم کردار ہے

کسی نے نپولین سے پوچھا کہ آپ ہمیں
اچھی قوم دو تو نپولین کا بھی یہی جواب تھا کہ تم مجھے
اچھی مائیں دو اور میں آپ کو اچھی قوم دوں گا آج
ہم کو عورت کو کچھ دینے کی بجائے اس کا وہ حق بھی
کھانے کی کوشش کرتے ہیں جو اسے اللہ نے اس
کو اس کی وراثت میں دیا ہے اللہ تعالیٰ جب جب
وراثت کی تقسیم کا حکم دیا تو پہلے عورت کی بات
اور پھر مرد کو کہا یعنی جتنا تم دو عورتوں کو دیتے ہو تو تم
اتنا ہی ایک مرد کو دو مگر ہم پہلے بہانے سے بھی اس
کا یہ حق تلف کر لیتے ہیں ان کو یہ حق میں جہیز میں
دے دیا ہے جو کہ سراسر ناانصافی ہے ایسی ہی
مثالوں سے ہمارا معاشرہ بھرا پڑا ہے۔شرم نہیں
آتی بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی ان ہی کی اولاد ہے
جن کی وہ ہے اس نے آپ کی قدر اس طرح کی

ہے کہ جیسے آپ کی بچ نہیں کروائیں اس نے آ
کو یہ دن دیکھنے کے لیے دعائیں نہیں کی۔ک
گئی آپ کی وہ جھوٹی عزت جو آپ کو کسی کا
کھانے سے نہیں روکتی ہم عورت کو باہر بھیجنے
پہلے ہی یہ کیسے سوچ لیتے ہیں کہ یہ ہو جائے
ہو جائے گا اگر اتنا بھی آپ کو عورت پر یقین
ہے تو اسے اپنے گھر میں بھی داخل نہ ہونے د
بھی ہو جانے سے پہلے کسی کو الزام مت دو
عورت کی آپ کو ہر بات غلط لگتی ہے میرا نظا
کو پوچھنے والا ہی نہیں کوئی بات نہیں جوان لڑ
جوانی میں اکثر ایسا ہی ہو جاتا ہے چھوڑو کچھ
ہوتا مگر ایک عورت اپنی مرضی کی شادی بھی
کرسکتی ہے یعنی کہ اپنی زندگی بھی نہیں جی سکتی
بھی مل گیا بس اس کے پلو سے باندھ دی
ہے۔خدانخواستہ اگر اس کا شوہر انتقال کر
اور وہ دوسری شادی کر لے جو اس کا حق
لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ رب
۔بے حیا لوگ اس حد تک کہہ دیتے ہیں
نے پہلا شوہر اس نئے عاشق کی وجہ سے
ہے اللہ معاف کرے ہم سب کو مل کر ب
چاہیے کہ ہم خود عورت کے لیے کیا کر ر
عورت کی خدمت کا اطراف کرنا ہے اگر ا
لیے کچھ نہیں کر سکتے ہو تو ہمارا یہ بھی حق نہیں
کی تذلیل کریں۔یا اس کا حق کھائیں
عزت مند ہو تو ہم جس عظیم ہستی سرکار محمد
امتی ہیں تو انہوں نے تو اپنی عورت کے
کالی کملی زمین پر بچھایا عورت کو اس عزت
مقام کی تر بلندی پر پہنچا دیا جس کی شاید کبھی
بھی نہیں کی سکتی تھی۔اس سے معلوم ہوا عو
عزت احترام کرنا ہمارے پیارے نبی پاک

کی [illegible] ہے مگر ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ جو کہ ایک عورت کا عورت کے ساتھ جوڑا ہے پہلے تو لوگ ایک عورت کو اچھی طرح جج کرنے کے بعد اس کو اپنے خاندان کا حصہ بناتے ہیں وہ عورت ان کو اچھی لگتی ہے دنیا جہاں کی خوبیوں کا محور ہوتی ہے۔ مگر جب شادی کے بعد ان کے گھر آتی ہے تو کچھ دن گزرتے ہی اس کی تمام خوبیوں کو خامیوں میں تبدیل کر کے عجیب قسم کا ماحول تیار کیا جاتا ہے اور ایک عورت دوسری عورت کا گھر اجاڑنے سوچنے لگتی ہے۔ کبھی کبھی تو یہ معاملہ بڑی خوش اسلوبی سے سلجھا دیا جاتا ہے مگر کسی لوگ جن کی عقل پر پردہ پڑا ہوتا ہے وہ اس کو کئی رنگ دیتے ہیں جن کا نقصان صرف ایک عورت کو ہی سہنا پڑتا ہے۔ جو کہ ایک عورت ہی ان کا سبب بنتی ہے اگر کوئی عورت کی عزت کرتا ہے تو وہ جوان سارے معاملات جان بوجھ کر غافل ہے وہ ان کو رن مرید کے خطاب سے نواز دیتے ہیں مرد اور عورت دونوں ہی اہم ہیں ان میں سے کوئی بھی کمزور یا طاقت والا نہیں ہے۔ اور برابر ہے ایک عورت کی تنزیل ہوتی ہے۔ تو دوسری عورت کئی دفعہ خوش فہمی کا شکار ہوتے ہوئے اس میں پیش پیش رہتی ہے پہلے میں سمجھتا تھا کہ یہ ایک لیک آف ایجوکیشن کا مسئلہ ہے لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ عورت کے کیا حقوق ہیں مگر اب میں اس بات کو نہیں مانتا کیونکہ اس کا تناسب تقریبا تعلیم یافتہ طبقے میں زیادہ ہے۔ اس کی کئی مثالیں ہیں جنہیں بیان کرتا جاؤں تو شاید شوری کو کبھی بھی ختم نہ پاؤں۔ پلیز عورت کی قدر کریں عورت ایک ماں بھی ہے بہن بھی ہے بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی ہے اس کی عزت کریں آپ کی دعاؤں کا محتاج۔ آپ کا اپنا۔

کنول جی تنہا جٹ۔ گکھڑ منڈی

خوشیوں بھری زندگی

تم خوش رہو یہ زندگی میری
تم سے وابستہ ہے ہر خوشی میری
دکھ نہ آئیں کبھی زندگی میں تیری
ہر گھڑی لبوں پہ ہے یہ دعا میری
ہر دم تم مسکراتے رہو
گیت زندگی کے سدا یوں ہی گاتے رہو
چاند ستارے تیرے آنگن میں ہوں
خوشیوں سے بھری رہے زندگی تیری
ہر گھڑی لبوں پہ ہے یہ دعا میری
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

ساتھ گزرے لمحوں کو یاد کر کے رویا کرو گے تم
میری یاد کے سنگ پھر کبھی چین کی نیند نہ سویا کرو گے تم
رلائے گی بہت تجھے محبت میری
جب تجھے یاد آئے گی تجھے چاہت میری
پھر گزرے پل واپس نہیں آئیں گے
جب ہم تمہیں چھوڑ جائیں گے
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

امید

کوئی سورج جاگے دھرتی پہ
کچھ ایسا ہو یہ رات ڈھلے
کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا
کوئی لے مجھ کو ساتھ چلے
کوئی بیٹھے میرے پہلو میں
میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھے
اور پونچھ کے آنسو آنکھوں سے
وہ دھیرے سے یہ بات کہے
یوں تنہا سفر اب کتنا نہیں
ہم بھی تیرے ساتھ چلیں
(حماد ظفر بادی، گوجر[illegible])

کنگن پور سے مس فوزیہ کنول کی شاعری

سنگ جو گرے ہیں میرے گھر میں
سنگ جو گرے ہیں میرے گھر میں دو چار یارو
جتنے بھی تھے پیڑ یہ پھل سب گرے
میرے گھر کے پار یارو
جب گرنا ہی اپنے مقدر میں لکھا ہے تو
کیوں نہ اپنے ہی قدموں میں گریں
گرتی ہے جس طرح سایہ دیوار پہ دیوار یارو
اندھیرے تو چھوڑ گئے میرے گھر کے اجالے مجھ میں
یہ ستارے تو گرے میرے گھر میں بے کار یارو
میں جب بھی منزل کی جانب چلی
مجھے ہر رستے نے دھوکہ دیا
کیوں قسمت نے دی یہ سزا مجھے بار بار یارو
دیکھ کر اپنے گردنواں میں لرز جاتی ہوں میں
کر قتل کر رہے ہیں کس طرح یاروں کو یار یارو
مت دیکھو سر اٹھا کر اونچے محلوں کی طرف
یہ نہ ہو کہ گر جائے اپنے ہی سر کی دستار یارو
یہ سانسوں کی ڈور ہے جانے کب ٹوٹ جائے کنول
کیا پتہ کس گھڑی گر جائے سر پہ لٹکی
تلوار یارو

میں تیری آنکھ کا آنسو ہوتی

اے کاش میں تیری آنکھ کا آنسو ہوتی
تیری آنکھ سے گرتی تو
تیرے رخسار کو چوما کرتی
تیرے دامن میں گر کر جی بھر
تیری صورت کو دیکھا کرتی
تمہاری نظر جو کبھی مجھ پر پڑتی
تو مسکرا کر تیرے چہرے کا نظارہ کرتی
تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
سب دکھ درد تمہارے بانٹا کرتی

زندگی سے شکایتیں بڑھتی گئیں

دن بدن زندگی سے شکایتیں بڑھتی گئیں
مگر اس شخص سے محبتیں بڑھتی گئیں
جب پاس تھا کبھی مڑ کر نہ دیکھا اسے
بچھڑ گیا تو اس کی ضرورتیں بڑھتی گئیں
کبھی راہ میں آ کے ٹھہر گیا کبھی پیار میں حد سے گزر گیا
رفتہ رفتہ اس شخص کی عنایتیں بڑھتی گئیں
ہر بار فریب دیا اس کی محبت نے مجھے
پھر یوں ہوا زندگی سے نفرتیں بڑھتی گئیں
وہ بھی روٹھ جاتا ہر بار یوں ہی مجھ سے
بات کچھ نہ تھی مگر وضاحتیں بڑھتی گئیں
کبھی جو خوشی ملی تو وہ غموں کا بھیس بدل کر آئے
ہر روز ہماری ذات پر قیامتیں بڑھتی گئیں

تتلی

نہ کر تمنا تتلی کی
تتلی نے اڑ جانا ہے
تو ڈھونڈے گا دیوانا ہو کر
پر اس نے ہاتھ نہ آنا ہے
تو رستوں میں کھو جائے گا
اس کی منزل نہ کوئی ٹھکانہ ہے
اسے پاگلوں کی طرح جب ڈھونڈے گا
لوگ کہیں گے یہ دیوانہ ہے
تو روئے گا تنہا بیٹھ کر
پر واپس نہ اس نے آنا ہے

تجھے پانے کی تمنا میں

تجھے پانے کی تمنا میں
کیا کیا نہ خواب سجائے میں نے
تجھے لوگوں کی ٹھوکروں سے بچا کر
خود زمانے کے سنگ کھائے میں نے
تجھے اپنا بنانے کی خاطر
کتنے ہی دل دکھائے میں نے
کیا خبر تھی کہ تو بے وفا نکلے گا
کیا خبر تھی سب جھوٹے خواب سجائے میں نے

معجزہ

--تحریر-ڈاکٹر محمد سارم مانگا منڈی-0305.4429446-

ریاض بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے-
ایک کہانی معجزہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا-یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا-میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-

ابتدا ہی سے میری انتہا ہے
تجھے ملے زمانے کی ہر خوشی یہی میری دعا ہے

غزل تیزی سے ایک مصروف سڑک عبور کر رہی تھی کہ اچانک ایک تیز رفتار کار سے اس کی ٹکر ہو گئی اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک خوبصورت کمرے میں پڑی تھی اسے اچانک سب کچھ یاد آنے لگا کہ وہ تو سڑک پار کر رہی تھی کہ اس کا ایک کار سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی وہ جلدی سے اٹھی اور باہر جانے کے لیے دروازے کا ہینڈل گھمایا ہی تھا تو اسے شاق سا لگا کیونکہ دروازہ باہر سے بند تھا-اس نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا باہر سے کوئی رسپانس نہ ملنے پر وہ زور زور سے رونے لگی روتے روتے وہ آ کر بیڈ پر بیٹھ گئی وہ تیار ہو کر کالج جا رہی تھی کہ آج وہ اکیلی کالج جا رہی تھی کیونکہ اس کے منگیتر صائم سے اس کا جھگڑا ہو گیا تھا ورنہ دونوں اکھٹے ہی کالج جاتے تھے ابھی وہ کالج پہنچی بھی نہ تھی کہ راستے میں یہ حادثہ ہو گیا اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اپنا ہینڈ بیگ دیکھا اس نے بیگ کھولا اس میں سے موبائل نکالا اور صائم کا نمبر ڈائل کیا دوسری جانب سے صائم کی آواز آئی-

غزل کہاں ہو تم

غزل نے صائم کو پوری بات بتائی اس نے صائم سے کہا کہ صائم شاید مجھے یہاں کسی نے اغوا کر کے رکھا ہوا ہے صائم مجھے یہاں سے لے جائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے

تم گھبراؤ نہیں غزل میں ابھی کچھ کرتا ہوں اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک موٹا سا شخص دروازے سے اندر انٹر ہوا اس نے غزل کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا-غزل کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی چیخ صائم نے بھی سن لی تھی اس

شخص نے موبائل زور سے دیوار کے ساتھ مارا اور باہر چلا گیا غزل اٹھی اس نے موبائل کے ٹکڑے جوڑنے کی کوشش کی مگر وہ اتنا ٹوٹ چکا تھا کہ اب کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

صائم اپنے گھر آیا اور اس نے چاچا وحید غزل کے ابو کو بتایا کہ اسے غزل کا فون آیا تھا اسے کسی نے اغوا کر رکھا ہے غزل کے ابو کا تو سن کر برا حال ہو گیا کہ میرا اور میری بیٹی کا بھلا کسی سے کیا لینا دینا جو اسے کسی نے اغوا کر رکھا ہے غزل کے ابو اور صائم جلدی سے تھانے گئے اور تھانے جا کر انہوں نے غزل کے اغوا ہونے کی رپورٹ درج کروائی اور اور کہا کہ ہماری بیٹی ملنی چاہئے انہوں نے کہا کہ ہم اپنی طرف سے اسے ڈھونڈنے کی پوری کوشش کریں گے۔

غزل سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک خاتون اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی اس نے غزل سے کہا کہ کھانا کھاؤ

غزل نے اس عورت سے کہا۔

آنٹی مجھے یہاں کون لایا ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں غزل کے اس طرح پیار سے مخاطب ہونے پر وہ عورت اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بولی۔

بیٹی جو لڑکی بھی یہاں اغوا کر کے لائی جاتی ہے وہ کبھی واپس نہیں جاتی۔

نہیں میں یہاں نہیں رہوں گی میں خود کو مار ڈالوں گی۔ غزل نے روتے ہوئے کہا۔

مرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ مرنے کے بعد تمہاری لاش کو کہیں پھینک دیا جائے گا اور تم ہمیشہ کے لیے گمنام ہو جاؤ گی اسے اب اپنی دنیا سمجھو اور یہ کھانا کھاؤ۔

مجھے نہیں کھانا لے جائیں آپ اسے یہاں سے۔ وہ جیسے چیخ ہی پڑی۔

او کے جیسے تمہاری مرضی۔ جب بھوک لگے تو دروازہ اندر سے ناک کرنا میں تمہیں کھانا دے جاؤں گی یہ کہہ کر وہ عورت باہر چلی گئی غزل اپنے گھر والوں کا یاد کر کے رونے لگی آج دو دن ہو گئے تھے غزل کا کہیں کچھ پتہ نہیں چلا ان لوگوں نے شہر کا ہر کونا چھان مارا تھا مگر غزل کا کہیں بھی نام و نشان نہ تھا غزل اور صائم کے گھر والوں نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا صائم انہیں دلاسہ دیتا مگر اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اسے کون دلاسہ دے۔

غزل اور وہ دونوں چچا زاد کزن تھے اور ایک دوسرے سے بے حد پیار کرتے تھے ان کا رشتہ بچپن سے ہی طے ہو گیا تھا ان دونوں میں کسی ایک کو ذرا سی بھی آنچ آتی تو تکلیف دونوں کو ہوتی تھی ان دونوں نے بچپن سے لے کر آج تک اپنا ہر دن اکھٹا گزارا تھا جب تک وہ دن میں ایک دوسرے کو دیکھ نہ لیتے تھے انہیں چین نہیں آتا تھا۔

غزل کو بھوک بہت لگی تھی کھانا بھی اس کے سامنے پڑا تھا مگر کھانا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا جب بھوک برداشت سے باہر ہو گئی تو اسے مجبوراً کھانا کھانا پڑا رات کے تقریباً دو بجے کسی کے بولنے کی آواز پر غزل کی آنکھ کھل گئی باہر کسی کے فون سننے کی آواز آ رہی تھی غزل نے دروازے کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو آواز اور واضح ہو گئی۔

ہاں ہاں میں آج دس بجے کی فلائٹ سے پاکستان پہنچا ہوں لڑکی سو رہی ہے۔ بہت ہی خوبصورت ہے آپ کے معیار کے عین مطابق ہے صبح میں اسے اپنی بیوی بنا کر اسے کینیڈا لے آؤں گا۔

ہاں بوس آپ میرا پورا پلان تو سنیں ہماری سیکرٹری ہے میری صبح میں اس کو وہیل چیئر پر بٹھا کر میرج کے لیے لے جاؤں گا کورٹ میرج کے بعد میں اس کا کینیڈا کا ویزا بنواؤں گا اور سب سے کہوں گا کہ اس کی ٹانگیں نہیں مجھے اس کے علاج کے لیے اسے کینیڈا لے جانا ہے اور کینیڈا میری نہیں یہ لڑکی غزل جائے گی میرے پاس ایک دوائی ہے جو انسان اسے کھائے وہ چوبیس گھنٹے کے لیے مفلوج ہو جاتا ہے اس کی آنکھیں تو کھلی رہتی ہیں مگر وہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی بول سکتا ہے صبح اس لڑکی کو میری اپنی طرح تیار کرے اس کے بعد میں زبردستی اسے وہ دوا کھلاؤں گا پھر اسے برقعہ پہنا کر وہیل چیئر پر بٹھا کر پاکستان ائیر پورٹ سے کینیڈا لانا کون سا مشکل ہے پھر میری یہاں رہ کر کسی اور لڑکی کو اغوا کرے گی اور پھر میں اسے کینیڈا لاؤں گا

ہاں بوس ایک مہینے سے اس لڑکی پر میری نظر تھی آج اکیلی کالج جا رہی تھی تو میری نے اپنی کار سے اسے ٹکر ماری جب یہ بے ہوش ہو گئی تو اسے گاڑی میں ڈال کر میری اسے اپنے ٹھکانے پر لے آئی کسی کو پتہ نہیں چلا بہت رازداری سے یہ کام ہوا ہے ویسے بوس یہ لڑکی کسی کوٹھے پر بیچنی ہے پچھلی بار جس کوٹھے پر لڑکی کو بیچا تھا وہاں سے قیمت بہت کم ملی تھی اس بار لڑکی خوبصورت ہے اور قیمت بھی ڈبل ہونی چاہئے۔

نہیں باس ناچنا تو اسے نہیں آتا مگر جب کوٹھے پر طوائف بنے گی تو ناچنا بھی آ جائے گا۔

غزل نے جب یہ سنا تو بے ہوش ہوتے ہوتے بھی غزل دعا کرنے لگی کہ خدا آج تیرے پیغمبر ﷺ کی امتی ایک بیٹی کی نیلامی ہو گی اے خدا آج وہ بکے اے خدا حوا کی بیٹی یہ سب برداشت نہیں کر سکتی اسے شرم و حیاء کی چادر میں چھپائے رکھنا اے خدا عورت کی عزت ایک راز کی طرح ہوتی ہے اگر وہ راز فاش ہو جائے تو عورت کے پاس کچھ نہیں بچتا اے خدا تو میری عزت پر راز کی چپت ہمیشہ رکھنا غزل صائم کو یاد کر کے رو رہی تھی غزل تصور میں دیکھ رہی تھی کہ صائم اسے یہ غزل سنا رہا ہے۔

یہ محبت کچھ نہیں۔ رلاتی ہے یہ
غموں کو تیرے ڈھیرے پاس بلاتی ہے یہ
جو دل میں سما جائے جس سے محبت ہو جائے
اسے خود سے بہت دور لے جاتی ہے یہ
میں نے مانا کہ محبت میں بھی کی ہے لیکن
درد لکھنے کا حال بھی مجھے سکھاتی ہے یہ
یہ محبت خود کو جدا کر دیتی ہے خود سے
اپنا نازک سا دل کسی غیر کو تھماتی ہے یہ
کچھ شعلوں میں جلاتی ہے کبھی کانٹوں پر چلاتی ہے
حسین جسم پر ہزاروں داغ لگاتی ہے یہ
میں کہتا ہوں تجھے میں بتاتا ہوں تمہیں
بس نام ہی حقیقت ہے محبت کی یہ
یہ محبت کچھ نہیں رلاتی ہے یہ

صائم ساری رات روتا رہا تھا اچانک اس کی آنکھ کھل گئی اسے لگا جیسے غزل رو رو کر اسے پکار رہی ہو کہ صائم مجھے یہاں سے لے جاؤ صائم جب غزل

سے پوچھتا ہے کہ تم کہاں ہو مگر غزل کوئی جواب نہیں دیتی آج دو دن ہو گئے تھے غزل کو یاد کرتے دن ہو جاتا مگر نہ تو خود آتی نہ اپنا کوئی پتہ بتاتی صائم رو رہا تھا کہ غزل پتہ نہیں کس حال میں ہوگی صائم اپنے آپ سے کہتا اس کا قصور وار میں ہی ہوں دیر تک سوتا رہتا تھا جس کی وجہ سے غزل کالج سے لیٹ ہو جاتی اس دن بھی میں دیر سے اٹھا تھا جس کی وجہ سے غزل مجھ سے جھگڑا کر کے اکیلی کالج جا رہی تھی کہ راستے میں کسی نے اسے اغوا کر لیا تھا میں اس کے ساتھ ہوتا تو شاید کوئی اسے اغوا نہ کرتا صائم تصور میں غزل سے کہتا کہ غزل پلیز مجھے بتاؤ کہ تم کہاں ہو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی لیٹ نہیں اٹھوں گا میں تمہارے اٹھنے سے پہلے جاگ جاؤں گا مگر تم لوٹ آؤ غزل تم لوٹ آؤ صائم بیڈ پر کراؤن سے ٹیک لگائے یہ شعر گنگنا رہا تھا۔

میں ٹوٹ کر بکھروں تو تھام لینا تم
اپنے ہونٹوں سے بس میرا نام لینا تم
کبھی جو بچھڑے تو دل سے ملنے کی دعا کرنا
اپنے دل سے بس یہی کام لینا تم

غزل سوچ رہی تھی کہ اگر آج کی رات یہاں سے نہ نکلی تو یہ شخص مجھے سچ میں کینیڈا لے جائے گا میرے صائم سے دور بہت دور مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی غزل نے ایک پلان بنایا اٹھ کر واش روم میں چلی گئی اور شاور کے ساتھ لگے آئرن پائپ کو کاٹنے لگی یہ کام مشکل تھا ناممکن نہیں تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد غزل آہنی پائپ کاٹنے میں کامیاب ہو گئی غزل نے پائپ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور واش روم سے نکل کر کمرے میں آ گئی اور زور زور سے چیخنے لگی اور دروازہ پیٹنے لگی کہ بچاؤ واش روم کے پانی خارج ہونے والی جگہ سے سانپ نکل آیا ہے یہ مجھے کاٹ لے گا وہ شخص کو باہر فون سن رہا تھا غزل کے شور کی آواز پہ اس طرف متوجہ ہوا کہ میں ابھی تمہیں بچاتا ہوں میں دروازہ کھول رہا ہوں غزل کمرے کے دروازے کے پیچھے چھپ گئی وہ شخص اندر آیا واش روم سے پانی گرنے کی آواز سن کر وہ واش روم کی جانب بڑھا جیسے ہی واش کی طرف بڑھا غزل نے دروازے کے پیچھے سے نکل کر پائپ پوری قوت سے اس کے سر میں دے مارا پائپ اس شخص کے سر میں اتنی زور سے لگا تھا کہ وہ شخص بے ہوش ہو کر گر گیا غزل نے جلدی سے اس کی جیب سے موبائل نکالا اور باہر کی طرف بھاگی اس کے گھر میں اور بھی بہت سے کمرے تھے غزل نے باہر آ کر مین گیٹ کھولا تو اسے حیرت کا شدید جھٹکا سا لگا کیونکہ باہر درخت ہی درخت تھے جیسے چاروں طرف جنگل ہو غزل نے اللہ کا نام لیا اور ان درختوں میں ایک طرف بھاگنے لگی اس گھر سے تھوڑی دور آ کر اس نے موبائل پر ٹائم دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے اس نے صائم کا نمبر ٹرائی کیا دوسری بیل پر صائم نے کال اٹینڈ کی اور پوچھا۔

کون بات کر رہا ہے

غزل نے کانپتے ہونٹوں سے کہا صائم میں غزل بات کر رہی ہوں

غزل کی آواز سن کر صائم تڑپ اٹھا غزل تم کہاں ہو۔

پتہ نہیں میں کہاں ہوں صائم [illegible]

قید کیا تھا میں بہت مشکل سے اس کے چنگل سے خود کو آزاد کر کے آئی ہوں اور جب میں اس کے گھر سے باہر نکلی ہوں تو ہر طرف درخت ہی درخت ہیں شاید اس کا گھر کسی جنگل کے درمیان ہے صائم مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے مجھے یہاں سے لے جاؤ پلیز۔

غزل مجھے پتہ چل گیا ہے تم کہاں ہو تم کہہ رہی تھی نا کہ میرا بس سٹاپ کے پاس ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس بس سٹاپ سے دو کلومیٹر آگے کچا راستہ ہے اور اس راستے سے تھوڑا آگے جنگل ہے تم یہاں ہی رہنا میں ابھی آتا ہوں صائم نے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

صائم نے جلدی سے جا کر اپنے چاچا کو بتایا کہ غزل کا فون آیا اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ وہ کہاں ہے صائم اور غزل کے ابو کو ساتھ لیا اور کچے راستے کی طرف چل پڑے غزل جنگل میں کھڑی تھی کہ اسے لگا جیسے اس کے پیچھے کوئی ہو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر دو آدمیوں نے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا غزل نے اپنے آپ کو ان سے چھڑوانے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہی ان دونوں آدمیوں نے غزل کو اتنی مضبوطی سے پکڑا تھا کہ غزل کچھ بھی نہ کر سکی وہ دونوں غزل کو کھینچ کر ایک طرف لے جا رہے تھے تھوڑے آگے جا کر انہوں نے غزل کو چھوڑ دیا وہاں سینٹر میں آگ جل رہی تھی اور ارد گرد کچھ آدمی بیٹھے تھے اور آگ پر دو آدمی گوشت بھون رہے تھے اس سے غزل کو یہ اندازہ ہوا کہ یہ لوگ یہاں شکار کرنے آئے ہوں گے۔

ان میں سے ایک آدمی نے ان دونوں سے پوچھا جو غزل کو لے کر آئے تھے کہ رامو یہ لڑکی کہاں سے آئی۔

سائیں یہاں جنگل میں درختوں سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی کہ ہم نے اسے پکڑ لیا اور آپ کے پاس لے آئے ہیں وہ آدمی اٹھا اور غزل کے پاس آ کر بولا۔

اے چھوری اتنی رات کو جنگل میں کیا کر رہی ہے۔

غزل بولی وہ مجھے یہاں کسی نے اغوا کر رکھا تھا میں ابھی ان سے بھاگ کر آئی ہوں اس سے پہلے اور اس وقت یہاں ہوں۔

ارے چھوری تو ہے ہی اتنی سوہنی کہ تجھے کوئی بھی اغوا کر سکتا ہے مگر اب تجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہاری طرف دیکھ بھی نہیں سکتا بیٹھ جا آگ کے پاس تجھے سردی لگ رہی ہوگی۔

ہاں مجھے سردی لگ رہی ہے میں بس تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھوں گی میرے بابا آ رہے ہیں پھر وہ مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔

ارے بابا کیا بولتی ہے وہ یہاں پر آ رہے ہیں اور تجھے لے جائیں گے دیکھ میں وڈیرا ہوں اور میرے پاس بہت دولت ہے تو مجھ سے شادی کر لے میں تجھے بہت خوش رکھوں گا راج کرے گی تو میری ووہٹی بن کر دس تجھے منظور ہے میری ووہٹی بننا۔

نہیں میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔

ارے چھوری تو میں زبردستی تجھے لے جاؤں گا۔

یہ سن کر غزل ایک طرف بھاگنے لگی وڈیرے نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ پکڑو اسے غزل نے

بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر آدمیوں کے مقابلے میں وہ بہت کمزور تھی وڈیرے کے آدمی غزل کو پکڑ کے وڈیرے کے پاس لے گئے ایک آدمی نے غزل کا بازو زور سے مروڑا جس سے غزل کی چیخ نکل گئی۔ وڈیرے نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا اور اس سے کہا۔

کھوتے دیا پترا شرم نہیں آتی اپنی ہونے والی چوہدرانی کا بازو مروڑ رہا ہے اس کے ہاتھ پیر پیار سے باندھ کر اسے لینڈ کروز گاڑی کے پیچھے ڈال دے اور ہاں اس کے منہ پر ٹیپ لگا دینا تاکہ یہ بول نہ سکے وڈیرے نے غزل کے ہاتھ سے موبائل چھین کر اپنی جیب میں ڈال لیا وڈیرے کے آدمی اپنی جیپ اور لینڈ کروز اسٹارٹ کر کے جنگل سے باہر کی طرف چل پڑے۔

صائم کے بابا اور پولیس جنگل کی طرف بڑھ رہے تھے کہ انہیں جنگل سے کچھ گاڑیاں آتی ہوئی دکھائی دیں سب الرٹ ہو کر بیٹھ گئے قریب آ کر وہ گاڑیاں رک گئیں ان میں سے ایک وڈیرا نیچے اترا اور باقی اس کے آدمی پولیس نے ان سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔

صاحب میں شام پور کا وڈیرا ہوں اور اس وقت جنگل سے شکار کھیل کر آ رہے ہیں مگر اس وقت کہاں جا رہے ہو سب خیریت تو ہے نا۔

نہیں خیریت نہیں ہے اس جنگل میں کسی نے ایک لڑکی کو اغوا کر رکھا ہے ہم اسے ہی لینے جا رہے ہیں۔

کیوں مذاق کر رہے ہو اس جنگل میں بھلا کس نے لڑکی کو اغوا کر رکھا ہے۔

مذاق نہیں ہے سچ کہہ رہا ہوں پھر تو بڑا خطرناک ہے یہ جنگل۔

صاحب اگر میرے آدمیوں کی ضرورت ہو تو آپ لے جا سکتے ہیں انہیں۔

نہیں نہیں ابھی تو کسی آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔

اچھا پھر ہمیں اجازت دیں۔

ٹھیک ہے آپ جا سکتے ہیں۔

پتہ نہیں میری بیٹی کس حال میں ہوگی غزل کے ابو بولے۔

آپ حوصلہ رکھیں چاچا غزل کو انہوں نے اتنی مضبوطی سے باندھ رکھا تھا کہ غزل آنسو بہانے کے علاوہ کچھ بھی نہ کر سکی صائم اور اپنے بابا کی آواز سن کر اس کے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

وڈیرا اور اس کے آدمی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگے صائم نے اس نمبر پر فون کیا جس پر غزل نے اسے کال کی تھی جب غزل کے نمبر پر بیل گئی تو اسے لگا بیک کی آواز وڈیرے کی گاڑی میں سے آ رہی ہو اتنے میں وڈیرے کی گاڑی شہر کی طرف رواں دواں ہو گئی صائم بھی گاڑی میں بیٹھ کر جنگل کی طرف چل پڑا۔

غزل کے موبائل پر صائم کال کر رہا تھا مگر غزل کا نمبر سنے بغیر ہی کال ڈسکنیکٹ کر دی گئی صائم نے فکرمندی سے اپنے چاچا کو بتایا کہ غزل فون نہیں اٹھا رہی۔ صائم تم پریشان نہ ہو ہم جنگل میں پہنچ چکے ہیں تو خود غزل کو ڈھونڈ لیتے ہیں صائم اور پولیس والے جنگل میں آگے بڑھتے جا رہے تھے جنگل کے درمیان انہیں ایک گھر نظر آیا انہوں نے اس گھر میں چھاپا مارا تو ایک کمرے میں غزل کا ہینڈ بیگ اور ایک آدمی بے ہوش پڑا تھا اس کے

علاوہ ایک لڑکی جس کا نام میری تھا وہ ایک بڑھیا اور پانچ لڑکے پکڑے ان میں سے دو کو انہوں نے بہت مارا تھا جس پر انہوں نے سب کچھ اگل دیا کہ ہم ڈرگ کا دھندہ کرتے ہیں اور یہ لڑکی یہ ہی لڑکیوں کو اغوا کر کے بیچتی ہے اور اس لڑکی غزل کو بھی انہوں نے اغوا کر کے بیچنا تھا مگر وہ یہاں سے بھاگ گئی ہے۔

صائم اور باقی سب نے سورج طلوع ہونے تک غزل کو جنگل میں تلاش کیا مگر غزل نہ ملی سب یہ سوچ کر واپس آ گئے کہ شاید غزل چلی گئی ہو۔

گاڑیاں ایک شاندار حویلی میں آ کر رک گئیں انہوں نے غزل کو گاڑی سے باہر نکال کر کھولا وڈیرے نے اپنی نوکرانیوں کو آواز دی ان میں سے ایک آئی اور بولی۔

سائیں یہ کون ہے۔

سلام کر اسے شمو یہ میری ہونے والی بیوی ہے اسے کمرے میں لے جا اور لہنگا پہنا اور دلہنوں کی طرح تیار کر میں مولوی کا بندوبست کرتا ہوں

جی سائیں میں ابھی اسے تیار کرتی ہوں وہ لڑکی غزل کو لے کر ایک کمرے میں چلی گئی اس نے چار پانچ اور عورتوں کو بھی بلا لیا اس نے غزل کو ایک لہنگا دیا یہ پہن لو غزل نے لہنگا اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔

ارے لڑکی پہن لے لہنگا وڈیرے کی بیوی بڑا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔

بکواس بند کرو اپنی اتنا قسمت والی بننے کا شوق ہے تو خود پہن لے یہ لہنگا۔

ارے چھوری اگر سائیں مجھے کہتے نہ شادی کے لیے تو میں کب کا لہنگا پہن چکی ہوتی پہن لے ضد نہ کر۔

مجھے نہیں پہننا۔

جا راجو سائیں کو بتا جا کر وہ خود آ کر اس کی ساری اکڑ نکال لیں گے۔

تھوڑی دیر بعد جب وڈیرا اندر آیا اور غزل سے کہا چھوری کپڑے پہن لے وڈیرا جابر نام ہے میرا اگر تو نہیں پہنتی تو میں زبردستی بھی پہنا سکتا ہوں۔ تو خود جا کر پہن لے غزل نے نوکرانی کے ہاتھ سے لہنگا لیا اور پہننے کے لیے واش روم میں چلی گئی غزل نے لہنگا پہن لیا تھا ایک عورت اسے دلہنوں کی طرح تیار کر رہی تھی اشک لڑیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے وہ عورت غزل کو تیار کر کے باہر چلی گئی تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی اندر آئی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا کنڈی لگائی اور غزل کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور غزل سے کہا۔

مجھے پتہ ہے تمہارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے یہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔

مگر کون ہو تم

میرا نام سحر ہے جو تمہیں یہاں لے کر آیا ہے وہ جابر ہے اور جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کا بڑا بھائی بابر ہے آج وہ زبردستی مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے مگر اس کی دلہن بننے سے پہلے میں خود کو ختم کر لوں گی۔

نہیں میری بہن تم صرف اتنا کرو وڈیرا جابر سے میرا موبائل لے آؤ میں فون کر کے اپنے منگیتر کو بلا لوں گی اور وہ ہمیں یہاں سے لے جائے گا مگر اس کے لیے تو مجھے وڈیرا بابر سے شادی کے لیے ہاں کرنی پڑے گی

تم کچھ بھی کرو مگر اس سے موبائل لے آؤ مجھے یقین ہے نکاح ہونے سے پہلے وہ ہمیں یہاں سے لے جائے گا۔

اچھا میں کچھ کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ لڑکی سحر باہر چلی گئی۔ باہر آ کر سحر جابر کے کمرے کے پاس آئی اور اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے ارے بابا دروازہ کھلا ہے اندر آ جاؤ۔ سحر اندر چلی گئی سحر کو اپنے کمرے میں دیکھ کر جابر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور بولا کوئی کام تھا دی مجھے بلا لیتی۔

تمہیں ایک خوشخبری دینی ہے۔

کون سی خوشخبری۔۔

یہی کہ میں تمہارے بھائی سے شادی کے لیے تیار ہوں۔

کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں۔ یہ خبر سن کر جابر اچھل پڑا ابھی یہ خبر ادا بابر کو سنا کر آتا ہوں جابر باہر نکل گیا۔ جابر کے بیڈ پر دو موبائل پڑے تھے ایک سحر کو پتہ تھا کہ جابر کا ہے مگر دوسرا نیا موبائل تھا یہ غزل کا تھا سحر وہ موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر جانے لگی چار پانچ نوکرانیاں آ گئیں بولیں۔

بی بی اپنے کمرے میں چلیں آپ کو تیار کرنا ہے انہوں نے سحر کو بھی ایک لہنگا دیا پہن لو سحر نے ان سے کہا۔

تم باہر چلو مجھے کپڑے بدلنے ہیں سحر نے دوپٹے کے نیچے موبائل چھپایا ہوا تھا کمرے میں پڑی الماری میں سحر نے رکھ دیا لہنگا پہننے کے بعد نوکرانیاں اندر آ گئیں انہوں نے سحر کو بھی غزل کی طرح تیار کیا سحر اس کے لیے رضامند نہیں تھی مگر غزل کو بچانے کے لیے وہ سب کر سکتی تھی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی تھی تھوڑی دیر بعد بابر اور جابر دونوں اندر آئے بابر بولا۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہو سحر۔

سحر شرمانے کی ایکٹنگ کرنے لگی بابر بولا جابر تو ادھر ہی رہنا میں شہر سے مولوی لے کر آتا ہوں بابر باہر جانے لگا تو سحر نے آواز دی بابر بولا کیا بات ہے سحر بولی۔

میرا اکیلی کا یہاں دل نہیں لگ رہا میں اس لڑکی کے پاس چلی جاؤں

بابر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا کہ ہاں تم جا سکتی ہو مگر تمہارے ساتھ ایک نوکرانی بھی جائے گی۔

ٹھیک ہے آپ بھیج دیں سحر نے کہا۔

وہ دونوں بھائی باہر چلے گئے سحر نے غزل کے کمرے کا دروازہ کھولا تو غزل کے پاس بیڈ پر جابر بیٹھا تھا سحر نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر بھیج دیا کہ نکاح سے پہلے آپ دلہن سے نہیں مل سکتے جابر کے جانے کے بعد سحر نے اندر سے کنڈی لگائی اور موبائل غزل کو دیا غزل نے صائم کو فون کیا اسے ساری بات بتائی کہ مجھے وڈیرے نے قید کر رکھا ہے یہ بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے پلیز مجھے یہاں سے لے جاؤ

غزل تم میرا انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں

صائم تم وڈیرے کی حویلی کے پیچھے آ جاؤ میں کھڑکی سے باہر آ جاؤں گی۔

اچھا غزل میں آتا ہوں

صائم تم جلدی آنا وہ وڈیرا شام ہونے سے پہلے مولوی کو لے آئے گا اگر تمہیں دیر ہوگئی تو وہ ہم سے نکاح کر لے گا میرے ساتھ ایک اور لڑکی بھی ہے جس نے میری بہت مدد کی ہے تم پلیز جلدی آ جاؤ۔

سحر تمہارا گھر نہیں ہے تم بھی انہیں فون کر کے بلا لو۔

وہ مجھے ایکسپٹ نہیں کریں گے۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

غزل آج سے چھ ماہ پہلے کی بات ہے جب مجھے ایک آفتاب نامی لڑکے سے پیار ہو گیا تھا وہ بھی مجھے پیار کرنے لگا تھا آہستہ آہستہ ہماری ملاقاتیں بڑھتی جا رہی تھیں میرے گھر والوں کو پتہ چل گیا انہوں نے آفتاب کے گھر والوں کو بلایا ہمارے گھر والوں کو آفتاب پسند آ گیا اور ان کے گھر والوں کو میں پسند آ گئی تھی پھر ہماری منگنی ہو گئی اور شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی کہ نا جانے یہ وڈیرا کہاں سے آن ٹپکا اس نے مجھے آفتاب کو دھمکی دی کہ اگر تم نے اس سے شادی سے انکار نہ کیا تو اپنا دیکھنا برا حال ہوگا آفتاب اور میں وڈیرے کی بہت بے عزتی کی ہماری شادی سے دو دن پہلے اس نے مجھے اغوا کر لیا اور ابھی اپنی حویلی میں رکھا ہوا ہے مجھ سے شادی کرو میں نے مسلسل اس سے انکار ہی کیا ہے

چلو پھر جلدی آفتاب کو فون کرو کہ حویلی کے پیچھے آ جائے سحر نے آفتاب کو فون کیا وہ سن کر بہت خوش ہوا اور حویلی کے پیچھے آ گیا اتنے میں دروازہ زور سے کھلا تو ایک ملازمہ تھی وہ بولی۔

مجھے سائیں نے کہا ہے کہ میں آپ کے پاس رہوں۔

اچھا اندر آ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد صائم کا میسج آیا کہ میں حویلی کے پیچھے کھڑا ہوں غزل نے سحر کو اشارہ کیا دونوں نے مل کر ملازمہ کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور کمرے کے کارٹن اتارنے لگی اور کارٹنوں کو آپس میں گرا لگانے لگی کارٹن کو پھر انہوں نے بیڈ کے ساتھ باندھا اور کھڑکی سے نیچے لٹکا دیا پھر دونوں کھڑکی سے باہر نکل گئیں اور کارٹن کی مدد سے زمین پر پہنچ گئیں اتنے میں آفتاب بھی آ گیا غزل بولی جلدی کرو اگر اس وڈیرے کو پتہ چل گیا تو وہ اپنے آدمیوں کو ہمارے پیچھے لگا دے گا وہ چاروں صائم کی جیپ میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

تیار ہونے کے بعد دونوں بھائیوں نے غزل اور سحر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر انہیں اندر سے کوئی رسپانس نہیں ملا بابر نے اپنے ملازم کو آواز دی کہ دروازہ توڑ دو جب انہوں نے دروازہ توڑا تو ملازمہ بندھی پڑی تھی انہوں نے ملازمہ کے منہ سے پٹی اتاری اور پوچھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔

سائیں انہیں کسی کا فون آیا تھا وہ کھڑکی سے بھاگ گئی ہیں۔

راموخوجی کتے جیپیں نکالو اور وہ بھاگنے نہ پائیں۔ وہ تقریباً چیخا۔

صائم کی جیپ بھاگتے بھاگتے اچانک ایک جھٹکے سے رک گئی غزل گھبراہٹ سے بولی صائم گاڑی کو کیا ہو گیا ہے

غزل میں جلدی میں گاڑی میں پٹرول ڈلوانا بھول گیا تھا اب کیا کریں ہمیں بھاگنا چاہئے مگر سڑک پر نہیں اس ریت پر کیونکہ وہ وڈیرے اگر سڑک پر آ بھی جائیں گے تو وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتے وہ چاروں ریت پر ایک طرف بھاگنے لگے۔

وڈیرے کی جیپیں اتنی تیز دوڑ رہی تھیں کہ سے باتیں کر رہی تھیں ان کی جیپیں صائم کی کے پاس آ کر رک گئیں وہ چاروں کہاں جابر بولا

اس کے لیے ہمارے کتے کس دن کام ہیں انہوں نے کتے کھول دیئے کتے آگے آگے اور وڈیرے اور ملازم پیچھے پیچھے۔

غزل بولی صائم اور کتنا بھاگیں گے۔

غزل پتہ نہیں مگر تم بھاگتی رہو شاید منزل مل جائے شاید کوئی معجزہ رونما ہو جائے مجھے یقین ہے کہ جب بہت سی دعائیں ایک ساتھ مانگی جائیں تو پھر معجزے ہوتے ہیں۔

سحر پلیز مجھے معاف کر دینا میں اتنے مہینوں سے تمہیں تلاش کر رہا تھا مگر تمہیں تلاش نہیں کر سکا ارے ایسے مت کہو تھوڑی دور جا کر آگے انہیں بہت سے اونٹ ایک آدمی نظر آئے وہ ان چاروں کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھا رک جاؤ یہ تاج محمد عرف تاجو کا علاقہ ہے یہاں چڑیا بھی مجھ سے پوچھ کر پر پھڑپھڑاتی ہے اور تم دو لڑکیوں کو اغوا کر کے لے جا رہے ہو۔

نہیں نہیں ہم انہیں اغوا نہیں کر کے لے جا رہے بلکہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں ان سے بچا کر لے جا رہے ہیں تاج محمد بھائی آپ نے کہا ہے کہ آپ کے علاقے میں چڑیا بھی آپ سے پوچھ کر پر پھڑپھڑاتی ہے مگر یہاں چار ...نے والے ہیں ...نگے آپ یہ برداشت کر ...ں گے پلیز ایک بہن سمجھ کر ہماری مدد کریں ہمیں بچا لو

اتنے میں شکاری کتوں کے بھونکنے کی آواز قریب ہو گئی سحر تاجو کے قدموں میں گر گئی تاجو نے سحر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور دو اونٹوں کو نیچے کیا اور اس پر بٹھا کر شہر کی طرف بھیج دیا بس یہ بھائی اتنا ہی کر سکتا ہے ایک اونٹ پر غزل اور صائم اور دوسرے پر سحر اور آفتاب بیٹھ گئے اور اونٹ شہر کی طرف بھاگنے لگے وڈیرے اور اس کے آدمی تاجو کے پاس آئے اور اس سے غزل اور سحر کے بارے میں پوچھا تاجو نے ان سے کہا کہ مجھے نہیں پتہ وڈیرے نے کہا۔

اچھا نہ بتا کہ اونٹ مجھے دے ہم خود اسے ڈھونڈ لیں گے خبردار جو میرے اونٹوں کو ہاتھ لگایا تو کیا کرے گا تو جابر بولا

وہ لڑکیاں تیری محبوبہ ہیں جو تو نے ان کا پتہ نہیں بتایا تاجو نے وڈیرے کا گریبان پکڑ لیا اور وڈیرے جابر نے اسے گولی مار دی اور اس کا ایک اونٹ لے کر ان چاروں کا پیچھا کرنے لگا تاجو کے قبیلے والے گولی کی آواز سن کر تاجو کے پاس آ گئے انہوں نے تاجو کو گولی لگی دیکھی تو اس سے پوچھا آپ کو گولی کس نے ماری ہے ان میں سے ایک تاجو کا بیٹا بھی تھا تاجو نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس طرف چار لوگ گئے ہیں انہوں نے مجھے گولی ماری ہے وہ چاروں لڑکیوں اور لڑکیوں کا پیچھا کر رہے ہیں جاؤ ان وڈیرے سے ان کو بچاؤ اور وڈیرے کو مار دو اور انہیں میرا آخری سلام کہنا تاجو اپنی سانسیں پوری کر چکا تھا تاجو کے قبیلے والے کلہاڑیاں لے کر وڈیروں کے پیچھے لگ گئے۔

وڈیرے اور اس کے آدمیوں نے غزل

صائم اور سحر آفتاب کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا اور ان سے کہا کہ تم خود کو بہت ہوشیار سمجھتے ہو۔ وڈیرے کو دھوکہ دے کر بھاگ جاؤ گے اب تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے عاشق بھی مارے جائیں گے اور تمہاری لاشیں بھی کسی کو نہیں ملیں گی یہ بتاؤ سب سے پہلے کون مرنا چاہتا ہے ادا ان کو ابھی میں مزا ... اتنا مارتے ہیں ابھی انہوں نے ان چاروں کو لائن میں کھڑا کر کے ہاتھ اوپر کیے تھے کہ پیچھے سے کسی نے وڈیرے کا ہاتھ کاٹ دیا اور پیچھے سے اور بھی بہت سے لوگ آ گئے انہوں نے وڈیرے اور اس کے آدمیوں کے ٹکڑے کر دیئے سحر نے ان سے پوچھا۔

آپ کون ہیں ان میں سے ایک لڑکا بولا ہمیں تاج محمد نے بھیجا ہے میں ان کا بیٹا ہوں وہ آپ کو اپنا آخری سلام کہہ رہے تھے اب وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔

کیا اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ان سب نے آمین کہا تاج محمد کے بیٹے نے کہا۔

ہمیں خوشی ہے کہ میرے باپ کی جان حق پر گئی ہے وہ سامنے جو روشنیاں نظر آ رہی ہیں وہ شہر کی ہیں آپ شہر چلے جاؤ وہ چاروں شہر کی طرف چل پڑے اور تاجو کے قبیلے والے واپس چلے گئے غزل سوچ رہی تھی کہ اب زندگی میں کوئی غم نہیں آئے گا یہ امتحان تھا جو گزر گیا اور تاجو محمد کا ملنا ان چاروں کے لیے ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔

عشق

تاج و تخت سے فقیر بنا دیتا ہے عشق
نازک کانوں میں مندرے پہنا دیتا ہے عشق
حسین پاؤں میں بے حد چھالے بنا دیتا ہے عشق
کبھی پاؤں میں گھنگرو پہنا کے سر بازار نچا دیتا ہے عشق
آنکھوں سے نیند چین اڑا ر دور لے جاتا ہے عشق
پتھروں پہ چلاتا ہے کبھی سولی پہ چڑھا دیتا ہے عشق
بڑے اصولوں سے بغاوت کروا تا ہے عشق
تخت پیروں سے دور لے جاتا ہے عشق
رلاتا ہے کبھی بے حد ستاتا ہے عشق
محبوب کو پھولوں سے پاکیزہ بنا دیتا ہے عشق
کبھی دین بچانے کے لیے نواسوں کو پیاسا ترساتا ہے عشق
کبھی اک محبوب کی خاطر پوری دنیا بنا دیتا ہے عشق

دوستو کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔ دوستو میری کہانی جواب عرض تک پہنچانے میں میرے ایک کزن نے میری مدد کی اس کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا نام لے کر اشفاق احمد آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ڈاکٹر محمد سارم تالاب سرائے مانگا منڈی

اب تو ہاتھوں سے لکیریں بھی مٹی جاتی ہیں
تجھ کو کھو کر میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

اشکوں کی زباں سمجھو۔

۔۔تحریر۔ایم ندیم بھکر۔0340.6774626۔

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔اشکوں کی زبان سمجھو کہانی نے کر پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضری دے رہا ہوں امید ہے کہ مجھے مایوس نہیں کیا جائے گا میں ادارہ جواب عرض کا بہت مشکور رہوں گا میں جواب عرض کا بہت بڑا فین ہوں عرصہ دراز سے پڑھتا آ رہا ہوں پہلی بار لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اگر راہنمائی ملی تو آئندہ بھی کبھی کبھلہ حاضری دے دیا کروں گا امید ہے میری تحریر کو جلدی شائع کرے شکریہ کا موقع فراہم کیا جائے گا سر ریاض احمد کا بہت بڑا فین ہوں سر آپ کی تحریریں بہت دلچسپ ہوتی ہیں پلیز غائب نہ ہوا کریں اپنی قسط پوری کیا کریں شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جب عشق مجازی اپنی انتہا پر ہو جب کسی کے ہونے سے زندگی کی تکمیل ہوتی نظر آنے جب میں تو کا فرق مٹ جائے اور ذات میں صرف تو ہی تو رہ جائے اور جب عاشق انا الحق کا نعرہ لگانے لگے تو یقینا جدائی لازم ہو جاتی ہے۔

نہیں ہے حوصلہ مجھ میں تمہیں کھونے کا
یہ دنیا مجھ کو کھو دے گی اگر تم کھو گئے مجھ سے۔

ہاں میرا عشق نا تمام بھی اپنی حدوں سے تجاوز کرنے لگا تھا امکان تھا کہ اس کی خاموش مہک عالم میں اپنا چرچا کرنے لگتی ممکن تھا کہ دونوں پا بہ زنجیر ہو کر فنا کی طرف گامزن ہو جائے ممکن تھا کہ آپ کو میری محبت کا ادراک ہونے لگتا اور یقینا ممکن تھا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہو جاتی جدائی کی تیز دھار نے دونوں کو کاٹ کر الگ کر دیا دونوں کے بڑھتے ہوئے قدم روک دیئے۔

آہ۔جب مجھے اذن جدائی ملا جب میرے شجر دار سایہ چھین کر مجھے کڑی دھوپ میں دھکیل دیا گیا جب مجھے آسماں کی بلندیوں سے یک لخت پاتال کے اندھیروں میں دفن کر دیا گیا اور جب مجھے آپ کے دیدار سے محروم کر دیا گیا تو یوں لگا کہ جیسے تڑپتے سسکتے ہوئے زندگی مجھ سے دم توڑ چکی ہے۔

پچھلے سال ان دنوں اور اس وقت ہم ساتھ تھے ہنستے ہوئے اور مسکراتے ہوئے خوش باش تھے اور آج۔آج میں تپتے ہوئے بے آب و گیاہ گراس میں آبلہ پا ہر سمت آپ کو پکارتا ہوں آپ کہتی ہیں کہ آپ لاپرواہ ہو۔آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کو کسی کی یاد نہیں آتی۔

تو کیا میں آپ کو کبھی یاد نہیں آتا۔
جب کوئی آپ کی نرم شال کو سلیقے سے تہہ لگا کر رکھتے میرے ہاتھ کی لگی دیوار گیر گھڑی کمرے میں آویزاں فریم اور دروازے کے مین اوپر آیتہ الکرسی کی تختی دیکھ کر بھی نہیں جب سڑک پر کسی کو گلاب اور موتیا کے گجرے بیچتے ہوئے دیکھو تو کیا واقعی تم کو میری یاد نہیں آتی۔کبھی اس لڑکے کا سراپا آنکھوں میں نہیں ابھرا یا کیا۔

سنو جانو۔

یونیورسٹی جاتے ہوئے گاڑیوں کو رواں دواں دیکھ کر احساس تنہائی نہیں ہوتا بارش میں بے ارادہ بھیگتے ہوئے کسی کے ہاتھ کا نازک لمس دل میں آگ نہیں لگاتا کسی کے شوخ لہجے کی کھنک تنہا راتوں میں بے تاب نہیں کرتی۔اور کیا کسی کی ہینی جیسی ہی محبت محسوس کرنے کی خواہش دل میں انگڑائی نہیں لیتی۔

اور شاید آپ کا جواب ابھی بھی ناں ہے۔ہاں میں جانتا ہوں اس مقام پر میں جہاں پیار و محبت کی باتیں طفلانہ لگتی ہیں۔لیکن جانو میں کہتا ہوں جو عمر کی کوئی بھی منزل ہو انسان خواہ شہرت کی کتنی ہی بلندیوں پر چلا جائے محبت اپنے اظہار کا تقاضا کرتی ہے خدارا مصلحت کا چولا اتار پھینکیں کبھی تو دل کی بات کو زبان پر لا کر آپ نے ایک بار تو کسی سے کہا ہوتا۔

جانو۔

تا کہ میرے بے قرار دل کو چین تو مل جاتا میں بھی چاہے جانے کے احساس سے سرشار ہو سکتا مجھے تجھے سنورنے اور ہاتھوں پر تیرے نام کی مہندی لگانے کا جواز مل جاتا۔خدارا ایک بار تو کہہ دو کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔۔مجبوری کی حد تو دیکھو اس دفعہ بھی آپ کا جنم دن اور اسکی ۔۔۔ بڑا اپنے نمبر ۔۔۔ دکی وہ نست سے دینا پڑی ہے کیونکہ مجھے حق نہیں کہ جانو الاماان آپ کو مبارک دے سکوں آپ کی خوشیوں میں شریک ہو سکتا آپ کو میں اپنا کہہ سکتا۔اے کاش تم یہ سب سمجھ سکتی تم سمجھ سکتی آرزو کی شدت کو تم سمجھ سکتی میرے دل کی چاہت کو اس طرح ستاتی ہیں ساعتیں جدائی کی دکھ جدائی کا سہنا بے پناہ مشکل ہے۔میری اس ریاضت کو کاش تم سمجھ سکتی میرے اشکوں کی زبان میرے دل کی پکار میری خواہشوں کی فریاد کو۔

کاش تم سمجھ سکتی میری اس محبت کو کاش تم سمجھ سکتی میری آرزوؤں کو بے سبب نہ ٹھکراتی پیار کو محبت کو کاش جانو تم یہ تو سمجھ سکتی۔

تم سمجھ سکتی میرے اشکوں کی بے زبانی۔میرے اشکوں کی زبان کو سمجھ تو دیتی۔

ایم ندیم بھکر۔

زخم دل پر بہار دیکھا ہے

زخم دل پر بہار دیکھا ہے
کیا عجب لالہ زار دیکھا ہے
جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے سینوں میں پیار دیکھا ہے
خاک اڑتی ہے تیری گلیوں میں
زندگی کا وقار دیکھا ہے
تشنگی ہے صدف کے ہونٹوں پر
گل کا سینہ فگار دیکھا ہے
ساقیا! اہتمام بادہ کر
وقت کو سوگوار دیکھا ہے
جذبہ غم کی خیر ہو ندیم
حسرتوں پر نکھار دیکھا ہے

(ملک ندیم عباس ڈھکو،ساہیوال)

گناہ سے توبہ

۔ تحریر۔ حنا مرید۔ راولپنڈی۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ گناہ سے توبہ کہانی لے کر پھر سے آپ کی خدمت میں حاضری دے رہی ہوں امید ہے کہ مجھے مایوس نہیں کیا جائے گا میں ادارہ جواب عرض کی بہت مشکور رہوں گا میں جواب عرض کی بہت بڑی فین ہوں عرصہ دراز سے پڑھتی آ رہی ہوں ایک بار لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اگر راہنمائی ملی تو آئندہ بھی کبھی کبھار حاضری دے دیا کروں گی امید ہے میری تحریر کو جلدی شائع کر کے شکریہ کا موقع فراہم کیا جائے گا سر ریاض احمد کی بہت بڑا فین ہوں سر آپ کی تحریریں بہت دلچسپ ہوتی ہیں پلیز غائب نہ ہوا کریں اپنی قسط پوری کیا کریں شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

پیارے قارئین وقت ویٹ نہیں کرتا کچھ لوگ کسی کے کہنے پر اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ فضول کاموں میں پڑ کر صرف انجوائے منٹ کرتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت برباد کر بیٹھتے ہیں۔ ہنسی مذاق اور انجوائے منٹ کے دوران ہی زندگی میں کچھ ایسے موڑ آ جاتے ہیں کہ انسان کے پاس بس پچھتاوا ہی رہ جاتا ہے پھر نظر نہیں آتا پھر سوچتا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ لیکن اس وقت غم دکھ اور پچھتاوا ہی انسان کا مقدر بن جاتا ہے اور اندر ہی اندر روتا ہے اور ہزاروں سوچیں ہر وقت ذہن پر سوار رہتی ہیں اور انسان وقت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے جو وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے او رلوٹ کر کبھی نہیں آتا۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ یاسمین کی کہانی سنتے ہیں اسی یاسمین کی زبانی۔

میرا نام یاسمین ہے اور میں تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں اپنے ماں باپ کی بہت لاڈلی سی قسم کی کوئی پریشانی نہیں تھی ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں کوئی کسی قسم کا بھی غم نہیں تھا منہ سے نکلی ہر بات پوری ہوتی تھی میرے بھائی اور ماں باپ میرے نخرے اٹھاتے تھے کسی بھی چیز کی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ اس پاک ذات نے مجھے بہت حسن نواز تھا بڑی خوبصورت تھی میں اور شاید کہ اسی بات کا میرے اندر اک غرور بھی تھا لوگ میری تعریف کرتے اور میں بڑا فخر محسوس کرتی وقت گزرتا گیا میں آہستہ آہستہ جوانی کی دہلیز پر آ گئی سب میری دوست اور رشتہ دار لڑکیاں میرا تعریف کرتی تھیں خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ میں شوخ مزاج بھی تھی۔

لوٹ پلٹ کر باتیں کرنا مجھے اچھا لگتا تھا گھر کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور نہ ہی سختی اور پابندی سے کوئی کام کرتی تھی کیونکہ لاڈلی تھی سب کی جب میں میٹرک کیا تو میرے ہی کہنے پر بھائی نے مجھے موبائل گفٹ کیا اب تو ہر وقت اس کی مصروفیت تصویریں بنانی موبائل تو میری ہی تصویروں سے بھرا ہوا تھا اب میری دوست لڑکیاں بھی کسی سے کم نہیں تھیں وہ ہر فیشن میں آگے ہوتی لڑکوں سے دوستی کرنا ان سے باتیں کرنا ان کی یہ عادت تھی لڑکوں سے دوستی کرنا برا تو نہیں لگتا تھا کیونکہ میں اس کام کو غلط سمجھتی تھی میری خیر میری دوستی تو کسی لڑکے سے نہیں تھی مگر اپنی دوست لڑکیوں کو دیکھ کر کبھی کبھی دل سے خیال آتا تھا کہ میں بھی کسی سے دوستی کروں دل ہی دل میں کہتی کہ کاش کوئی میرا چاہنے والا ہوتا طرح طرح کے خیال آتے مجھے بس ذہن پر یہی سوچیں گردش کرتے رہتے تھے پھر ایک بار ایسا ہوا کہ ہم اپنے گاؤں گئے خالہ کے گھر وہاں جا کر تو مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا مجھے میرے سپنوں کا شہزادہ مل گیا میری اپنی خالہ کا بیٹا میرا اپنا کزن جس کو بچپن میں دیکھا تھا اور اتنے عرصے بعد آج اسے دیکھا تو میں دیکھتی ہی رہ گئی اسے بھی مجھے دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کیونکہ اب میں بھی بہت خوبصورت ہو گئی تھی اس کا نام جواد تھا جواد کی باتوں اور مسکراہٹ نے تو میرا دل جیت لیا جواد میں ایک ایسی کشش تھی کہ میں تو اپنا سب کچھ ہار بیٹھی تھی اور جواد کے ہی خیالوں میں کھوئی تھی اب ہر وقت اسی کے خیال رہتے مجھے جاگتے سوتے اٹھتے بیٹھتے بس میرے ذہن پہ جواد ہی رہتا میں جواد کی محبت میں اتنی پاگل ہو گئی تھی کہ اتنا بھی نہ سوچا کہ جواد بھی مجھے محبت کرتا ہے یا نہیں اس کے دل میں بھی میری جگہ ہے یا نہیں وہ میرا ہے یا کسی اور کا ہم واپس آئے تو جواد کی باتیں بہت یاد آئیں تنگ آ کر بھائی کے موبائل سے جواد کا نمبر لیا اور اسے باتیں کرنا شروع کر دیں۔

اب دن رات صبح شام چوبیس گھنٹے جواد سے باتیں کرنا میری عادت اور نشہ بن گیا تھا وہ بھی تو مجھ سے باتیں کرتا تھا اور ہر بات پہ میری تعریف کرتا تھا جو اس کے منہ سے مجھے بہت اچھی لگتی تھی لیکن جواد کے دل میں میں اس کی صرف کزن اور ایک اچھی دوست تھی لیکن میں بے وقوف پتہ نہیں کیا سے کیا بن گئی تھی میں تو اسے تو اپنا سب کچھ مان بیٹھی تھی ایک دن ایس ایم ایس پہ بات ہو رہی تھی تو ہمارے درمیان یہ سوال پیدا ہوا کہ سب سے زیادہ کون پیارا اور عزیز ہے تو میں نے فورا اپنے جواد کا نام لکھ دیا لیکن افسوس کہ جواد نے کسی ایس نامی لڑکی کا نام لکھا تو میں نے جواد کی اس بات کا مذاق سمجھا پھر میرے غصے پہ جواد نے بتایا کہ میرے گاؤں کی ایک لڑکی ہے میں شروع سے ہی اسے چاہتا ہوں اور ہم ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں بس بات سنی تھی کہ میرے تو ہوش ہی اڑ گئے زمین گھومنے لگی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں دماغ پھٹنے لگا اس کے الفاظ میرا جگر چیر رہے تھے میں نے جواد سے رو رو کر کہا۔

جواد میں تم سے محبت کرتی ہوں میں دل کی گہرائیوں سے تجھے چاہتی ہوں جواد پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو جواد میں تمہارے بغیر ادھوری ہوں اور نامکمل ہوں میں تمہیں اپنا سمجھ بیٹھی ہوں اتنا

پیار دوں گی کہ تم اس لڑکی کو بھول جاؤ گے میں تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی لیکن جواد نے کہا۔

مجھے معاف کرنا یاسمین تم میری کزن ہو اور ایک بہت ہی اچھی دوست ہو میں تمہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا اور نہ ہی کچھ بولا تم ایک پڑھی لکھی سمجھدار شہری لڑکی ہو تمہیں اللہ نے حسن دیا ہے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکا مل جائے گا تمہیں یاسمین میرا خیال دل سے نکال دو جواد نے فون بند کر دیا قصور اس کا نہیں غلطی میری تھی کہ میں نے بتائے پوچھے بغیر ہی اتنی آگے نکل گئی کہ اب واپس لوٹنا مشکل تھا۔

جواد نے میرے ساتھ رابطہ اور تعلق ختم کر دیا تھا میری دنیا اجڑ گئی تھی سارے خواب چکنا چور ہو گئے اب میرے سٹائل ختم ہو گئے تھے شوخ ادائیں شوخا پن بھول گیا تھا کچھ مجھ کو اب خاموشی کو اپنا لیا میں نے پریشانیاں میرا مقدر بن گئیں سب دوست لڑکیاں مجھے مذاق کرتی مجھے تنگ کرتی لیکن کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا اب لڑکیاں مذاق کہ تم غم کرو جان ہم تمہارے لیے ایک شاندار لڑکا ڈھونڈ کر لے آتی ہیں چاہنے والوں کی کوئی کمی ہے کیا پھر انہوں نے میری زبردستی دو لڑکوں سے دوستی کروائی۔ ان کا کہنا تھا میں ان لڑکوں سے بات کروں گی تو اپنے کزن جواد کو بھول جاؤں گی آہستہ آہستہ۔ پھر کچھ یوں ہی ہونے لگا میرے ساتھ۔ میں ان لڑکوں سے بات کرنے لگی ایک لڑکا تو بہت سمجھدار اور سلجھا ہوا تھا شاید وہ بھی مجھے دل ہی دل میں چاہنے لگا تھا وہ بہت سمجھدار تھا اس نے میری دوست کے گھر اس کی سالگرہ پہ دیکھا تو پھر بالکل ہی میرا دیوانہ ہو گیا تھا کچھ زیادہ ہی مر مٹا مجھ پر لیکن مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی یا دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مجھے اس سے کوئی پیار نہ تھا اور نہ ہی مجھے پسند تھا میں اپنا دل بہلا رہی تھی پھر اس لڑکے نے اظہار محبت کر ہی دیا اس کی حالت بالکل تھی ہی میری حالت جیسی جب اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو میں نے بھی ویسا ہی کیا جیسا کہ میرے ساتھ میرے کزن جواد نے کیا تھا اسے صاف انکار کر دیا تو وہ میرے سامنے روتا رہا میری منتیں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی شاید کہ مجھے پیار سے نفرت ہو گئی تھی وقت گزرتا رہا اب میری یہ عادت بن گئی تھی کہ لڑکوں سے دوستی کرنا ان سے باتیں کرنا گپیں لگانا لیکن دو مہینے سے زیادہ میں کسی سے دوستی نہیں کرتی تھی دو ماہ بعد ایک سے ختم کی تو دوسرے سے کر لی میری دوست لڑکیاں مجھے کہتی تھی کہ یاسمین زندگی کو انجوائے کرو کسی یادوں میں تڑپنا چھوڑ دو میں پاگل ان کی باتوں میں آ کر وہی کچھ کرنے لگی جو وہ کہتی اور کہتی کہ جس بندے کو ہی کی قدر رہی نہ ہو اس کے لیے رونا فضول ہے مجھے کسی حد تک ان کی باتیں ٹھیک لگتی تھیں میں جب لڑکوں سے بات کرتی تھی تو اس وقت مجھے اپنے کزن کی یاد بالکل بھی نہیں آتی تھی میں سچ مچ میں ان رنگینیوں میں کھو کر اپنے کزن جواد کو بھول گئی تھی لیکن کبھی کبھی تنہائی میں اس کی یاد آتی تو تھوڑا رو کر چپ ہو جاتی اور نئے نئے لڑکوں سے دوستیاں کرنا میرا ایک مشغل بن گیا تھا میں اپنی اس نئی زندگی میں ایسے گم ہو گئی کہ مجھے کسی کی کوئی فکر یا پرواہ نہیں تھی کبھی نہیں سوچتی تھی کہ میری وجہ سے کسی لڑکے کا دل دکھ رہا ہے یا نہیں کیونکہ میری تو اب کئی لڑکوں سے دوستی تھی [illegible] رہتی ان میں سے پتہ بہت

اچھے لڑکے بھی تھے شریف بھی تھے جو بہت ہی اچھے انداز میں بات کرتے تھے اللہ نے مجھے معصوم سی شکل دی ہوئی تھی بالکل بھولی بھالی بچی لگتی تھی اس لیے تو ہر کوئی آسانی سے مجھے اپنے دل میں جگہ دے دیتا تھا اور اسی کا دل توڑ کر نکل جاتی تھی وہاں میں کبھی کسی سے تو کبھی کسی سے ملاقات کرتی تھی وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا ایک دفعہ میں اپنی ایک کزن کے ساتھ پارک میں بیٹھی تھی کہ ایک لڑکے نے میری کزن کو اپنا نمبر کاغذ پر لکھ پھینک دیا جب ہم گھر آئے تو میری کزن نے وہ نمبر پھینک دیا اور میں نے اٹھالیا میں نے سوچا کہ چل آج اس کو ٹرائی کر کے دیکھتی ہوں اپنی عادت کے مطابق میں نے اس لڑکے سے بھی دوستی کر لی اور اس کو بتا دیا کہ میں جس لڑکی کو تم نے نمبر دیا تھا میں اس کی بہن ہوں جو اس کے ساتھ تھیں اس دن تو اس نے کہا کوئی بات نہیں تم بھی بہت پیاری ہو ہم دونوں کی دوستی ہو گئی وہ لڑکا بہت اچھا اور ایک مزاحیہ باتیں کرتا تھا اور میں بھی اس کے ساتھ مذاق کرتی وہ دوسرے لڑکوں سے مختلف تھا اور اچھا تھا ہمارے درمیان باتیں ہوتی بس اب اس نے ضد پکڑ لی کہ مجھے اپنی تصویر بھیجو میں اس بات کو مسلسل اگنور کرتی رہی کیونکہ آج تک میں نے کسی کو تصویر نہیں دی تھی اور نہ ہی کسی کو کبھی کسی سے کوئی گفٹ لیا تھا اس قربان نے تو مجھے اس قدر مجبور کر دیا کہ میں نے تنگ آ کر اور مجبور ہو کر اپنی تصویر دے دی اور یہ بہت بڑی بھول اور غلطی ہوئی مجھ میں وہ میری تصویر لے کر بہت خوش ہوا میں نے اس کی بات پر یقین کیا اور اپنی عادت کے مطابق اسے اپنا ایک دوست سمجھ کر بات کرتی تھی لیکن پتہ نہیں کب اور کیسے

اس کو مجھ سے محبت ہو گئی پتہ نہیں اس کو میری کون سے بات پسند آ گئی اور وہ تو میرا دیوانہ ہی ہو گیا اب دو مہینے سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا اس سے بات کرتے کرتے اب میرا دل نہیں کرتا تھا کہ اس سے بات کروں میں اس سے جان چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی بات کرنا بہت کم کر دیا تھا اسکے اب ایس ایم ایس آتے مگر میں جواب ہی نہ دیتی اور نہ ہی اس کی کال ریسیو کرتی کبھی کبھی تھوڑی بات کر کے کوئی مجبوری بتا کر بہانے سے کال بند کر دیتی اور شاید وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا اس لیے بار بار مجھے کال کرتا لیکن میں تو اب کسی اور کی تلاش میں تھی پہلے تو قربان مجھے پیار سے مناتا تھا اور سمجھاتا تھا لیکن میں اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دی بلکہ اب وہ مجھے اچھا ہی نہیں لگتا تھا میں نے تو اسے چھوڑ دیا تھا جب وہ تھک ہار گیا تو اس نے وہ کام کیا جو اس کو نہیں کرنا چاہئے تھا اس نے میرا موبائل نمبر انٹرنیٹ پر دے دیا اور مجھ سے کہا دیکھنا یاسمین اب تمہیں کتنے لڑکے فون کریں گے اور دوستی کی آفر کریں گے اب دل کھول کر کرنا لڑکوں سے باتیں اور اسکو لگ رہا تھا کہ میں اس کی اس حرکت سے ڈر جاؤں گی مجھے غصہ آیا لیکن مجھ میں بھی اکڑ اور غرور بہت تھا بجائے کہ اس کے ساتھ کوئی اور سلوک کرتی بلکہ میں نے تو اسے بہت برا بھلا کہا اور اسکو گالیاں سنائیں اس کی پوری فیملی کو بہت برا بھلا کہا جس کی وجہ سے قربان کو بہت دکھ ہوا اور غصہ بھی آیا اب اس نے مجھ سے کہا کہ تم بڑی شریف زادی بنی ہوئی ہو اب تم خود چل کر میرے پاس آؤ گی اور مجھ سے ملو گی اب دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں مجھے رد کر... غصے سے سب کچھ بول رہا تھا [illegible]

گا لیکن جب اس نے کہا کہ یاسمین تمہاری تصویر بھی نیٹ پر آ جائے گی یہ بات سن کر میرے تو ہوش ہی اڑ گئے دماغ چکرا گیا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں اس نے تصویر دے دی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی میرے بھائیوں کی عزت مٹی میں مل جائے گی میرے ماں باپ کا مان ٹوٹ جائے گا۔ میری برادری میرے رشتے دار کیا سوچیں گے میرے بارے میں ہزار سوچیں پاگل کر رہی تھی مجھے کیا کروں اگر ملنے چلی گئی تو وہ کوئی اور مسئلہ کھڑا نہ کر دے سوچ سوچ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے اسے فون کیا اور بڑی عزت اور پیار سے احترام سے بہت سمجھایا اسے بہت منتیں کی اس کی مگر وہ نہ مانا اس نے میری ایک نہ سنی میں بہت مایوس ہو گئی اب اس کو ملنے جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا کوئی حال نہ تھا میرے پاس اور میں بہت روئی مجھے میرے سارے گناہ یاد آ رہے تھے جن کو میں نے دکھ دیا تھا میرے سارے گناہ مجھے یاد آ رہے تھے میں اللہ سے معافی مانگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی اللہ میں معافی کے قابل تو نہیں ہوں پر تو بڑا رحیم ہے میرا مولا مجھے معاف کر دے میں نے نماز پڑھ کر رو رو کے اللہ سے معافی مانگی اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتی اور معافیاں مانگتی رہی میری روح کانپنے لگی جسم سن ہو گیا ہوش و حواس کھو گئے پریشانی کی انتہا نہ رہی۔

ابھی تک پتہ نہیں میرے رب کو میری کون سی ادا کون سی نیکی پسند آ گئی کہ یکدم اس کی رحمت نے کروٹ بدلی اور بس قربان نے مجھے کل تک کا ٹائم دیا ہوا تھا اس قربان نے مجھے فون کر دیا میں نے نمبر دیکھا تو ڈر گئی کہ اب پتہ نہیں کیا کہے گا

جب میں نے سنا تو اس نے کہا یاسمین کیا یاد کرو گی جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا تم نے مجھ سے بات نہیں کرنی تو نہ کرو جاؤ خوش رہو خدا حافظ جب اس نے فون بند کیا تو میں سجدے میں گر گئی اپنے پیارے رب کا شکریہ ادا کیا میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا مجھے بہت بڑی خوشی ہوئی دل کو ایک سکون سا مل گیا میں اس مصیبت سے باہر نکل آئی اب بہت خوش تھی لیکن اب سب کاموں سے نفرت ہو گئی تھی مجھے سب فیشن اور ایکشن ختم کر دیئے تھے اپنی تمام تصویریں ڈلیٹ کر دی میں اب گناہوں سے توبہ کر لی دل سے یہ اک خوف سا چھا گیا تھے دل سے نماز پڑھنا شروع کر دیا اور اپنے مالک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے میں گناہگار بدکار کی توبہ قبول کر لی جس نے بہت بڑے عذاب سے بچا لیا مجھ کو کچھ دنوں کے بعد قربان کی کال آئی مجھ سے بات کرو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن مجھے اب پاک پروردگار نے ان چیزوں سے دور کر دیا تھا دوستی پیار محبت سے نفرت ہو گئی تھی مجھے بس میں نے سادگی اپنا لی تھی لیکن قربان بار بار فون کر رہا تھا میں قربان سے اب اس وجہ سے بات کرنے لگی تھی کہ کہیں پھر یہ غصے میں آ کر کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر دے بس تھوڑی سی بات کر لیتی ہوں اس سے شاید اس پاگل کو مجھ سے محبت ہے لیکن اب قربان نے قسم کھائی ہے کہ میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس میں تمہاری بے عزتی ہو لیکن پھر بھی انسان کیا پتہ چلتا ہے بس جوش اور غصے میں آ کر کچھ بھی کر سکتا ہے اب بس یہی تھوڑا سا خوف میرے اندر رہتا ہے اور ہر وقت دعا بھی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی مکمل ہدایت دے میں نے توبہ کر لی ہے

قارئین یہ تھی یاسمین کی زندگی کی ایک حقیقت داستان جو ہمارے لیے ایک سبق ہے ہر قدم سوچ سمجھ کر رکھیں اور یہ زندگی بہت کم بھی ہے اور بہت قیمتی بھی ہے پلیز اس اپنی قیمتی زندگی کو فضول کاموں میں ضائع نہ کریں۔دوسروں کے دل اور زندگی کے ساتھ کھیل کر خود انجوائے کرنا کتنی غلط بات ہے جب اپنا دل ٹوٹتا ہے تو پھر دوسروں کی قدر ہوتی ہے خاص کر لڑکیوں کو گزارش ہے کہ یہ جو موبائل کا بھوت ہر کسی کے سر پر سوار ہے پلیز اس پہ تھوڑا سا کنٹرول کریں ضرورت کے مطابق استعمال کریں اس موبائل نے نجانے کتنے دل توڑے ہیں نجانے کتنے گھر تباہ کر دیئے اور نجانے کتنی ہی عزتیں پامال ہو گئیں موبائل کی محبت دوستی اور پیار لال ارو سبز بٹن کا محتاج ہے سوائے پریشانی اور ٹینشن کے کچھ بھی نہیں موبائل پر محبت کرنے والے سبز بٹن دبا کر تمہاری زندگی روشن کریں گے ہزاروں ڈائیلاگ بول کر تمہارا دل جیت لیں گے تمہیں اپنی قیمتی آواز کے جادو میں قید کر لیں گے اور پھر وہی لوگ لال بٹن دبا کر تمہاری زندگی اندھیروں میں ڈبو دیں گے اپنے رب سے مانگوں جو کسی کا محتاج نہیں جو بے حساب دے کر بھی حساب نہیں کرتا اس پاک ذات سے خوف کھاؤ جو پہاڑ کو پل میں خاک کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس پروردگار سے محبت کرو جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے میری بات کو برا مت سمجھنا پلیز اگر کسی کو بری لگی ہو تو سوری۔

غزل

چین دل کو ایک پل ملتا نہیں
کیوں تیرا ہم البدل ملتا نہیں
تک رہا ہوں مدتوں سے راستے
صبر کا بھی اب تو پھل ملتا نہیں
فیصلے ہوتے رہے ہیں بارہا
فیصلہ کوئی اٹل ملتا نہیں
صحن گلشن میں کبھی کھلتا ہوا
آرزوؤں کا کنول ملتا نہیں
یوں تو ملتے ہیں ہزاروں لوگ پر
جب دکھائی وہ مجھے نہیں دیتا
پھر کوئی رنگ غزل ملتا نہیں

(جنید اقبال، غورغشتی)

پیغام محبت

نفس نفس نڈھال ہے محبتیں کیا کرو
محبتوں کا کال ہے محبتیں کیا کرو
ہنسی خوشی رہا کرو، ہنسی خوشی ملا کرو
محبتوں کا سال ہے محبتیں کیا کرو
یہ راستہ خیال کا تھکا تھکا بجھا بجھا
یہ راستہ محال ہے محبتیں کیا کرو
عداوتوں کی بارشیں برس رہی ہیں چار سو
محبتوں کا کال ہے محبتیں کیا کرو

(عزیز انجم چوہدری، کوٹلی آزاد کشمیر)

نشہ

محبت کا ہو یا شراب کا
ہوش دونوں میں کھو جاتی ہے
فرق؟
صرف اتنا ہے شراب سلا دیتی ہے
اور محبت رلا دیتی ہے

(عبدالمجید ملک، بدین

کانچ کا یقین

۔تحریر۔مبین یوسف۔گوجرانوالہ۔0307.4260028۔

ریاض بھائی۔السلام علیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

ایک کہانی کانچ کا یقین کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید اچھے لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا اسلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے ترسنا شاید میرے نصیب میں لکھ دیا گیا ہے ہاتھ میں رکھے کانچ [illegible] سے چکنا گیا تھا تم اپنی امی سے بات کیوں نہیں کرتی شاید وہ تمہاری کچھ ہیلپ کر سکیں سامنے بیٹھی سنبل نہ چاہتے ہوئے بھی اسے صرف بے بنیاد مشورے دے رہی تھی وہ جانتی تھی کہ اسکے دیئے ہوئے مشورے اس کے کسی کام کے نہیں۔

تم جانتی وہ سنبل ان آنکھوں سے خواب تو دیکھے جا سکتے ہیں لیکن یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ خواب پورے ہوں گے جب یہ خواب پورے نہ ہوں اور ٹوٹ جائیں تو اذیت بھرا لمحہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور اذیت بھرا لمحہ وہ ہوتا ہے جب ان ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیوں کو سمیٹنا پڑتا ہے خواب ٹوٹتے ہوئے دیکھ کر انسان کس قدر ٹوٹ سا جاتا ہے یہ خواب ٹوٹنے کے بعد وجود میں ایسی توڑ پھوڑ کر جاتے ہیں کہ برسوں لگ جاتے ہیں خود کو پھر سے جوڑنے میں اور یہ زخم بھی تو جلدی بھرنے کا نام نہیں لیتے اور اگر یہ بھرنے بھی لگیں تو یہ بدنصیب آنکھیں پھر سے خواب دیکھنے کی چاہ میں جگمگا اٹھتی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ پھر سے خواب ٹوٹ جائیں گے ارمانوں کا خون ہوگا وجود ریزہ ریزہ ہوگا دل خون کے آنسو روئے گا دل کی بستی پھر سے ویران ہو گی اور یہ آنکھیں بھی تو زخمی ہوں گی ٹوٹے ہوئے خوابوں کے شیشے ان آنکھوں میں بھی تو چبھتے ہیں۔

آنکھوں سے بہتے آنسو آواز کا درد اور زخمی لہجہ اس کے بیان کردہ لفظوں کی سچائی کے گواہ تھے دل کے درد نے اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر دی تھی۔

وہ اتنی کمزور نہ تھی کہ اتنی جلدی ہار مان جائے اور اپنی ہار پر ماتم کرے ہر مشکل کا ڈٹ کر سامنا کرنے والی آج تھکی تھکی سی محسوس ہو رہی تھی اور اس کی تھکاوٹ کا باعث کوئی دوسرے نہیں اس کے اپنے ہی تھے بار بار کاری فریب لگاتے اور اس کے ہارنے کا انتظار کرتے اور جب اس کے ہارنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو نیا جال بچھاتے آج وہ پہلے سے زیادہ تھکی ہاری محسوس ہو رہی تھی اور دل واس کے درد کا بہتر احساس تھا۔

گھڑی کی طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہینڈ بیگ کو کندھے پر ڈالا باتوں باتوں میں دھیان نہیں رہا ڈرائیور لینے آ گیا میں چلتی ہوں۔اس نے سنبل کو گلے لگایا اور سن گلاسز پہنتے ہوئے تیز قدموں سے چلنے لگی۔

سنبل کو آج بہت کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا دور جاتی فلک نور کر اس قدر ٹوٹا ہوا اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ان کی دوستی کو دو سال کا عرصہ ہونے کو تھا فلک نور کو اس نے ہمیشہ ایک مضبوط کردار بلند حوصلے اور با اعتماد لڑکی کے روپ میں دیکھا تھا اپنا ہر دکھ سنبل سے شئیر کرنے والی لڑکی آج تک اس قدر روئی نہ تھی اور نہ ہی اس قدر بکھری تھی۔سنبل کو فلک نور کا دکھ اپنا دکھ لگتا اور آج فلک نور کے ساتھ ساتھ سنبل بھی ٹوٹ چکی تھی کتنی ہی دیر وہ کیفیت ایریا میں گم صم سی خاموش بیٹھی رہی موبائل کی رنگ سے گھبرا گئی۔

سکرین کے اوپر پانچ مسڈ کالز کا ٹائٹل جگمگا رہا تھا وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں آئی گاڑی ڈرائیور کرتے ہوئے وہ بھی فلک نور کے بارے میں سوچ رہی تھی

زمان آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم میٹنگ کے لیے چلے جاؤ اور ساتھ فلک کو لے جاؤ

بھائی صاحب فلک کو کیوں لے جاؤں کیا آپ کو اپنے بھائی پر یقین نہیں ہے۔زمان نے اپنے لہجے میں چھپی ناگواری کو دبانے کی کوشش کی

ارے نہیں تم تو میرے بیٹے جیسے ہو میں تم پر کیوں نہیں یقین کروں گا میں تو صرف اس لیے کہہ رہا تھا کہ فلک کو بھی بزنس کی سمجھ آنی چاہئے حیدر اور صائم تو ابھی نہ سمجھ ہیں میرا سہارا تو فلک ہی بننا ہے نہ اور مجھے میری بیٹی پر پورا یقین ہے کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو وہ میرے بعد بزنس اور گھر دونوں سنبھال سکتی ہے۔

عرفان ملک کو اپنی بیٹی پر ہمیشہ سے فخر تھا اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے بعد ان کی بیٹی بزنس کو سنبھالے۔

بھائی صاحب وہ کیوں سنبھالے گی بزنس میں مر گیا ہوں کیا۔میں آپ کے گھر کا سہارا بنوں گا اور ویسے بھی وہ ڈاکٹر بن رہی ہے کوئی بزنس مین نہیں۔اس بار زمان کے لہجے میں تلخی ظاہر ہوئی تو عرفان ملک نے خاموشی اختیار کر لی۔زمان کے چلے جانے کے بعد عرفان سوچ میں گم تھا جب کسی کے نرم ہاتھوں نے آ کر اس کے پاؤں دبانے شروع کر دیے۔

ارے میری بچی تم ادھر اپنے بابا جانی کے پاس آ کر بیٹھو عرفان ملک نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔فلک نواز اپنے باپ کے قریب بیٹھ گئی۔

بابا جانی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔

جی میری جان کیا بات کرنی ہے میری بیٹی کو آپ بولو میں سن رہا ہوں۔عرفان نے فلک کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

بابا جانی مجھے آپ سے زیادہ تجربہ تو نہیں ہے زندگی کا اور نہ ہی آپ سے بہتر لوگوں کو پہچان سکتی ہوں لیکن فلک نور کہتے کہتے رک گئی۔

کیا بات ہے بیٹا آپ کھل کے بات کرو عرفان اپنی بیٹی کے ہر روپ کو جان لیتا تھا اور اس وقت بھی وہ جان چکا تھا کہ وہ کیا بات کرنے والی ہے۔

بابا جانی میں نے بچپن سے لے کر آج تک یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ چاچو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں لیکن ہر دفعہ میرا اندازہ مجھے غلط ثابت کر دیتا ہے یہ بات نہیں کہ مجھے اس طرح کے اندازوں پر یقین ہوتا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کسی پر یقین کرنے کو ترجیح نہیں دیتی لیکن پھر بھی میں بار بار کوشش کرتی ہوں کہ میں چاچو پر یقین کر سکوں لیکن ہر بار میں غلط ثابت ہو جاتی ہوں۔ بابا جانی اگر انہیں آپ کی پرواہ ہوتی تو جب آپ یہ کہہ رہے تھے کہ میرے بعد فلک سب سنبھال لے گی تو وہ یہ نہ کہتے کہ بھائی [illegible] سنبھال لوں گا [illegible] کہتے کہ بھائی اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو انہیں آپ کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور ویسے بھی اگر بی اے فیل مدثر کو چاچو بزنس میں ڈال سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں بابا جانی میں دعا کرتی ہوں کہ آپ جلدی از جلد ٹھیک ہو جائیں تب تک میں کوشش کروں گی بزنس کے بارے میں جاننے کی اور بزنس کو سنبھالنے کی بھی۔

شاباش میری بچی مجھے یقین ہے کہ تم بزنس سیکھ جاؤ گی اور ایک بات تمہاری طرح مجھے بھی زمان کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم بزنس سیکھ جاؤ میں زمان سے کچھ کہتا تو نہیں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے۔ اور تمہاری دادی کو بھی میں دکھ نہیں دینا چاہتا کیونکہ وہ زمان سے بہت پیار کرتی ہے خیر تم چھوڑو ان باتوں کو مجھے میری بیٹی کی قابلیت پر پورا بھروسہ ہے اگر تمہیں میں ایک بزنس مین کا بتاؤں تو کیا تم اس سے ٹریننگ لو گی۔

جی بابا جانی کیوں نہیں۔ آپ بتائیں میں جلد سے جلد بزنس سنبھالنا چاہتی ہوں تاکہ ہم لوگ ناکام ہونے سے بچ جائیں۔ زمان کی باتیں ایک جھٹکے سے فلک کے ذہن میں گھومنے لگیں۔

سلمان ملک ایک بہت قابل بزنس مین ہے اور آج کوئی پارٹی آرگنائز کی ہے اس نے تم اس کی پارٹی میں چلی جاؤ۔

لیکن بابا جانی میں ان کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتی ایسے کیسے چلی جاؤں۔ فلک کو یوں بن بلائے جانا مناسب نہیں لگا۔

بیٹا میرے دوست کا بیٹا ہے دوست تو میرا کب کا اس دنیا سے جا چکا ہے اس نے مجھے اپنی شادی پر انوائٹ کیا تھا لیکن میں بزنس ٹور پر تھا جس کے باعث میں جا نہ سکا۔ اس کے بعد مجھے اس کی ایک میل ملی جس میں اس نے بتایا کہ اس کے دو بچے ہیں بیٹا پانچ سال کا تھا اور بیٹی ایک سال کی جب اس کی بیوی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی اور جاتے جاتے اس کی ساری پراپرٹی بھی لے گئی پراپرٹی لے جانے کے بعد وہ کبھی پلٹ کر نہیں آئی میرے دوست نے پھر سے بہت محنت کی اور کچھ میں نے اسے سپورٹ کیا تو اس نے پھر سے اپنا بزنس سٹارٹ کر لیا بزنس سٹارٹ کیے ابھی پانچ

سال ہی ہوئے تھے کہ وہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور تم جانتی ہو سلمان تب بیس سال کا تھا اور بی اے میں اس نے ٹاپ کیا تھا اتنی کم عمری میں اس نے بزنس کو اتنے طریقے سے سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنی بہن کو باپ۔ ماں۔ بہن اور بھائی سب کا پیار دیا اور اپنی سٹڈی کو بھی جاری رکھا تم تب بورڈنگ میں تھی جب وہ مجھ سے بزنس کے بارے میں انفارمیشن لینے گھر آیا تھا پچھلے ڈیڑھ سال سے وہ اتنا مصروف ہے کہ بس فون پر ہی رابطہ رکھتا ہے بیٹا وہ میرا ایک بہت اچھا دوست بھی ہے اور اس [illegible] اس نے مجھے پارٹی میں انوائٹ کیا ہے لیکن میں نہیں جا سکتا اس لیے تم چلی جاؤ وہ تمہیں بہتر طریقے سے بزنس سنبھالنا سکھائے گا۔

جی بابا جانی میں چلی جاؤں گی۔

فلک بہت دیر سے یہ سب بہت غور سے سن رہی تھی اٹھ کر بابا جانی کو میڈیسن دینے لگی اب آپ آرام کریں میں چلتی ہوں۔ فلک نور اپنے کمرے میں جا کر تیار ہو رہی تھی جب اس کی ماں آئی۔

فلک کہیں جا رہی ہو۔ زینت بیگم چائے لائیں تھیں۔

جی ماں آپ پلیز یہ چائے لے جائیں مجھے ابھی جلدی کہیں جانا ہے۔

بیٹا تو یہ بتا دو کہاں جا رہی ہو زینت بیگم نے بیٹی کی تیزی کو دیکھتے ایک بار پھر پوچھا۔

ماں وہ میں۔ فلک کہتے کہتے رک گئی۔ وہ اپنی ماں کی عادت کو اچھی طرح واقف تھی۔ زینت بیگم ہر بات صباء سے کہہ دیتی تھی اور صباء اپنے شوہر سے اور فلک نور یہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ اس کے چاچو کو یہ خبر ہو کہ وہ کہاں جا رہی ہے فلک نے خاموشی اختیار کر لی اور تیز قدموں سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ جیسے ہی وہ گاڑی لے کر مین گیٹ سے باہر ہوئی صباء زینت کے پاس کچن میں پہنچ گئی۔

بھابھی یہ فلک کہاں جا رہی ہے۔

پتہ نہیں میں نے پوچھا لیکن اس نے بتایا ہی نہیں زینت بیگم صاف دل کی مالک تھی اس لیے جو بات جیسی ہوتی ہے کہہ دیتی تھی میں کیوں جا رہی ہوں پتہ نہیں وہاں میری جان پہچان والا کوئی ہو گا بھی یا نہیں۔ نہیں نہیں [illegible] ڈرائیو کرتے ہوئے وہ کئی بار جانے کا ارادہ ترک کر چکی تھی۔

آخر کار وہ پارٹی میں پہنچ ہی گئی۔ گاڑی کی چابی گارڈ کو پکڑاتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی۔ پارٹی ہوٹل میں تھی تمام گیسٹ آ چکے تھے ایک لمحہ کے لیے اس کو لگا اسے واپس چلے جانا چاہیے۔ نیچے گرتے ہوئے سیاہ ریشمی بال۔ گلابی رنگت۔ جھکی پلکیں۔ اور ماتھے پر گرتے بال اس کے حسن کو چار چاند لگانے میں کامیاب ثابت ہوئے تھے۔ پارٹی میں موجود کافی لوگ اس سے اپنی جان پہچان نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

مس فلک نور کیسی ہیں آپ۔ بلیک پینٹ گرے شرٹ کے اوپر کوٹ پہنے اور بلیک ہی ٹائی لگائے ہوئے سامنے کھڑے شخص سے وہ بالکل انجان تھی۔ میری انکل عرفان سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا کہ وہ نہیں آ رہے اور آپ آ رہی ہیں وہ اس انداز میں بات کر رہا تھا کہ فلک نور کو لگا وہ ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں لمحہ بھر کو وہ کچھ سوچنے لگی پھر اسے یاد آیا اور بولی۔

بابا کی طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے انہوں نے مجھے بھیج دیا ایم سوری میں بن بلائے ہی آگئی ہوں فلک پہلی بار کسی سے بات کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی۔

آپ بھی بابا نہیں آئیں میں نے آپ سب کو انوائٹ کیا ہے اور ویسے بھی یہ کوئی بزنس پارٹی نہیں جس میں صرف آپ بابا کو ہی بلایا جائے ہاں اگر آپ سوری کرنا چاہتی ہیں تو اس [illegible] آپ اکیلی کیوں آئی ہیں اس کے بات کرنے کا انداز اتنا شائستہ تھا کہ فلک کچھ ہی لمحے میں اپنی ساری ہچکچاہٹ بھول گئی۔ اب وہ دونوں اکیلے نہ تھے بچے اور لڑکیاں لڑکے ان کے قریب آ کھڑے ہوئے۔

سلمان یار ہمارا بھی تعارف کرواؤ۔ اسد اور سجاد سلمان کے ساتھ کھڑے فلک نور پر نظریں جمائے ہوئے بس ایک اسی لمحے کے انتظار میں تھے۔

شی از مائی کزن فلک نور۔ سلمان نہایت ہی خلوص اور خوش دلی کے ساتھ تعارف کرواتے ہوئے کسی شخص سے ملنے لگا۔ اسد اور سجاد نے ہاتھ بڑھا کر فلک سے سلام لیا لڑکیاں فلک سے اس کی سٹڈیز کے بارے میں پوچھنے لگیں پارٹی میں آئے ہوئے اسے دو گھنٹے گزر چکے تھے اب وہ گھر جانا چاہتی تھی اس لیے وہ سلمان کے پاس آئی۔

میں چلتی ہوں بابا جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے فلک عرفان ملک کی طبیعت کی وجہ سے مزید پریشان ہو رہی تھی صائم نے اسے کال پر بابا کی ساری صورت حال کے بارے میں بتایا تھا۔

میں بھی چلتا ہوں آپ کے ساتھ شاید انکل کی طبیعت زیادہ خراب ہے مجھے بھی کال آئی تھی صائم کی سلمان اس کے ساتھ چلنے لگا۔

نہیں آپ رہنے دیں اس طرح مناسب نہیں رہے گا آپ کی پارٹی چل رہی ہے اگر کوئی پرابلم ہوئی تو میں ہینڈل کر لوں گی۔

جانتا ہوں کہ آپ بہت سٹرونگ ہیں لیکن اگر پھر بھی کسی ہیلپ کی ضرورت ہوئی تو آپ مجھے کال کر دیجیئے گا۔ سلمان کی باتوں میں اتنی اپنائیت تھی [illegible] کہ آخر اس کا رشتہ کیا ہے اس کی فیملی سے سوائے دوستی کے۔ فلک نور سے رشتوں کی اپنائیت۔ خلوص۔ اور محبت بچپن سے ہی چھن گئی تھی۔

پانچ سال کی عمر میں اسے بورڈنگ سکول میں بھیج دیا گیا تھا رضیہ بیگم کو اپنے خاندان کے لیے پہلا پوتا چاہیے تھا عرفان کے لیے دلہن وہ اپنی مرضی سے لائیں لیکن زینت پانچ سال تک بے اولاد رہی پانچ سال بعد فلک کی پیدائش ہوئی جس پر رضیہ بیگم خوب غصہ ہوگئی کہ آخر بیٹا کیوں نہیں ہوا فلک کو صرف ماں باپ کا ہی پیار مل سکا تھا رضیہ بیگم نے اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی جبکہ فلک دادی دادی کہتے ان کے آگے پیچھے پھرتی رہتی فلک جب دو سال کی ہوئی زینت کی گود پھر سے ہری ہوئی اس بار اللہ نے بیٹے سے نوازہ تب جا کے رضیہ بیگم کی فلک کے لیے نفرت کچھ کم ہوئی زمان تب بزنس ٹوور کے لیے کینیڈا گیا تھا جب وہ آیا تو وہ اپنے ساتھ اپنی بیوی کو بھی لے آیا جو کہ ایک پاکستانی لڑکی تھی لیکن وہ کینیڈا کی سٹیزن ہونے کے باعث کافی ماڈرن تھی پہلے تو سب نے بہت ناراضگی دکھائی لیکن دھیرے دھیرے اس چالاک عورت نے سب کو

اپنے قبضے میں لے لیا فلک کے لیے اس کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی اور اس کی وجہ پراپرٹی تھی۔

عرفان نے اپنی پراپرٹی اپنی بیٹی کے نام کر رکھی تھی زمان کے نام صرف پراپرٹی تھی جو اسے وراثت میں ملی تھی اور اس کی وجہ زمان کا نکمہ پن تھا بزنس کا اصل مالک عرفان تھا کیونکہ اس نے بزنس کو اسٹیبلش کرنے والا عرفان تھا صباء کی فلک کے لیے نفرت کبھی کم نہ ہوئی اور اسی نفرت کی وجہ سے صباء نے رضیہ بیگم کے کان بھرنا شروع کر دیئے اور الٹی سیدھی باتیں بول کر فلک کو بورڈنگ بھیجوا دیا عرفان کو اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت تھی لیکن ماں کے حکم کے آگے اس کی ایک نہ چلی۔

زمان اور صباء کا پہلا بیٹا ہوا اور پھر دو بیٹیاں صباء ہر بات میں اپنی اولاد کو اہمیت دلوانا چاہتی تھی فلک نور کے دو بھائی حیدر اور صائم دادی کے لاڈلے تھے صرف فلک نور ہی دادی کا پیار نہ حاصل کر سکی پندرہ سال بورڈنگ میں رہنے کی وجہ سے وہ تلخ مزاج ہوگئی لوگوں پر بھروسہ کرنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا اور شاید اسے سیکھنا بھی نہیں چاہیے تھا۔

سنبل آج اتنی دیر کر دی آنے میں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

ایم رئیلی سوری بس وہ آج فلک کافی پریشان تھی تو اس کے ساتھ یونیورسٹی کے بعد کافی وقت گزارنا پڑا آپ تو جانتے ہیں ناں وہ کسی سے اپنی بات نہیں شئیر کرتی سوائے میرے سنبل پلیٹ میں بریانی نکالنے لگی۔

یس یو آر سو لکی ایک شریری مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھری۔ ویسے ایسی کیا بات تھی کہ تمہیں دو گھنٹے اس کے ساتھ رہنا پڑا۔

آپ تو جانتے ہیں فلک کا سب سے بڑا خواب اپنے ماں باپ کا سہارا بننا ہے اور اسکے بعد ڈاکٹر بننا اور شادی کے تو وہ نام سے بھی دور بھاگتی ہے۔

بس اسی ایک بات کا تو غم ہے اس بار وہ نہایت افسردگی سے بولا۔

بھئی صباء آنٹی چاہتی ہیں کہ فلک کی شادی کر دی جائے اور وہ بھی زمان انکل کے دوست کے بیٹے وقاص کے ساتھ وہ نکما تو میٹرک بھی پاس نہیں بس باپ کے پیسوں پر عیش کرتا ہے۔ سلمان کو شدید غصے کی حالت میں دیکھتے ہوئے سنبل نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی بھلائی جانی آخر بھائی کو کیا ہوا وہ سوچنے لگی۔

تم کھانا کھاؤ مجھے کچھ کام ہے سلمان تیز قدموں سے چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

عرفان ملک دوائیوں کے زیر اثر تھے جب رات کے تین بجے ایک عورت ان کے کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں کچھ پیپرز اور ایک پین تھا فلک اس وقت ٹیرس پر کھڑی ہوئی تھی جب اس نے دیکھا کہ اس کے باپ کے کمرے میں کسی کو داخل ہوتے فلک آہستگی سے چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

آپ یہاں کیا کر رہی ہیں فلک کو سامنے صباء کو دیکھ کر کچھ خاص حیرت نہ ہوئی وہ جانتی تھی جن لوگوں کو دولت کی بھوک ہو وہ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔

میں۔ وہ۔ وہ صباء کی آواز میں گھبراہٹ جسکا مطلب صاف تھا۔

ف کیجئے گا چچی جان پر گھبراتے وہ لوگ
غلط کرتے ہیں فلک نے ان کے لہجے کی مضبوطی
تمادی دیکھتے ہوئے صباء کی گھبراہٹ

رے چاچو نے کچھ پیپرز سائین
تھے بس اسی لیے آئی تھی بھائی صاحب
صباء اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی کوشش
ی۔
یہ کون سے پیپرز تھے جو دن کے اجالے
کے رات کی سیاہی میں سائن ہونے تھے
یت شائستہ انداز میں بات کر رہی تھی لیکن
بیوں نہ چچی کی ذہن میں تنکا۔صباء کی
ولی گھبراہٹ نے اسے وہاں سے جانے پر
دیا صباء کے جانے کے بعد فلک سونے پر
سوچ رہی تھی کہ شاید اسے اب زیادہ محتاط
پڑے۔
صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ گارڈن میں
صائم بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور زار و
رونے لگا۔ بابا ایک زوردار چیخ اس کے حلق
ں اور وہ دوڑتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔
ے میں سب موجود تھے عرفان کا وجود بستر
نیچے زمین پر تھا وہ دوڑتی ہوئی اپنے باپ کے
پہنچی۔ اپنے باپ کے سینے پر سر رکھ کر اس نے
کی دھڑکن کو محسوس کیا۔
حیدر صائم جاؤ گاڑی نکالو جلدی جاؤ فلک
پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ زمان ملک کو پہلی بار
س ہوا کہ وہ اپنے بھائی کو کھو رہا ہے۔ زمان
نے عرفان کو سہارا دے کر گاڑی تک پہنچایا
حیدر گاڑی تیز چلاؤ زمان کو چلاتے ہوئے
فلک کو جھٹکا لگا۔

انہیں کب سے فکر ہونے لگی میرے بابا کی
ابھی رات کو تو بھیجا تھا اپنی بیوی کو جائیداد ہتھیانے
کے لیے رات سے فلک کے ذہن میں بہت سار
ے سوالات ابھر رہے تھے لیکن اس وقت اسے
صرف اپنے باپ کی فکر تھی۔ جیسے ہی ہاسپٹل پہنچے
سلمان بھی وہاں آ گیا تھا سلمان صائم عرفان کی
حالت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ آئی سی یو میں
ہیں بابا ڈاکٹر کہہ رہے ہیں انہیں ہارٹ اٹیک ہوا
ہے صائم بات کرتے کرتے رونے لگا۔ سلمان
نے اسے گلے لگایا اور تسلیاں دینے لگا
فکر مت کرو انکل بالکل ٹھیک ہو جائیں گے
آئی سی یو کے باہر کھڑی فلک نور لگاتار رو رہی تھی

مس فلک بزنس کو سنبھالنے کے لیے جو چیز
سب سے زیادہ امپورٹنٹ ہے وہ ہے لوگوں کو
ڈیل کرنا اگر آپ لوگوں کو ڈیل کرنا جانتے ہیں تو
بزنس سنبھالنا کوئی مشکل کام نہیں ہے اور مجھے نہیں
لگتا کہ آپ کو لوگوں کو ڈیل کرنا سیکھنا پڑے گا یہ
کوالٹی آپ میں آل ریڈی موجود ہے۔ اور ہاں
ایک اور بات لوگوں پر اعتماد انسان کو ناکام بنا دیتا
ہے اور ویسے بھی آج کل تو اپنے بھی اعتماد کے
قابل نہیں ہوتے سلام ملک کا آخری جملہ کڑواہٹ
سے بھرا ہوا تھا۔ فلک کسی سوچ میں گم تھی جب
سلمان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی مس فلک کل
میری ایک میٹنگ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ
میرے ساتھ چلیں تا کہ آپ بہتر طریقے سے سمجھ
سکیں سلمان کا ہر انداز فلک کو سوچ میں مبتلا کر دیتا
۔سلمان کی زندگی میں ماں باپ دونوں کی کمی تھی
لیکن اس کے باوجود وہ مکمل شخص معلوم ہوتا تھا
جیسے اس کے پاس دنیا کے تمام جواہرات ہوں

والدین بھی۔
کیا ایک بات پوچھ سکتی ہوں آپ سے۔
فلک نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔
جی پوچھیے مس فلک۔ سلمان کے چہرے پر
خوشی کی لہر دوڑ گئی جب سے سلمان اور فلک کی
ملاقات ہوئی تھی فلک سوائے پارٹی والے دن کے
صرف آج کچھ بولی تھی شاید وہ اس بات سے
انجان تھی کہ کوئی اس کی آواز سننے کے لیے بے
تاب رہتا ہے اس کی مسکان کے لیے اپنے غم
بھلائے بیٹھا ہے اس کی ایک خوشی کے لیے اپنے
آپ کو داؤ پر لگانے کو تیار ہے۔
کیا آپ کو اپنی زندگی میں کوئی کمی محسوس
نہیں ہوتی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں کئی
سوال ابھرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اس
نے اپنی تمام تر کوششوں کو اکٹھا کرتے ہوئے
سوالات کے پیراگراف کو ایک جملہ میں پوچھا تھا
۔سلمان اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس
کے سوال کے پیچھے چھپی داستاں کو سمجھ چکا تھا۔
جس دن آپ مجھ پر اعتبار کرنے لگیں اس
دن میں اس سوال کا جواب دوں گا۔
اب میں چلتی ہوں سلمان کی نظروں کے
تعاقب میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ شرما سی گئی
پہلی بار سلمان ملک نے گھنی پلکوں کے سائے
تلے دو موتیوں کے خوشی سے چمکتے ہوئے دیکھا
گلابی چہرے پر شرمیلی سی مسکان سلمان کے لیے
کسی نوید کا پیغام تھی۔
وہ جا چکی تھی لیکن وہ منظر ابھی بھی اس کی
آنکھوں کے سامنے تھا۔ کاش میں اس لمحے کو
روک لیتا اس کے ہونٹوں کی معصوم سی مسکان کو
ہمیشہ قید کر پاتا کاش میں

فلک نور میری زندگی میں تمہاری
۔ میری اس کمی کو پورا کر دو مجھے پلکوں کے
تلے بسا لو اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ کو میرے
کر دو اپنے سارے غم مجھے دے دو میری
مکمل کر دو کاش۔ سلمان کئی دیر تک
خیالوں میں محو پرواز رہا۔

مس فلک آپ کے بابا کی طبیعت ا
ہے انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور یہ سب
وجہ سے ہوا ہے پلیز آپ ان کو ٹینشن
رکھیے گا اور ہاں آپ انہیں دو دن بعد
سکتیں ہیں۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد
دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکریہ ادا کیا
اور حیدر اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے
آپی اب بابا کی طبیعت ٹھیک ہے
تو رو نہیں حیدر اسے تسلی دینے کی کوشش کر
حیدر میں مر جاتی اگر بابا کو کچھ ہو
کے بغیر نہیں رہ سکتی نہیں رہ سکتی۔
فلک آپی آپ کو بابا جان بلا رہے
آئی سی یو سے باہر آیا۔ فلک اپنے
تھامے ان کے پاس بیٹھی تھی جب سلمان
فلک بیٹا تم جاؤ آج تم دونوں کو
لیے جانا ہے عرفان نے سلمان کو آتے
نہیں بابا جانی میں آپ کو اس
چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔
بیٹا میں بالکل ٹھیک ہوں سب
میرے پاس تم جاؤ میٹنگ بہت اہم
عرفان اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔
فلک انکل بالکل ٹھیک کہہ رہے
پاس تو سب لوگ ہیں تم چلو میٹنگ

میٹنگ ہے سلمان دروازے کے پاس کھڑا تھا فلک خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی فلک کے جانے کے بعد سلمان عرفان ملک سے کچھ فائل ڈسکس کرنے لگا۔ آئی سی یو سے باہر آ کر سلمان نے اپنی سیکرٹری کو کال ملائی۔

فائزہ آج میٹنگ کینسل کر دو۔

اوکے سر۔ دوسری طرف سے جواب وصول ہونے کے بعد اس نے کال بند کر دی۔

معاف کرنا فلک یہ بہت ضروری ہے وہ زیر لب مسکرایا۔

بھائی آج پھر فلک بہت پریشان تھی اس کی چچی تو بہت ہی غلط عورت ہے۔ فلک نے آنٹی صبا کو کسی آدمی کے ساتھ کورٹ میں دیکھا ہے اور ان دونوں کے ہاتھ میں کچھ پیپرز بھی تھے بھائی میں سوچتی ہوں کہیں فلک کی چچی تو کوئی افیئر تو نہیں چلا رہی۔ سلمان نے نہایت ہی تعجب سے سنبل کا چہرہ دیکھا۔

تم غلط سوچ رہی ہو خیر تم یہ بتاؤ فلک کیا سوچتی ہے۔

بھائی فلک کو لگتا ہے کہ اس کی چچی ان کی جائیداد ہتھیانا چاہتی ہے اور اس سب کے بعد وہ ان سب کو چھوڑ کے چلی جائے گی یہاں تک کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی۔

شی از ویری سمارٹ سلمان کو اس کی ذہانت [illegible] داد۔

[illegible] یہ آپ آنٹی صباء کے لیے کہہ رہے ہیں سنبل کو [illegible] کہے گئے جملے پر حیرانی ہوئی۔

ارے نہیں پاگل۔ میں تو یہ فلک کے لیے کہہ رہا ہوں میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگوں کو پہچاننے [illegible] ماہر ہے وہ میری سوچ سے

بھی زیادہ سمجھدار لڑکی ہے سلمان ملک جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سنبل کو ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سلمان کی ان باتوں کا کیا مطلب تھا شاید کوئی ایسا راز تھا جو اس سے چھپایا جا رہا تھا۔ سنبل کو جاگتا دیکھ کر سلمان اس کے پاس آیا۔

کیا بات ہے سنبل تم ابھی تک جاگ رہی ہو

بھائی کل میرے فائنل پیپرز سٹارٹ ہو رہے ہیں بس انہی کی تیاری چل رہی ہے سنبل کتابوں کو پھیلائے ہوئے بیٹھی تھی۔

تو کیا ارادے ہیں اس دفعہ کے فرسٹ آؤ گی یا ہمیشہ کی طرح سیکنڈ ہی سلمان اب اسے چھیڑ رہا تھا۔

بھائی آپ مجھے طنز کر رہے ہیں سنبل کو برا لگا

ارے نہیں میں تو بس پوچھ رہا ہوں سلمان نے اپنا دائیں بازو اس کے گرد حمائل کیا۔

بھائی میں ہمیشہ فرسٹ ہی آتی تھی لیکن جب سے فلک کے ساتھ میڈیکل میں ایڈمیشن لیا ہے تب سے میں سیکنڈ آنے لگی ہوں۔

بھائی آپ کو پتہ ہے جب میں نیو یونیورسٹی میں گئی تھی تو فلک ایک دم خاموش سی رہتی تھی اس کے رعب دار رویے کی وجہ سے سب اس سے بات کرنے سے گھبراتے تھے یونیورسٹی کے دو سال تک تو میں نے اسے کسی سے بات کرتے نہیں سنا تھا اور جب اس نے پہلی بار بات کی تو آپ جانتے ہیں کس سے۔

سنبل فلک کا ذکر کرتے ہی پر جوش ہو جاتی اس کی خوشی کو دیکھتے ہوئے سلمان اس کی باتوں کو غور سے سنتا اور فلک کا ذکر سلمان کے لیے نہایت ہی فرحت بخش تھا۔

جہاں تک مجھے لگتا ہے اس نے تم سے بات کی ہوگی سلمان نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا

بالکل بھائی اس نے سب سے پہلے مجھ سے ہی بات کی اور یہ بات کلاس کے لڑکے اور لڑکیوں کو ہضم نہیں ہو پا رہی تھی سنبل اب کتابوں کو ایک سائیڈ پر رکھ چکی تھی۔

وہ کیوں۔ سلمان نے بظاہر حیرانگی کا مظاہرہ کیا۔

کیونکہ بھائی فلک اتنی خوبصورت ہے کہ سب کا دل چاہتا تھا کہ وہ ان سے بات کرے اور پھر اوپر سے اس کی ذہانت باتوں کی سنجیدگی اور لہجے کا رعب۔ سلمان نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

بھائی میں بھی آپ کو اس سے ملواؤں گی آپ دیکھئے گا کہ وہ کتنی الگ ہے عام لڑکیوں سے وہ عام لڑکیوں کی طرح کمزور اور نازک نہیں ہے بلکہ وہ بہت مضبوط اور بہادر ہے سنبل بولتے بولتے لمحہ بھر کے لیے رکی۔

سنبل کبھی تم نے اس کے سامنے میرا ذکر تو نہیں کیا سلمان کو ایک دم یاد آیا۔

نہیں بھائی اسے صرف اتنا معلوم ہے کہ میرا ایک بھائی ہے اور اس کے علاوہ میرا کوئی نہیں سنبل اپنے بھائی کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے ماں باپ کے بارے میں سوچنے لگی۔

سنبل ہماری ماں زندہ ہے سلمان نے سنبل کو ہمیشہ بتایا تھا کہ ان کی ماں سنبل کی پیدائش کے فوراً بعد اس دنیا سے چلی گئی تھی اس کے باپ نے بھی اپنی بیٹی سے یہ بات چھپائی۔

بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سنبل کو جھٹکا لگا

[illegible]

تم تب ایک [illegible] کی تھی جب ہماری ماں پاپا کی ساری پراپرٹی لے کر چلی گئی پاپا بہت ٹوٹ چکے تھے لیکن پھر انکل عرفان نے پاپا کو سپورٹ کیا انکل اور پاپا کالج لائف سے ایک دوسرے کو جانتے تھے انکل نے ہر طرح سے پاپا کی ہیلپ کی جس دوران پاپا کا بزنس ابھی سٹارٹ نہیں ہوا تھا انکل عرفان میری اور تمہاری سکول فیس بھی پے کرواتے تھے تم ہمیشہ مجھ سے شکایت کرتی تھی کہ میں اور پاپا تمہیں ہوسٹل کی بجائے گھر میں کیوں نہیں رکھتے اس کی وجہ یہ تھی کہ گھر کے حالات ٹھیک نہیں تھے اور پاپا نہیں چاہتے تھے کہ تم پر کسی پریشانی کا اثر ہو دس سال بعد جب پاپا کا بزنس سٹارٹ ہوا تو پاپا نے انکل عرفان کے سارے پیسے لٹانے کی بات کی تو انکل بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اگر وہ کچھ دینا ہی چاہتے ہیں تو اس بات کا ذکر کسی سے نہ کریں کہ میں آپ لوگوں کو سپورٹ کیا ہے انکل کی فیملی بہت تنگ ذہن کی تھی اور وہ کسی صورت یہ قبول نہیں کرتے کہ انکل اپنے پیسے کہاں اور کس پر صرف کر رہے ہیں انکل نے یہ بات کسی سے نہ کی پانچ سال بعد پاپا کی کار ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی تب مجھے کوئی سمجھ نہیں تھی انکل نے اپنے بزنس کے ساتھ ساتھ ہمارے بزنس کو بھی سنبھالا آہستہ آہستہ مجھے بزنس میں ٹرینڈ کیا انکل مجھ سے اپنے گھر کی ہر پرابلم ڈسکس کرتے وہ زیادہ تر اپنی بیٹی کی وجہ سے پریشان رہتے تھے جسے اس کی دادی نے بورڈنگ میں بھجوا دیا تھا انکل جب بھی اس سے ملنے جاتے اس کی ایک تصویر لے آتے اور پورے گھر کے ساتھ ساتھ مجھے بھی دکھاتے میں نہیں جانتا کیسے مجھ اس لڑکی کی اداس تصویریں بے چین کرنے لگیں میں موقع ملتے ہی اس کی تصویریں اپنے

موبائل میں سیو کر لیتا اور دیکھتے ہی دیکھتے چار سال بیت گئے ایک دن انکل نے مجھے بتایا کہ ان کی بیٹی کا میڈیکل میں ایڈمیشن ہوگیا ہے اور وہ واپس آرہی ہے میرے دل کی حالت ایسی تھی کہ میں بیان نہیں کرسکتا میری آنکھوں میں چراغوں کی روشنی اور دل میں پھولوں کی مہک آبسی تھی میں بزنس کے بارے میں سب کچھ سیکھ چکا تھا اس لیے میں نے انکل سے معذرت کرلی کہ میں اب ان کے گھر نہیں آیا کروں گا اگر کوئی بات ہوئی تو ہوٹل وغیرہ میں ملاقات ہوجایا کرے گی کیونکہ میں جانتا تھا کہ انکل کی اپنی پریشانیاں میرے علاوہ کسی سے شیئر نہیں کرتے۔ میں خدا حافظ کہتے ہوئے گیٹ سے باہر آیا جب میں نے اپنی گاری سٹارٹ کی تو ایک گاڑی آکر رکی اس میں ایک لڑکی باہر آئی اگرچہ میں کچھ میل کے فاصلے پر تھا لیکن اس لڑکی کی آنکھوں کی اداسی اور ہونٹوں کی خاموشی میں نے صاف واضح محسوس کی پانچ سال میں جتنی بھی تصویریں اس کی میرے پاس آئیں وہ بالکل ان تصویروں سے مختلف تھی تصویروں میں تو شاید وہ اپنے باپ کی خاطر مصنوعی مسکراہٹ کو چہرے پہ سجاتی تھی لیکن اس وقت وہ بالکل اداس کھڑی اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی کافی دن گزر جانے کے بعد انکل نے مجھے بتایا کہ اس نے اسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے جہاں میں نے تمہارا کروایا تھا۔

میری یونیورسٹی میں کون ہے وہ لڑکی سنبل کو اپنے بھائی کی باتیں سن کر اتنا اندازہ تو ہوگیا تھا کہ سلمان اتنا ہینڈسم ہونے کے باوجود بھی کیوں لڑکیوں سے بھاگتا تھا اور کس کی وجہ سے [illegible] تھا۔

فلک نور۔ سلمان سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

کیا فلک نور۔ سنبل نے دہرایا۔ وہ بے یقینی کے عالم میں بیٹھی تھی اس کی آنکھیں نم تھیں بھائی آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں اور ہماری ماما وہ کہاں ہیں آپ نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی وہ اب ہماری ماں نہیں ہے میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے تم سلمان ملک کی بہن ہو جس نے اپنی ساری زندگی تنہائی میں گزارنے کے باوجود تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تمہیں ہر خوشی دی اور تم بھی ایسا ہی کروگی ہر کسی کے سامنے اپنا غم بیان کرنے والے کمزور لوگ ہوتے ہیں اور تم ایسی نہیں ہو تم میری بہن ہونے کے ساتھ ساتھ میری بیٹی بھی ہو میں ان لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو کسی ایک کمی کی وجہ سے اپنی زندگی تباہ کردیتے ہیں اور تم ایسا نہیں کروگی میں تمہارا باپ اور تمہاری ماں بھی ہوں اگر تم کہتی ہو تو میں کل سے شلوار قمیض پہن کر اوپر دوپٹہ لے لیا کروں گا۔ سلمان نے سنبل کو اپنے گلے لگایا اور دونوں کے قہقہے گونجنے لگے۔

آدھے گھنٹے کا سفر ایک گھنٹے میں طے کیا گیا تھا سلمان اسی انتظار میں تھا کہ کب فلک اس سے بات کرے لیکن اس کا انتظار انتظار ہی رہا۔ گاڑی کو ایک ریسٹورنٹ کے سامنے روکا گیا فلک خاموشی کے ساتھ وہ ایک روم میں بیٹھی تھی جہاں شاید میٹنگ ہونا تھی۔

ایم سوری فلک میں نے تم سے جھوٹ بولا آج کوئی میٹنگ نہیں ہے سلمان کو لگا ابھی وہ اٹھے گی اور چلی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا ویٹر ان کے پاس [illegible] فلک کچھ اولی تم۔ سلمان اسے غور سے دیکھ رہا۔

بلیک کافی۔ فلک پلکیں اٹھائے سلمان کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے خاموشی کی نظر ہوگئے ویٹر کافی رکھتے ہوئے چلا گیا۔

میں اپنے بابا جان سے بہت پیار کرتی ہوں میں ان کی ہر بات کو تسلیم کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن میں کبھی بھی یہ نہیں مان سکتی کہ چچی اور چچا جان ہمارا اچھا سوچ سکتے ہیں آج وہ ایسے ری ایکٹ کررہے تھے جیسے انہیں بہت تکلیف ہورہی تھی بابا کی اس حالت سے اور چچی جان تو رات کو بابا جان کے کمرے میں گئی تھیں۔ فلک نے ساری کہانی سلمان کو ایسے سنائی جیسے وہ اس پر اعتماد کرنے لگی ہو۔ سلمان کی خوشی اس کے چہرے پر نمایاں تھی فلک نور نے پہلی بار کسی مرد پر اعتماد کیا تھا اور وہ خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب شخص تصور کررہا تھا۔

میں کچھ بھی برداشت کرنے کو تیار ہوں لیکن اپنے ماں باپ کی معصومیت کا کسی کو فائدہ اٹھانے نہیں دے سکتی فلک کی آنکھیں نم ہونے لگیں

فلک تم ایک بہت برائیو لڑکی ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونے دوگی سلمان بات کررہا تھا جب صائم کا میسج آیا۔

بھائی بابا جان آپ کو بلارہے ہیں۔

فلک تم گھر چلی جاؤ اور میں انکل کے پاس رک جاؤں گا سلمان کو تھوڑی سی محسوس ہوئی

نہیں میں رک جاؤں گی۔

نہیں۔ تمہیں کل یونیورسٹی بھی تو جانا ہے، چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کرتا ہوں فلک کو اس پہ اعتماد ہونے [illegible] گی۔

سلمان بیٹا مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے عرفان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

جی کہیے انکل سلمان ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

بیٹا کل رات کو صباء پراپرٹی کے پیپر لے کر میرے روم میں آئی تھی مجھے سوتا دیکھ کر وہ واپس روم میں چلی گئی جب وہ کمرے میں پہنچی تو زمان جاگ رہا تھا زمان کو اس کے لالچ کا اندازہ تو تھا لیکن وہ اتنا آگے بڑھ جائے گی اس کا اندازہ نہ تھا اس کا ارادہ تھا ساری پراپرٹی لے کر چلے جانا تھا زمان بہت غصے میں تھا اس نے صباء کو طلاق دے دی اس کے چلے جانے کے بعد زمان میرے پاس آیا اور بہت رو رہا تھا مجھ سے معافی مانگ رہا تھا۔ سلمان ان سب باتوں کے دوران فلک کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا شک درست ثابت ہوا تھا۔

بیٹا صباء یہی تم لوگوں کی ماں ہے اس نے جب تمہارے پاپا کو میرے ساتھ ایک میٹنگ میں دیکھا تو زمان کو فورس کرنے لگی کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں لیکن زمان کے انکار کے بعد صباء نے تمہارے پاپا کو مارنے کا پلین بنایا صباء اور زمان ایک ریسٹورنٹ میں تھے وقار بھی وہی تھا صباء نے ایک ویٹر کو موٹی رقم دی اور وقار کے کھانے میں زہر ملا دیا جب وقار ڈرائیو کررہا تھا تو زہر کے زیر اثر اس کا گاڑی پر کنٹرول نہیں رہا اور اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا یہ سب زمان کو بھی کافی دیر بعد معلوم ہوا لیکن وہ صباء کو روکنے [illegible] مجبور تھا [illegible] بچوں [illegible] تھی۔

عرفان سامنے [illegible] سلمان کی آنکھوں میں

جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔
لیکن وہاں کچھ نہیں تھا نہ غم۔ نہ پریشانی۔ نہ حیرانی اور نہ ہی کوئی شکوہ۔
سلمان تم کچھ نہیں کہو گے۔
مجھے بابا نے یہ سب بتا دیا تھا کہ صباء ہی ہماری ماں ہے اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ انھیں مارنا چاہتی ہے میں نے آج تک اس بات کا ذکر نہیں کیا کیونکہ آپ لوگوں کو ہم پر بہت احسان ہیں اور وہ آپ کے گھر کی عزت تھی میرے پاپا کی تو اللہ نے زندگی ہی اتنی لکھی تھی جو چلا جاتا ہے اور جو رہ جاتا ہے دونوں میں اللہ نے ہمارے لیے بہتری رکھی ہوتی ہے۔
انکل جی مجھے بھی آپ سے ایک بات کرنی ہے سلمان نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔
ہاں بیٹا کہو عرفان کو اس پر فخر ہو رہا تھا
انکل اگر آپ کو مناسب لگے تو میں فلک سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔
تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی تم سے اچھا داماد اور مجھے کہاں ملے گا اور ویسے بھی تم اور فلک بزنس سنبھالنے میں بھی میرا ساتھ دو گے لیکن سلمان اسے رشتوں پر اعتماد نہیں ہے اس لیے وہ شادی جیسے رشتے سے بہت دور بھاگتی ہے
لیکن انکل مجھے پورا یقین ہے کہ وہ میری بات نہیں ٹالے گی۔ عرفان ملک کا غرور اس کی پاک دامن بیٹی تھی۔

فلک ہم بارات لے کر آ رہے ہیں انتظار کرو میرا اور میرے ہینڈسم سے بھائی کا سنبل کا لہجہ پر جوش تھا ہینڈسم سے بھائی کا انتظار۔ فلک آپی کر رہی ہیں کیا ان کی خوبصورت سی بہن کا انتظار ہم کر سکتے ہیں حیدر کا لہجہ شرارت سے بھرپور تھا۔
سنبل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھرنے لگی۔
اگر آپ کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں سنبل د سنبھلتے ہوئے بولی۔
یہ اعزاز اگر ہمیں مل جائے تو ہم او با مات بھی زیادہ امیر ہو جائیں گے ایک اور شوخ جملہ اچھالا گیا۔
او کے بائے پھر ملاقات ہوتی ہے سنبل کا گلابی چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا تھا۔ دونوں اطراف سے کال بند کر دی گئی تھی سنبل اور حیدر کی ملاقات فلک کی انگیج منٹ پر ہوئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں دونوں ایک دوسرے کو دل دے بیٹھے تھے۔ رضیہ بیگم اور زمان کو اپنی زیادتیوں کا احساس ہو چکا تھا اس لیے وہ فلک سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ رہے تھے پہلی بار رضیہ بیگم نے فلک کو بیٹیوں کی طرح سینے سے لگایا۔ فلک آج دل کھول کر روئی تھی اس نے رضیہ بیگم اور زمان کو معاف کر دیا تھا۔ اسے اس کے کھوئے ہوئے رشتے واپس مل گئے تھے بارات آ چکی تھی سلمان ملک آف وائٹ شیروانی میں کسی شہزادے کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔ سرخ جوڑے میں سجی فلک نور بالکونی کے پاس کھڑی تھی جب سلمان ملک کمرے میں داخل ہوا فلک کا دل پہلو میں زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے سلمان ملک کے دل میں اپنے لیے محبت کو اسی دن پہچان لیا تھا جب وہ پہلی بار اس سے پارٹی میں ملی تھی البتہ فلک نور نے اسے اپنا دل نکاح کے وقت دیا تھا اس نے اپنی خواہش پوری کی تھی اس کی خواہش تھی کہ جب تک وہ اپنے ماں باپ کے گھر رہے وہ اپنی ساری محبتیں ان کے لیے رکھے گی اور اس نے ایسا کیا تھا البتہ سلمان

اعتماد وہ پہلے دن سے یہ کرنے لگی تھی سلمان جانتا تھا کہ وہ چہروں کو پڑھنے میں ماہر ہے اس لیے سلمان نے اسے کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فلک اس کے چہرے سے اس کے دل کا سارا حال معلوم کر لے گی۔ آج فلک نور اس کی ہم سفر بنی تھی اور آج اس نے فلک نور بتایا تھا کہ اس کی زندگی میں صرف ایک ہی فلک کی کمی تھی۔ لیکن اب تو وہ دونوں مکمل ہو چکے تھے محبت کے دو پنچھی فضاؤں میں آزاد اڑ رہے تھے۔
زمان کو اس کی غلطیوں کی سزا بھی مل گئی اس کے بیٹے کی موت کی صورت میں مدثر غلط کاموں میں انوالو تھا اور اسے ابھارنے والے اس کے دوست ہی تھے زمان اب سارے بزنس کی دیکھ بھال اچھی طرح کرنے لگا البتہ بیٹے کا غم نہ گیا فلک اور سلمان کی شادی کے دو سال بعد ہی حیدر اور سنبل کی شادی ہو گئی۔
فلک نور نے اپنی جاب کے ساتھ ساتھ سلمان کے ساتھ مل کر بزنس کو بھی سنبھالا۔ فلک کو اس کی خود اعتمادی۔ کردار اور پاک دامنی نے ہمیشہ سلمان کی نظروں میں اعلیٰ مقام پر رکھا تھا رشتوں پر اعتماد انسان کو دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں دیتا ہر لڑکی کو اپنے کردار کو بلند رکھنا چاہیے تاکہ کوئی بھی اسے بری نظروں سے دیکھنے کا سوچ بھی نہ سکے اور اپنے والدین کے بھروسے کو قائم رکھنا چاہیے فلک نور نے اپنے والدین کے بھروسے کو بھی ہمیشہ قائم رکھا اور سلمان کی محبت کو بھی پالیا۔
قارئین کرام کیسی لگی میری اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

مفت
بے اولادی کورس
اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ میاں بیوی میں میڈیکل نقص ہو تو اولاد پیدا نہیں ہوتی لیکن بعض صورتوں میں میاں بیوی کوئی نقص نہ ہونے کے باوجود اولاد سے محروم ہوتے ہیں ایسے ہی شادی شدہ جوڑوں کے لیے ہمارے پاس ایک خاص مجرب نسخہ ہے جو کسی بزرگ کی عطا ہے [illegible] قرآنی عملیات مشتمل ہوتا ہے۔
درج ذیل امراض کا موثر علاج بھی دستیاب ہے
دائمی کمزوری، اعصابی کمزوری، بواسیر، [illegible]، دائمی قبض، جوڑوں کا درد، تبخیر معدہ، لیکوریا، ایام کی خرابی کے علاوہ
خاص مردانہ اور خاص زنانہ پوشیدہ امراض
[illegible] روحانی علاج بھی کیا جاتا ہے
اے آر رضوی
فون نمبر 0332-8544106
0306-0554288
[illegible]

خوابوں کا جہاں

--تحریر۔اسماء نصیب۔محلہ ہجویری۔فیصل آباد

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی خوابوں کا جہاں کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

سفیان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہاسٹل کے برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا وہ سفید کوٹ پہنے ہوئے ملک کے نامور ڈاکٹر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اپنے خوابوں کے جہاں میں کھویا ہوا کسی نے پیچھے سے آواز دی۔
سفیان۔۔۔ پر وہ جوں کا توں بیٹھا رہا کہ جیسے یہاں موجود ہی نہ ہو حسن نے زور سے اس کا کندھا ہلایا اور سفیان ایک دم گڑبڑھ گیا۔
ہاں۔
یار میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں اور تم ہو کہ سن نہیں رہے اور ان ڈاکٹروں کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو ان بیچاروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔
سفیان مسکراتے ہوئے کہا۔ ارے نہیں یار میں ان ڈاکٹروں کو [illegible] حسرت سے دیکھ رہا ہوں کیا میں بھی کبھی ان کی طرح پاکستان کا نامور ڈاکٹر بن سکوں گا جب میرا نام بھی سنہری حروف میں لکھا جائے گا ڈاکٹر سفیان حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
انشاء اللہ۔ جب ہم کسی چیز کسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے صاف نیت اور لگن سے محنت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور کامیابی دیتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے بندے کی محنت کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا تو میں حسن علی اپنے ہوش حواس میں یہ بیان دیتا ہوں کہ ایک دن آپ بہت بڑے ڈاکٹر بن جائیں گے تو اب ہم گھر چلیں ماں انتظار کر رہی ہوں گی دونوں مسکراتے ہوئے ہاسٹل کے گیٹ سے باہر آ گئے۔
حسن اور سفیان جگری دوست تھے دونوں کی شدید خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنیں دونوں پنجاب میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹ تھے۔ [illegible] میں بس فرق اتنا تھا کہ سفیان مڈل کلاس فیملی سے

تعلق رکھتا تھا سفیان کے والدین زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے سفیان کے والد مڈل پاس تھے اور ایک فیکٹری میں مزدوری کرتے تھے اور والدہ ہاؤس وائف تھی دونوں زیادہ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی سفیان بہت مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا تھا خوش قسمتی سے سفیان کے بڑے بھائی اور بھابھی بہت اچھے اور خوش اخلاق تھے دونوں نے سفیان کو کافی سپورٹ کائی اور مالی مدد کی یہاں تک کہ بھابھی نے اپنا زیور بیچ کر سفیان کو میڈیکل کالج میں داخلہ کے لیے پیسے دیئے۔

حسن علی ایک اپر کلاس فیملی سے تعلق رکھتا تھا اس کے لیے روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی لیکن کہتے ہیں ناں کہ ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی محرومی ضرور ہوتی ہے حسن علی کی سب سے بڑی محرومی اس کے والدین تھے جو اس کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے حسن علی وجاہت علی کا اکلوتا پوتا اور تمام جائیداد کا واحد وارث تھا حسن علی ۔اپنے دادا۔دادی کے ساتھ رہتا تھا اس کے دادا اور دادی اس پر جاں چھڑکتے تھے اور حسن علی کی ہر فرمائش کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے تھے کیونکہ ان دونوں کی خوشی اور بوڑھی زندگی کا آخری سہارا حسن علی تھا حسن علی اپنے والدین کی کمی بہت شدت سے محسوس کرتا تھا اسی لیے وہ اکثر سفیان کے گھر جاتا تھا سفیان کے والدین بھائی اور بھابھی اور بہن ارباب سب اسے اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے اس کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے سب اسے بہت پسند کرتے تھے۔حسن علی سفیان کے مالی حالات سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے اکثر کسی نہ کسی بہانے سے وہ سفیان کی مدد کرتا رہتا تھا۔

حسن علی اور سفیان کے خوابوں کے پورے ہونے کا وقت بہت قریب آرہا تھا دونوں اپنا لاسٹ سمسٹر بھی مکمل کر چکے تھے فائنل ایگزام ہو چکے تھے اور رزلٹ کا انتظار تھا۔صبح کے دس بج چکے تھے سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا سورج کی دھوپ ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن سفیان صاحب ابھی تک بستر پر اوندھے لیٹے سونے کا شغل فرما رہے تھے اور پاس پڑے ٹیبل پر فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔سفیان نے بیزاری سے فون اٹھایا۔

ہیلو کون۔۔۔

یار کون کے بچے رزلٹ دیکھا ہے۔

رزلٹ کا نام سنتے ہی سفیان کی آنکھیں کھل گئیں ہیں رزلٹ آگیا کیا ڈیٹ ہے یار۔

ادشت میں تو بھول گیا تھا کہ تم نے رزلٹ دیکھا ہے۔

ہاں ہاں ذرا سانس لو۔

دیکھ چکا ہوں میں رزلٹ حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ارے یار بتاؤ میری جان کیوں نکال رہے ہو۔اس نے بے تابی سے کہا۔

پھر دل تھام کر سنو میں تمہیں ایک ساتھ دو خوشخبری سنا رہا ہوں۔تم سیکنڈ ڈویژن حاصل کی ہے اور سفیان بہت بے تاب ہونے لگا۔

اور کیا۔اب بتا بھی دو حسن نے کوش ہوتے ہوئے بتایا۔

اور یہ کہ ہم دونوں سکیورٹی ہاسٹل میں جاب آفر ہوئی ہے۔

یاہو۔سفیان خوشی سے ناچنے لگا۔

حسن نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا ...یان تقریبا بھاگتا ہوا نیچے آیا اور صحن میں یاہو یا ...ے نعرے لگا رہا تھا سب اس کا شور سن کرا کھٹے ...ے گئے ارباب نے حیرت سے دیکھا۔

امی سفیان بھائی پاگل تو نہیں ہو گئے۔امی بھائی بھابھی اور ابو سب حیران کھڑے تھے ...یان نے ارباب کی بات سن لی اور خوشی سے ...ارباب اگر تم سنو گی تو تم بھی پاگل ہو جاؤ گی۔ ...ں پنجاب میں سکینڈ ڈویژن حاصل کی ہے اور ...رف یہی نہیں مجھے سوئل سکیورٹی ہاسٹل میں ...باب آفر ہوئی ہے۔

امی ابو تو خوشی سے رو پڑے سب نے سفیان ...و مبارک دی کہ اچانک سے ارباب نے پوچھا ...اور حسن بھائی کا رزلٹ تو سفیان کو ہوش آیا۔

اوشت میں نے اس سے پوچھا ہی نہیں بس اپنا سنکر بھاگ آیا سب لوگ ہنسنے لگے۔

کبھی انسان کو اس کی محنت کا پھل اس کی توقع سے بھی زیادہ ملتا ہے اور کبھی کبھی محنت کے باوجود بھی انسان ہار جاتا ہے خواہشات حسرتیں بن جاتی ہیں اور پھر ایک زخم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ایک زخم جس کا کوئی علاج نہیں اور یہ دیمک کی طرح اندر ہی اندر انسان کو کھا جاتا ہے لیکن سفیان کا شمار ان خوش نصیب لوگوں میں ہوتا تھا جن پر قسمت کھل کر مہربان ہوا اور وہ قسمت کا ہاتھ پکڑ کر اپنی منزل تک پہنچ گیا۔سفیان اب ہاسٹل میں ایک اچھا ڈاکٹر تسلیم کیا جا چکا تھا اور اس ارادے ہیڈ ڈاکٹر نواز سفیان کو بہت پسند کرتے تھے قسمت ایک بار پھر سفیان پر مہربان ہو رہی تھی ۔سفیان ریسٹ ٹائم اپنے کیبن میں بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا کہ اچانک ایک پری نما چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرا اور چائے کا کپ سفیان صاحب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور منہ کھلا رہ گیا اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا سفیان کی اس حرکت کو کیبن میں بیٹھے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا اور اب وہ سفیان کو غور سے دیکھ رہے تھے جب سفیان نے اپنے اردگرد دیکھا تو شرمندہ سا ہو گیا اتنے میں ایک سرونٹ آیا اور سفیان سے مخاطب ہوا۔

سر آپ کو سر نواز صاحب بلا رہے ہیں اپنے کیبن میں تو سفیان پہلے ہی وہاں سے ہٹ جانا چاہتا تھا فورا کھڑا ہو گیا اور سر نواز کے آفس کی طرف چل پڑا دروازے پر ہلکی سی دستک دینے کے بعد جیسے ہی سفیان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا سامنے ہی کرسی پر ڈھیر اس پری نما چہرے کو دیکھ کر پھر سے بوکھلا سا گیا لیکن ڈاکٹر نواز کی موجودگی کی محسوس کرتے ہوئے جلدی سے ہی سنبھل گیا۔

جی سر آپ نے مجھے یاد فرمایا۔

ڈاکٹر نواز مسکراتے ہوئے مخاطب ہوئے جی ہاں میں آپ کو اپنی بیٹی سے ملوانا چاہتا تھا۔سفیان صاحب ان سے ملیں یہ میری بیٹی ہے پری سفیان صاحب نے مسکراتے ہوئے اور کچھ حیرت سے پری کو دیکھا اور سلام کیا۔

پری نے بہت دل سے سلام کا جواب دیا۔

سفیان بالکل خاموش تھا اور حیران بھی پری نے ہی بات شروع کی وہ سفیان کے تاثرات دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔

پاپا گھر میں آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں میرے پاپا سے کافی امپریس ہیں اور میں آپ کی

تعریف سن کر ہی بہت بور ہو چکی تھی اسی لیے آج ڈی سائیڈ کیا کہ آج اس سفیان نامی ہستی سے تو مل کر ہی آؤں گی اسی لیے آج یونیورسٹی سے چھٹی ماری اور سیدھا ہاسٹل آ گئی۔ پاپا پری کی بات سن کر کھل کر ہنسے اور بولے

تو ٹھیک ہے آپ اس سفیان نامی ہستی سے ملیں اور میں ذرا اپنے پیشنٹ کو دیکھ آؤں۔ جیسے ہی ڈاکٹر نواز اپنے روم سے باہر گئے تو سفیان اور زیادہ پزل ہو گیا۔ اور پری نواز نے بولنے والی ایک مشین اس نے بولنا شروع کیا تو پھر بس چپ نہیں ہوئی ایک ہی سانس میں اپنا پورا بائیو ڈیٹا بتا دیا سفیان کو کہیں بھی بولنے کا موقع نہیں دیا خود ہی بات شروع کی اور خود ہی ختم اور سفیان بس حیران ہی حیران اتنے میں ڈاکٹر نواز روم میں آ گئے تو سفیان نے شکر کا سانس لیا۔ ڈاکٹر نواز نے سفیان سے پوچھا۔

ارے سفیان صاحب میری بیٹی نے آپ کو تنگ تو نہیں کیا۔

سفیان نے مسکراتے ہوئے کہا بالکل نہیں سر یہ تو بولتی ہی نہیں بہت کم گو ہیں آپ کی بیٹی۔ پری نے گھور کر سفیان کی طرف دیکھا جس پر ڈاکٹر نواز اور سفیان کا زوردار قہقہہ کمرے میں گونجا ہر دو دن بعد پری ہاسٹل آتی اور سیدھی سفیان کے روم میں جاتی اور مسلسل بول بول کر سفیان کا سر کھپاتی رہتی سفیان ظاہری طور پر تو بے زار ہونے کا ڈرامہ کرتا لیکن اندر ہی اندر وہ پری کو پسند کرنے لگا تھا پھر یہ پسند محبت میں تبدیل ہو گئی اگر کبھی کسی وجہ سے پری نہیں آتی تو وہ بے چین ہونے لگتا بار بار گیٹ کی طرف جاتا اور ہر آنے جانے والے کو دیکھتا رہتا۔

سفیان بھی بھی پری کو اپنے دل کی بات نہیں کہہ سکا کیوں کہ وہ اپنے اور پری کے درمیان اسٹیٹس کی دیوار کو توڑ نہیں سکتا تھا وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ پری ایک بہت ہی امیر باپ کی بیٹی ہے اور اپر کلاس فیملی سے تعلق رکھنے والی شہزادی ہے اور سفیان خود ایک مڈل کلاس فیملی سے بی لونگ کرتا ہے جو حسن جیسے دوست کے احساسات اور ماں باپ کے لیے گئے قرضوں کی وجہ سے ڈاکٹر بن سکا تھا ابھی تو اسے ترقی کرنی تھی اپنے آپ کو پری کے مد مقابل بنانے میں اسے ایک اور لمبا سفر طے کرنا تھا۔

لیکن کہتے ہیں کہ رب مہربان تے جگ مہربان اگر قسمت کسی پر مہربان ہو جائے اور اللہ ارادہ کرے کسی کو عزت دینے کا تو کوئی دیوار کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو گر ہی جاتی ہے سفیان ڈاکٹر نواز کے سامنے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگ سکتا تھا اور نہ پری سامنے اظہار محبت کرنے کی جرات کر سکا لیکن وہ یہ بات نہیں جانتا تھا کہ پری بھی سفیان کو دل ہی دل میں چاہتی ہے اور ڈاکٹر نواز وہ تو اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ کب ڈاکٹر سفیان سوالی بن کر ان کے دروازے پر آئے اور پری کا ہاتھ مانگیں ڈاکٹر نواز کو ایک ڈاکٹر داماد کی ہی ضرورت ہے جو شادی کے بعد ہاسٹل کا انچارج سنبھالے اور وہ خود اس ذمہ داری سے آزاد ہو جائے۔ ڈاکٹر نواز کے دو ہی بچے تھے اور دونوں سے کوئی بھی ڈاکٹر نہیں بننا چاہتا تھا بیٹا بزنس مین بن گیا اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سیٹل ہے اور پری ایم اے ڈی کر رہی ہے۔ سفیان اپنی فیلنگ شیئر کرنا چاہتا تھا بتانا چاہتا تھا کہ اسے پری سے زوروں کا عشق ہوا ہے وہ اب یہ بات مزید چھپا نا نہیں

چاہتا تھا پری سے تو کہہ نہیں سکتا تھا تو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے حسن کے پاس چلا گیا۔ سفیان کے دادا اور دادی کو ادب سے سلام کیا تو دونوں ہی سفیان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے حسن کے دادا نے سفیان سے پوچھا۔

کیوں بھئی میاں بڑے دنوں کے بعد آئے ہو۔ کہاں مصروف ہو آج کل سفیان کو بہت شرمندگی محسوس ہوئی کہ جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو فٹ سے بولا۔

دادا جی حسن کہاں ہے۔

وہ اپنے کمرے میں ہے جاؤ چلے جاؤ تم بھی سفیان نے جانے ہی میں عافیت سمجھی۔

سفیان حسن کے کمرے میں گیا تو حسن باتھ روم میں تھا حسن لیپ ٹوپ میں ڈائری لکھتا تھا اور آج وہ جلدی جلدی میں اسے وہی کھلا چھوڑ کر نہانے چلا گیا تھا۔ سفیان کی جونہی اس پر نظر پڑی سفیان نے اسے پڑھنا شروع کر دیا وہ جانتا تھا کہ یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے پھر بھی اس سے رہا نہ گیا۔

ارباب میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تمہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ میرے جذبات وفا میں میرا خلوص میری چاہتیں یہاں تک کہ میں خود سب تمہارا ہے میں یہ سب کچھ تمہیں سونپنا چاہتا ہوں پر ڈرتا ہوں کہ کہیں میں تمہیں اور سفیان کو کھو نہ دوں مجھے دنیا اور سماج کی کوئی پرواہ نہیں میرا دادا اور دادی کے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے بس ایک بہت اچھا اور مخلص دوست اور ارباب میری محبت اور میں تم دونوں کو کھونا نہیں چاہتا۔ سفیان گیا تو تھا اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لیکن وہاں سے مزید بوجھل ہو کر حسن سے ملے بغیر ہی گھر واپس آ گیا۔

حسن جیسے ہی باتھ روم سے نکلا تو حیران کہ سفیان اس سے ملے بغیر ہی چلا گیا لیکن جیسے ہی اس کی نظر لیپ ٹاپ پر پڑی وہ سمجھ گیا سفیان کیوں چلا گیا ہے۔ حسن سفیان سے کتراتا تھا نہ ہی اس کا فون اٹینڈ کر رہا تھا ایک دن سفیان اپنے کیبن میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ اچانک چھاپ سے دروازہ کھلا اور پری کی طرح اندر کمرے میں داخل ہوئی اور سفیان ہمیشہ کی طرح حیران ہوا۔ سفیان نے گھور کر نظر پری کو دیکھا پھر بولا۔

یار تم دستک دے کر نہیں آ سکتی ہو اچانک سے جنات کی طرح کمرے میں حاضر ہو جاتی ہو۔ جنات کی طرح نہیں پریوں کی طرح پری ہوں میں پری نے فٹاک سے جواب دیا تو سفیان ہنس پڑا۔

میں کیا کروں گھر میں کوئی ہوتا ہی نہیں میری بات سننے کے لیے بھائی بھابھی کراچی میں شفٹ ہو گئے ہیں۔

پاپا یہاں سارا دن اپنے مریضوں کے ساتھ چپکے رہتے ہیں اور ماما سوشل لیڈی کوئی بزی فارغ ہی نہیں میرے لیے جس سے میں بات کر سکوں بس ایک تم ہی بچتے ہو جس کے ساتھ میں ڈھیر ساری باتیں کر سکوں اور اب تم بھی مجھ سے بیزار رہتے ہو۔

اب تم کیا جانو کہ تمہارے آنے سے سفیان کے دل کے سارے ارمان کھل اٹھتے تھے سفیان نے دل میں سوچا اور خود ہی مسکرا دیا سفیان پری کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے بات کا رخ بدل دیا۔

اچھا تو تمہاری نظر میں میں فارغ ہوں۔

نی کام نہیں ہے تمہارے پاپا مجھے فری میں
یتے ہیں تو یہ زائے ہے تمہاری میرے
میں۔ تو پری نے بڑی معصومیت سے
یا یہ بات نہیں دراصل تم چپ چپ میری
سن لیتے ہو مجھے برداشت کرتے ہو ورنہ
پاس تو کوئی بیٹھتا ہی نہیں یونیورسٹی میں بھی
لی ہی بینچ پر بیٹھی ہوں پری کی بات سن کر
سے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گئی پری نے
سفیان کی طرف دیکھا اور عجلت سے بولی
یرا مذاق مت اڑاؤ میں جا رہی ہوں میں
طرف یہ بتانے آئی تھی کہ میں کچھ دنوں
لیے کراچی جا رہی ہوں میرے بھتیجے کی برتھ
ہے تو تم خوش ہو جاؤ کچھ دنوں کے لیے
میری بکواس نہیں سننی پڑے گی۔
سفیان یہ سن کر ایک دم اداس ہو گیا اور پری
ن سے باہر چلی گئی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا
اگر دیکھ لیتی تو جان جاتی کہ وہ اب سفیان
لیے کتنی اہم ہے۔ سفیان وارڈ میں مریضوں کو
رہا تھا وہ ون بائے بیڈ پر جا رہا تھا اور بہت
چھے انداز میں مریضوں سے ان کا حال چال
یافت کر رہا تھا کہ اچانک ڈاکٹر نواز بہت ہی تیز
ناری سے سفیان کے سامنے سے گزر گئے سفیان
بلدی سے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے سلام کا
واب بھی نہیں دیا وہ بھاگتے ہوئے وارڈ سے باہر
ل گئے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے باہر کے مین
ٹ کی طرف جا رہے تھے سفیان بہت ہی
ہوا کہ ڈاکٹر صاحب اتنی جلدی میں کیوں
سفیان سارا کچھ وہی چھوڑ کر ڈاکٹر نواز کے
کی طرف لپکا کہ شاید وہی سے کچھ وجہ معلوم
ئے سفیان نے ڈاکٹر نواز کے اسٹنٹ سے

پوچھا۔ یہ ڈاکٹر نواز صاحب کہاں گئے ہیں اتنی جلدی میں۔

وہ ڈاکٹر صاحب کی بیٹی پری شاپنگ کے لیے مارکیٹ گئی تھیں وہاں بم بلاسٹ ہو گیا ہے۔

لیکن وہ تو کراچی گئی ہیں۔

جی ہاں سفیان صاحب بلاسٹ کراچی میں ہی ہوا ہے جا کر ٹی وی تو دیکھئے کہ کتنا بڑا بلاسٹ ہوا ہے۔ سفیان کو یقین نہیں آ رہا تھا تو اس نے ایک اور سوال کر ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ پری بھی اس ہی مال میں گئی ہیں جہاں بلاسٹ ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے بیٹے نے ابھی کال کر کے بتایا کہ پری اسی مال میں گئی تھی اور اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں سفیان کی آنکھیں چھم چھم برس رہی تھیں ہونٹ غم شدت سے کانپ رہے تھے اور پھر آہستہ آہستہ اس کا پورا وجود کانپنے لگا۔ اسٹنٹ نے جلدی سے سفیان کو کرسی پر بٹھایا اور اسے پانی کا گلاس دیا۔

سفیان صاحب کیا ہوا ہے آپ ٹھیک تو ہیں پلیز پانی پئیں۔ لیکن سفیان اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا۔

ایک ماہ گزر چکا تھا اور پری کا کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا سفیان ہر وقت اپنے کمرے میں بند رہتا تھا نہ ہی کسی سے بات کرتا تھا نہ کچھ ٹھیک طرح سے کھاتا پیتا تھا اور اگر کبھی ہوسٹل جاتا تو پری کی یادیں اس کا وہاں رکنا محال کر دیتی تھیں اسے ہر طرف سے چوڑی کی بولنے کی آوازیں ہنسنے کی آوازیں آتی تو وہ بے چین ہو کر اپنی طبیعت کا بہانہ بنا کر گھر آ جاتا پھر سے اپنے کمرے میں

بند ہو جاتا سب گھر والے اس کے حال پر پریشان تھے سفیان کے والدین بھائی بھابھی اور ارباب سب باری باری اس نے نارمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن سب ناکام ہو گئے تنگ آ کر سفیان کی والدہ نے حسن کو فون کیا اور تمام صورتحال سے حسن کو آگاہ کیا۔ حسن سفیان کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی تو حسن نے خوش ہی دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا حسن کو کمرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ما سوائے اندھیروں کے حسن نے خود ہی لائٹ آن کی تو سفیان نے روشنی کی وجہ سے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا جو پری کی یاد میں رو رو کر لال ہو چکی تھیں جب حسن نے سفیان کا حال دیکھا تو حیران رہ گیا حسن چپ چاپ جا کر سفیان کے پاس بیٹھ گیا کچھ دیر کمرے میں یونہی خاموشی طاری رہی کچھ لمحوں کے بعد حسن نے خود ہی بات شروع کر دی۔ سفیان تم سن رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں سفیان بالکل خاموش تھا۔ حسن کی کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ تو حسن نے تقریباً ہار مانتے ہوئے سفیان سے پوچھا۔ بس حسن کا اتنا کہنا تھا کہ سفیان پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ سفیان کے اندر آنسوؤں کا جو سیلاب تھا ایک ماہ سے ٹھہرا ہوا وہ آج سارے بند توڑ کر بہہ نکلا حسن سے سفیان کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی حسن نے بہت مشکل سے سفیان کو سنبھالا تھا تب سفیان نے حسن کو پری کے متعلق بتایا حسن نے ساری صورتحال کو سمجھنے کے بعد سفیان کو سمجھایا۔

سفیان پری ڈاکٹر نواز کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر نواز اس وقت کیسی اذیت سے گزر رہے ہیں اس کا اندازہ تم کر سکتے ہو نہ ہی میں۔ جس باپ کو یہ نہ پتہ ہو کہ اس کی بیٹی زندہ ہے یا نہیں اور وہ اسے دیوانوں کی طرح تلاش کر رہا ہے اس باپ کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی تم نے خود کو کمرے میں بند کر لیا اور بس یہی حل ملا تمہیں اپنی مشکل کا یہ ہے تمہاری محبت۔

ڈاکٹر نواز کو اس وقت ضرورت ہے تمہاری ہو سکتا ہے پری زندہ ہو اور کسی نہ کسی ہوسٹل میں زیر علاج ہو پری کو تلاش کرنے میں تمہیں ڈاکٹر نواز کی مدد کرنی چاہئے اور ان کی غیر موجودگی میں ہوسٹل کی ذمہ داری سنبھالنا چاہئے تو سفیان کو جیسے ہوش آیا اور اس نے ہاتھوں کے کی ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں صاف کیں۔

ہاں یار تم ٹھیک کہتے ہو سر کو ضرورت ہے میری اور میں یہاں کمرے میں بیٹھا ہوا ہوں۔

سفیان نے اب باقاعدگی سے ہاسٹل جانا شروع کر دیا۔ تھا اس نے اب ڈاکٹر نواز کی غیر موجودگی میں ہوسٹل کی ساری بھاگ دوڑ سنبھال لی تھی اب سفیان بھی لاہور واپس آ جاتا اور کبھی پری کو تلاش کرنے کے سلسلے میں کراچی میں چلا جاتا ڈاکٹر نواز اور سفیان کو جہاں سے بھی پری کے بارے میں خبر ملتی وہ وہی پہنچ جاتے لیکن وہاں پہنچ جاتے لیکن وہاں پہنچ کر مایوس ہو کر واپس لوٹ آتے۔

ڈاکٹر نواز اور سفیان پری کو کراچی کے ہر گورنمنٹ پرائیویٹ ہوسٹل میں چیک کر چکے تھے لیکن پری کا کوئی نام و نشان نہیں مل رہا تھا اب تو ڈاکٹر نواز بھی مایوس ہونے لگے تھے۔

یار چھ ماہ گزر گئے پری کو تلاش کرتے اور چھ ماہ گزر گئے مجھے سوئے ہوئے بھی ان چھ ماہ میں میں ایک بھی رات سویا نہیں ہوں اور میری بیوی

تمام رات بیٹھے رہتے ہیں پری کی باتیں کرتے ہیں اس کی تصویروں کو دیکھتے ہیں اور روتے ہیں پھر ایک دوسرے کو چپ کرواتے ہیں حوصلہ دیتے ہیں خدا کے حضور گڑگڑاتے ہیں اپنی بیٹی کی خیریت کی اس کے مل جانے کی دعا میں مانگتے ہیں اگر کبھی آنکھ لگ جاتی ہے تو فورا آنکھ کھل جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے پری نے آواز دی ہو اس نے مجھے پکارا ہو۔

پری ہم سب کی بہت لاڈلی تھی بہت پیار کرتے ہیں نازوں سے پالا ہے ہم نے اسے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میری بیٹی یہ دکھ بھی اٹھائے گی سفیان چپ چاپ ڈاکٹر نواز کی ساری باتیں سن رہا تھا وہ جانتا تھا کہ آج ڈاکٹر نواز صاحب بہت دکھی ہیں سفیان ڈاکٹر نواز نے پھر سے اسے پکارا۔

جی سر۔

یار میں نے ایک بہت بڑا اور خوبصورت گھر خریدا تھا پری کے لیے سوچا تھا کہ میں پری کی شادی پر اسے تحفے میں دوں گا میں اور پری کی ماں نے پری کی شادی کی ساری شاپنگ کر لی تھی ہم دونوں تمہارے گھر آنے کے بارے میں سوچ رہے تھے بلکہ پری کے کراچی سے واپسی کا انتظار تھا ہمیں۔ ڈاکٹر نواز مسکرانے لگے پھر دھیرے دھیرے سے بولے پری تمہیں پسند کرتی تھی اس نے یہ بات مجھے اور اپنی ماں کو بتائی تھی وہ ہم سے کچھ نہیں چھپاتی تھی بالکل دوستوں کی طرح تھی میں نے اور عالیہ نے پری کے لیے گھر گاڑی جیولری اور اسکے اکاؤنٹ میں ایک کثیر رقم جمع کر دی تھی تاکہ تم سے شادی کے بعد ہماری بیٹی کو کوئی پرابلم نہ ہو جیسے وہ ہمارے گھر میں رہتی ہے ایسے ہی شادی کے بعد بھی رہے پری کو کوئی دکھ کوئی تکلیف نہ پہنچے لیکن میں اپنی بیٹی کو اس تکلیف سے نہیں بچا سکا پتہ نہیں وہ کہاں ہے کس حال میں ہے اس کے بعد ڈاکٹر نواز پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے سفیان کی آنکھیں بھی برسنے لگی ایک دن سفیان ہوسٹل سے گھر واپس آیا تو گھر میں کچھ مہمان بیٹھے ہوئے تھے امی ابو بھائی اور بھابھی اور ارباب سب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سفیان نے انھیں سلام کیا تو امی نے جلدی سے ان سے سفیان کا تعارف کروایا جب وہ لوگ چلے گئے تو سفیان نے امی سے پوچھا۔

یہ کون لوگ تھے امی۔

یہ اپنی ارباب کو دیکھنے آئے تھے۔

کیوں دیکھنے آئے تھے۔

بدھو شادی کے لیے اور کس لئے۔ رباب کی شادی کا سن کر جیسے کسی نے سفیان کے سر پر بم پھوڑا ہو سفیان کو فورا حسن کا خیال آ گیا سفیان فورا امی کے پیچھے بھاگا۔

امی کہیں آپ لوگوں نے ان لوگوں کو ہاں تو نہیں کر دی۔

نہیں ابھی کی تو نہیں لیکن ارادہ ہے کہ کر دیں گے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور یہ سب طے کر دیا۔

تمہیں ہوش کہاں ہے یہاں پاس کب بیٹھتے ہو ہمارے۔

سوری امی۔

پر کچھ بھی ہو آپ ان لوگوں کو ہاں نہیں کریں گے بلکہ آپ انھیں منع کر دیں۔

لیکن بیٹے کیوں ایک بار لڑکے سے مل تو لو بہت اچھا رشتہ ہے مجھے نہیں دیکھنا کسی کو اور میں نے اس سے بھی اچھا رشتہ تلاش کر لیا ہے ارباب کے لیے ماں حیران ہو گئی تم نے۔

ہاں ماں میں نے کیوں میں نہیں کر سکتا۔

ماں ہنس پڑی کر سکتے ہو آخر کار بھائی ہو اس کے تو پھر بتاؤ کون ہے لوگ کیسے ہیں۔

ابھی نہیں پہلے ارباب کو بتاؤں گا پھر آپ کو

ارے بھئی ہم بڑے ہیں اس کے پہلے ہمیں تو بتاؤ۔

بتاؤں گا لیکن کہا نا ماں بعد میں۔

سفیان سیدھا ارباب کے پاس گیا۔ ارباب بھائی کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

ارے واہ آج چاند کس طرف سے طلوع ہوا ہے جو آپ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے ہیں۔

میرا خیال ہے چاند آج بھی اسی طرف سے طلوع ہوا ہے جہاں سے روز ہوتا ہے سفیان نے مسکرا کر جواب دیا تو دونوں ہنس پڑے ارباب میں تم سے کوئی بات کرنے آیا ہوں۔

جی کیجئے بات بھائی۔

ارباب اگر کوئی آپ سے بے پناہ محبت کرتا ہو تو آپ کو پوجتا ہو دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہو تو لیکن کہنے کی جرات نہیں کرتا تو آپ کو کیا کرنا چاہئے۔

ارباب سوچ کر بولی اگر وہ کہتا ہی نہیں تو اسکا مطلب ہے کہ وہ آپ کی عزت کرتا ہے اور جس انسان کو محبت اور عزت دونوں ایک ساتھ مل جائیں تو وہ بہت قسمت والا ہے کیونکہ آج کل مادہ پرستی کے دور میں یہ دونوں چیزیں بہت مشکل ملتی ہیں۔

اگر میں کہوں کہ وہ قسمت والی تم ہو تمہیں کوئی بے پناہ چاہتا ہے اور تمہاری عزت بھی کرتا ہے تو۔۔

تو کیا ارباب نے الٹا سوال کر دیا۔

تو پوچھو گی نہیں کہ وہ کون ہے۔

کون ہے وہ بدنصیب

وہ بدنصیب حسن ہے

ارباب ایک دم چیخ اٹھی۔۔ کیا۔ حسن بھائی

ہاں حسن بھائی۔

کیا یار میں نے بغیر اجازت اس کی ڈائری پڑھ لی تھی اور یوں اس کا حال دل معلوم ہو گیا اب پلیز بھائی والا لفظ ہٹا کر اس کے بارے میں سوچو اور پھر مجھے بتاؤ بس اتنا یاد رکھو عورت کو محبت اور عزت مشکل سے ملتی ہے سفیان تو چلا گیا لیکن ارباب سوچ میں پڑ گئی۔ آخر کار ارباب نے اس رشتے کے لیے ہاں کر دی۔ لیکن باقی گھر والے پریشان تھے حسن تو سب کو بہت پسند تھا لیکن دونوں فیملیوں کے درمیان اسٹیٹس کا جو فرق تھا وہ پریشانی کی وجہ تھی لیکن آہستہ آہستہ سب مان گئے سفیان نے کال کر کے حسن کو ہوسٹل بلایا حسن نے آتے ہی پوچھا۔ تم نے مجھے ارجنٹ کیوں بلایا کیا کام تھا مجھ سے۔

سفیان بولا بیٹھ تو جاؤ تھوڑا سانس تو لو۔

لو بیٹھ گیا اب بتاؤ۔

سفیان نے دو کپ چائے منگوائی۔ حسن بھی اب چپ چاپ بیٹھ گیا کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ چائے کے دوران سفیان نے حسن سے پوچھا تو تم کب اپنے دادا اور دادی کو ہمارے گھر لا رہے ہو۔

حسن حیران ہو گیا۔ کس لیے۔

سفیان غصے سے میرے لیے شادی نہیں کرنی ارباب سے۔

ہاں پھر مجنوں بن کر صحرا میں جانے کا ارادہ ہے۔

حسن پہلے تو حیران ہوا پھر خوش ہو گیا۔

بہت ہی کمینے ہو تم سفیان۔

دوست ہوں تمہارا تم نے اتنی مدد کی میری اب میری باری ہے۔

حسن کے دادا اور دادی پہلے ہی سے اس رشتے پر راضی تھے وہ تو صرف اپنے پوتے کی خوشی چاہتے تھے جلدی ہی حسن اور ارباب کی منگنی کی تاریخ طے ہو گئی منگنی والے دن سفیان تیاریوں میں مصروف تھا سارا ارینج منٹ اس نے ہی کرنا تھا کہ کوئی بار بار فون کر کے اسے تنگ کر رہا تھا دوبارہ سے فون کی بیل ہوئی سفیان نے بہت ہی بیزاریت سے فون اٹھایا۔

ارے یار تم کون ہو کیا چاہتی ہو بار بار کیوں فون کر رہی ہو۔

لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا کہ آپ پانچ منٹ بھی مجھ سے بات نہیں کر سکتے۔

سفیان نے غصے سے جواب دیا کہ نہیں میں پانچ منٹ بھی آپ سے بات نہیں کر سکتا۔

کیا میری اتنی بھی اہمیت نہیں ہے آپ کے لیے لڑکی جواب دیا۔

آپ ہیں کون۔ جو بار بار اپنی اہمیت جتا رہی ہیں۔

میں آپ کی جان جگر ہوں۔

بہت ہی فضول ہو تم۔۔سفیان نے غصے سے فون بند کر دیا۔ ابھی اس نے فون رکھا ہی تھا کہ بیل دوبارہ سے ہونے لگی۔ سفیان نہایت ہی غصے سے فون ریسیو کیا۔

دیکھو تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ مجھے فون نہ کرو ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔

آپ تمہاری تمیز کی ایسی کی تیسی اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی بہن کی منگنی میں آ سکتی ہوں پھر آپ شوق سے میرا منہ توڑ لیجئے گا۔

آپ ایک بار سامنے تو آئیں بہت بے چین ہوں میں آپ سے ملنے کے لیے۔

تو پھر لیجئے میں آ رہی ہوں۔ سفیان بار بار گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھتا رہا پھر واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ حسن اور ارباب دونوں بہت خوش لگ رہے تھے حسن تو خوشی سے چہک رہا تھا۔ اچانک سے وہ آ گئی جس کا سفیان کو انتظار تھا۔ سفیان گیٹ کی طرف بھاگا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کو پکڑ کر اپنی بانہوں میں جکڑ لے چوم لے اور اپنی چھ ماہ کی تشنگی کو بجھا لے وہ کوئی اور نہیں پری تھی۔

اب ایسے معصوم بن کر کھڑے ہو فون پر تو میرا منہ توڑ رہے تھے توڑو اب سفیان چپ چاپ کھڑا رہا تھا۔ بڑی محبت کرتے ہو مجھ سے لیکن میری آواز نہیں پہچان سکے کیا خاک محبت کرتے ہو۔ پری ناراض کھڑی تھی تو سفیان بولا۔

ہاں محبت کرتا ہوں تم سے بے حساب بے پناہ لازوال اور ہاں تمہارے پہلے فون پر ہی پہچان گیا تھا تمہیں لیکن کیا ہے تم نے مجھے اتنا تنگ کیا اتنا رلایا تھا اب اتنا حق تو میرا بھی بنتا تھا میرا کہ میں بھی تمہیں پریشان کروں اور ڈاکٹر صاحب نے تمہارے ملنے کی خبر دے دی تھی مجھے۔

اف یہ پاپا بھی نا سارا مزہ خراب کر دیتے ہیں ویسے بھی یہ سب تمہاری ہی غلطی ہے کہ سفیان صاحب۔

میری کیا غلطی ہے۔

اگر محبت کا اظہار پہلے ہی کر دیتے تو میں کراچی جاتی ہی نہیں۔

اگر میں نے نہیں کیا تھا تو تم کر دیتی۔

میں کیوں کرتی میں تو لڑکی تھی۔

شکر ہے تمہیں یہ احساس تو ہے کہ تم لڑکی ہو پیچھے سے ڈاکٹر نواز نے آواز دی ارے بھائی یہیں لڑتے رہو گے۔ یا پھر ہمیں اندر بھی بلاؤ گے۔ جب سفیان نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا وہاں ڈاکٹر صاحب اور ان کی پوری فیملی موجود تھیں سفیان نے سب کو سلام کیا اور ان کو اندر بلایا۔ ڈاکٹر صاحب بولے

بھئی سفیان آج میں پوری تیاری کے ساتھ آیا ہوں آج اسی اسٹیج پر میں تمہاری اور پری کی منگنی بھی کر کے ہی جاؤں گا۔

سفیان چونک گیا۔ عالیہ بیگم ہنستے ہوئے بولیں چونکو مت سفیان تمہاری ماں اور ابو سے بات ہو چکی ہے ہماری سفیان نے پیچھے مڑ کر پری کی طرف دیکھا جو فاتحانہ انداز سے مسکرا رہی تھی

سفیان نے پری سے بولا۔

پری پلیز یار شادی سے دو دن پہلے مجھے بتا دینا کہ میری شادی ہے تب اس طرح پوری تیاری کے ساتھ دلہن بن کر میرے سامنے مت کھڑی ہو جانا اور کہنا سفیان آج ہماری شادی ہے۔

پری شٹ اپ۔

پری سفیان کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج پر لے گئی تو گھر آ کر ارباب اور حسن کے درمیان میں بیٹھ گئی۔ اور بولی پیچھے ہٹو یار اب ہماری باری ہے۔ سب ہنس پڑے سفیان کے خوابوں کا جہاں مکمل ہو گیا تھا۔

ماں کے نام

وہ میری بدسلوکی پر بھی مجھے دعا

آغوش میں لے کر سب غم بھلا

یوں لگتا ہے جیسے جنت سے آ رہی

جب وہ اپنے پلو کی ہوا مجھ

میں جو انجانے میں کروں

میری ماں اس پر بھی مسکرا

کیا خوب بنایا ہے رب نے ر

ویران گھر کو بھی ماں جنت بنا

ماں کے بغیر میرا کون

یہ سوچ کبھی کبھی رلا

(ملک ندیم عباس ڈ

برق گرنے لگی پھول

پھر تماشہ ہلاکت کا

دیکھ کر آدمیت کو و

ایک شاعر کا دل آج

(ملک ندیم عباس ڈ

غزل

میں نے تم سے پیار کر کے کیا کھویا

کیسے بتاؤں کہ دل کو ہر وقت میں نے

تم کہتے ہو کہ ہر چھوٹی سی بات پہ

میں کہتی ہوں کہ تیری ہر بات نے دل کا

پہلے تھی میں آزاد پنچھی نہ تھی فکر

اب تو ہر وقت دل کو تیری ہی یاد میں میں

نہ بے رخی کیا کرو مجھ سے او

تیری ذرا سی بے رخی پہ میں نے آنکھوں کو

یقین ہے مجھ کو کہ تم ساتھ نبھاؤ گے

کیونکہ ہر وقت ہاتھوں کو دعا میں تیرے لیے

(انعم

مجبور عورت

تحریر۔ سونو گوندل۔ جہلم۔

یاسر بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی مجبور عورت کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا اسلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

یہ معاشرہ مرد کا ہے عورت تو مجبورا مرد کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہے عورت ہمیشہ سے ہی مجبور ہے اور مجبور ہی رہے گی جو عورت کا مقام ہے وہ مقام کب ملے گا عورت کو۔

ہمارے اس معاشرے کی عورت کب تک مجبور رہے گی عورت کی مجبوریاں کب ختم ہوں گی ختم ہو بھی یا نہ۔ میری کہانی ایک ایسی ہی مجبور عورت کی کہانی ہے جو ہر رشتے سے مجبور ہے چلیں اسی کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

ہم پانچ بہنیں اور ایک ہی بھائی ہیں میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی اپنے والدین کی میری پیدائش پہ خوشیاں تو نہیں مگر غم بھی نہیں منائے گئے میرے ابو محنت مزدوری کر کے لے آتے اور امی مساوات کے ساتھ گھر میں بچوں کی ضروریات پوری کر دیتی تھیں میں یعنی ہانیہ احمد بہنوں کی لاڈلی اور بھائی کی رانی پڑھائی میں فرسٹ آنے والی ہر کام پہ کہتی تھی کہ مجھ سے نہیں۔ غصہ سے بھرپور میں پڑھتے پڑھتے جب ہائی سکول میں گئی تو ایک لڑکے سے پیار کر بیٹھی شروع شروع میں تو پیار ہو جائے تو ایسا لگتا ہے کہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت اور اس دنیا میں کوئی نہیں ہو گا۔ میں بھی اڑتی رہی ہواؤں میں اور خبر ہی نہ ہوئی کہ میں کس کی منگیتر ہوں جب خبر ہو گئی تو میں اڑتی اڑتی ایسا گری کہ ہوش نہیں رہی جب ہوش آیا تو خبر ملی کہ میں اسد کی منگیتر ہوں دل کیا کہ سب کچھ چھوڑ کر چلا جاؤں اپنے علی کے پاس مگر ہائے رے مجبوری۔ والدین کا منہ دیکھا تو دل سے صدا آئی کہ چھوڑ دو پیار کو اپنا لو اسد کو میں اس باپ کو مارنا نہیں چاہتی تھی جس نے اتنی محنت سے ہم بہنوں کو تعلیم دلوائی تھی سو میں نے رشتوں سے مجبور ہو کر اسد سے شادی کر لی اسد بہت اچھا تھا میں اس علی کو بھول گئی [illegible] میں نے [illegible] پیار کیا تھا اسد کا ساتھ پا کر کوئی بھی لڑکی خود کو بہت خوش نصیب تصور کر سکتی تھی میں بھی لڑکی تھی اسد کی فلمی باتیں اور رومانوی میں میں ایسا گم ہو گئی کہ اپنی بد قسمتی کو بھول گئی شادی کو ابھی دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ڈاکٹر نے خوش خبری دی سب کہنے لگے کہ ہانیہ احمد بہت خوش قسمت ہیں جسے اللہ نے اتنی بڑی خبر دی ہے کہ لوگ ترستے ہیں ایسی خوشیوں کو اسد میرا بہت خیال رکھتے تھے سارا دن باتوں میں گزر جاتا تھا اور خبر بھی نہ ہوتی کہ رات بھی اکثر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی گزر جاتی تھی۔ میری ماں میری زندگی میرا باپ میرا سہارا انہیں دنوں خوش قسمتی سے اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے گئے اور یہ خوش قسمتی ہی ہوتی ہیں کے اس کے گھر میں موت بھی مل جائے میری ماں میری زندگی سے چلی گئی اور میرا باپ بے سہارا چھوڑ گیا اور یہ بھی خوش قسمتی تھی میری اللہ پاک نے مجھے اپنی رحمتوں سے نوازا تھا اللہ نے مجھے بیٹی دے کر ماں کا رتبہ عطا فرمایا میں خوش قسمت تھی کہ اللہ راضی ہے جو اس نے اپنی رحمت میری آغوش میں دی ہے مگر اسد خفا خفا سا تھا اسد اتنا خفا تھا کہ اس دن کے بعد بات نہیں کی اسد میری بیٹی بسم اللہ سے بات نہیں کرتا تھا اور پیار بھی نہیں کرتا تھا بسم اللہ ابھی چھ ماہ کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ ڈاکٹر نے پھر سے خوش خبری سنا دی تھی اسد پھر میرا بہت خیال رکھتا تھا نو ماہ بس دن اسد نے میرا بہت خیال رکھا پھر اللہ نے مجھے اپنی رحمت سے نوازہ میری آغوش میں دوسری بیٹی فاطمہ آ گئی۔

اسد کو بیٹا چاہیے تھا اور میں نے مسلسل دو بیٹیوں کو جنم دیا تھا اسد کچھ خفا ہو گیا فاطمہ ابھی [illegible] کی ہی ہوئی تھی کہ اسد نے پھر تعلق بڑھانے پر اصرار کر دیا میرے انکار میں ان کا جواب یہ ہی تھا کہ عورت کو بہت گناہ ملتا ہے جب مرد کو تسکین نہ دے۔ ابھی فاطمہ چار ماہ کی ہی تھی کہ پھر سے ایک خوشخبری ملی اسد تو بہت خوش تھا کہ کیا پتہ اس بار اللہ چاند سا بیٹا دے مگر اب کی بار اللہ بہت راضی تھا اللہ نے جڑوانوں بیٹیاں دے دی اسد ہمیشہ کی طرح اب بھی خفا خفا ہو گیا مگر اب کی یہ خفگی میری جان نکال کر ختم ہو گئی اسد پندرہ دنوں کے لیے گھر آئے اور کہا۔

ہانیہ احمد تم اپنی بیٹیوں کو لے کر میرے گھر سے چلی جاؤ میں نے اسد سے کہا کہ اسد مجھے اپنے گھر سے نہ نکالیں اسد آپ مایوس نہ ہوں اللہ ہمیں بیٹا بھی ضرور دے گا مگر اسد نے میری ایک نہ سنی اور مجھے طلاق دے دی میں نے کہا کہ اسد میں عورت ہوں آپ کے گھر میں ہی گزاروں گی اسد نے گھر کی چابی مجھے دی اور کہا کہ ہانیہ میں بیرون ملک جا رہا ہوں میرے آنے سے پہلے گھر خالی ہونا چاہیے اس دن جانے سے پہلے اسد نے میری طلاق کے متعلق بھائی کو بتا دیا بھائی کے اپنے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی پھر بھی بھائی نے کہا کہ ہانیہ تم میرے گھر چلی جاؤ وہاں ہی عدت پوری کرنا میں اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور اپنی چاروں بیٹیاں لے کر گئی تھی چھ سال میں نے بھائی کے گھر گزارے اور میری چاروں بیٹیاں سکول جاتی میں نے سرکاری سکول میں ان کا داخلہ کروایا تھا چھ سال میں کیا کچھ نہیں بدلا میری بھابھی بدل گئی میرا بھائی جس کی میں رانی تھی وہ بدل گیا [illegible] اور میری [illegible] میں نے خود ہی [illegible] اور خود ہی کاٹی اور

جب دودھ دو کر گھر بھابھی کو دیتی میرے لیے او
رمیری بچیوں کے لیے ہوتا تھا۔ مجھے بولنا آتا تھا
مگر میں مجبور تھی اپنا اور اپنی بچیوں کا سہارا صرف
میرا بھائی تھا ایک دن آیا جب مجھ سے چھ سال
کے بعد اسد پاکستان آ گیا اسد نے شادی کر لی تھی
بیرون ملک ہی کسی پاکستانی لڑکی کے ساتھ مگر بد
قسمتی سے اسد کی وہ بیوی اولاد کو جنم نہ پائی اور
اسد کو پھر یاد آ گئی اپنی بچیاں اسد آیا گاؤں جب
آیا تو فاطمہ نے پوچھا

مما خالہ کہہ رہی ہیں کہ ہمارے پاپا آ رہے
ہیں تو کیا ماما ہم پاپا سے ملیں گے میں پھر مجبور ہو گئی
اور چاروں کو ملنے دیا انکے باپ سے۔ وہ بچیاں
جن کو پالنے کی خاطر میں نے چھ سال میں کس کس
کی باتیں نہیں سنی تھی وہ بیٹیاں اپنی ماں کو بھول گئی
تھیں اور اپنے باپ کے ساتھ اسلام آباد چلی گئی
اپنی چار بچیوں سے بچھڑنا میری جان نکال رہا تھا
میں کس کے گلے لگتی ماں تھی نہیں جو نئی زندگی کا
سبق پھر سے پڑھاتی۔

ماں مجھے اسکول کا بستہ پھر سے تھما دے
اس زندگی کا سبق بہت یہ مشکل ہے

باپ تھا نہیں جو پوچھتا کہ میری لاڈو کو کس
نے دکھ دیئے ہیں میں جو چھ سال میں سنبھل گئی
تھی پھر سے ریزہ ریزہ ہو گئی میں ایک دن بے
دھیانی میں گھاس کاٹتے کاٹتے اپنی انگلی کاٹ لی
حالانکہ ذہنی دکھ نہ ہوتا تو انگلی کا درد اتنا ہوتا کہ اٹھے
نہ پانی میں کاٹی ہوئی انگلی لے کر سارے کام کرتی
پھر بھی نہ بھابھی خوش ہوتی نہ بچے بھائی کے ایک
دن اتنا خوف ناک آیا کہ وہ ہانیہ احمد جو طلاق ہوئی
مگر اپنی بچیوں کی خاطر کمزور نہ ہوئی بچیاں چلی گئی
اپنے باپ کے ساتھ تب روئی ضرور تھی مگر اپنی
تو ہمت سے نہ رکی جب میرا پورا ہاتھ مشین میں
آ گیا تھا مگر گھاس کاٹنے والی مشین بجلی سے چلتی
تھی میرا پورا ہاتھ کاٹ گئی شاید مجھے اتنی تکلیف نہ
ہوتی جتنی بھابھی کے اس جملہ نے دی ہانیہ تو کسی
کام کی نہیں رہی اس کا اب کسی سے بیاہ کر دیتے
ہیں مجھے اب شادی نہیں کرنی تھی مگر مجھ سے پوچھ
کون رہا تھا بھائی اور بھابھی نے ایک بیرا میرے
لیے ڈھونڈا ایک ایسا شخص جس کی اولاد کی عمر تقریبا
میرے جتنی ہو گی اور اس کی بیوی مر گئی تھی۔ جمعہ کا
دن تھا جب میرا نکاح فضل دین سے کر دیا گیا اور
میں ایک ہاتھ سے معذور ہانیہ فضل دین بن گئی
میں مجبور تھی کیونکہ میرا بھائی زبان دے چکا تھا
فضل دین کو فضل دین کی دلہن بن کر بھی میرا کوئی
خواب نہیں تھا مگر فضل دین کے بہت سے خواب
تھے جو وہ پورے کرنا چاہتے تھے میری تعلیم ایل
ایل بی اے فضل دین کا خواب تھا کہ میں جاب
کروں ورنہ خواب توڑنے کی سزا طلاق تھی مجھ
میں ہمت نہیں کام کرنے کی مگر مجبور ہوں عورت کو
سکون ملے یا نہ ملے مگر چار دیواری ملنی چاہئے میں
مجبور ہوں پیار ملے یا نہ ملے مگر ایک مستقبل چھت
تو ملنی چاہیئے چھت کی فکر کے لیے عورت ہی مجبور
کیوں ہوتی ہے عورت کا اگر کوئی معنی ہیں تو وہ ہیں
مجبور۔ دوستو ہماری عورت کب تک مجبور رہے گی
کب تک عورت چھت اور نام کے لیے مجبوری کی
پھانسی پہ لٹکتی رہے گی۔

ماں مجھے چاند اچھا لگتا ہے
کیونکہ ہم ایک سے مسافر ہیں
ایک سا مقدر ہے
فرق صرف اتنا ہے کہ
میں زمین پر تنہا ہوں
اور وہ چاند آسمان پر تنہا ہے

عورت ہمیشہ رشتوں کے ہاتھوں ہی مجبور
ہوتی ہے ماں ہیں تو اولاد کے لیے مجبور ہے بیٹی
ہے تو والدین کی لاج کے لئے مجبور ہے بہن ہے تو
بھائی کی لاج کے لیے غم برداشت کر لیتی ہے بیوی
ہے تو شوہر کے حکم کے آگے مجبور ہو جاتی ہے سلام
ہو ان عورتوں کو جو پیارے رشتے ہوتے ہیں ان کو
قربان نہیں کرتے کیسی لگی میری کہانی سونوں کے
قلم سے لکھی ہوئی رائے کا انتظار رہے گا اللہ
نگہبان۔

سونو ٹونڈل۔ جہلم

مجھے بھی سکھا دو بھول جانیکا ہنر
مجھ سے راتوں کو اٹھ اٹھ کر رویا نہیں جاتا

محمد عرفان پانڈوال

حیات اکم مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں خوشی بھی یاد
آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے

قمر عباس آزاد کشمیر

غزل

اجڑے ہوئے گلشن میں رہا کون کرے گا
روتی ہوئی آنکھوں کو دعا کون کرے گا
اس عمر میں آشفتہ سرا کون پھرا ہے
الزام تجھے دوں یہ خطا کون کرے گا
لوٹا ہے مجھے ایسے لٹیروں نے جہاں میں
میں نام لوں اس کے یہ گناہ کون کرے گا
ہے پاس میرے رنج و الم یاس تمنا
سوغات تیرے خود سے جدا کون کرے گا
اے مالک کل میرے مقدر میں اسے لکھ
تو بھی نہیں دے گا تو عطا کون کرے گا
سانسوں نے کہا بس کرو ہم تھک گئے ارمان
تجھ درد کے مارے سے وفا کون کرے گا
(شاہد حسین ارمان، نوشہرہ)

غزل

دل درد کے صحرا میں اکیلا تو نہیں ہے
یادوں سے بھی عاری دل ناداں تو نہیں ہے
حد کر دی رقیبوں نے رزالت کی جہاں میں
یہ روگ محبت ہے تماشہ تو نہیں ہے
یوں درد کا قصہ نہ سناؤ سر بازار
دنیا میں ہیں نمرود مسیحا تو نہیں ہے
قسمت سے گلہ کرنا کبھی اشک ندامت
اس درد جدائی کا مداوا تو نہیں ہے
منحوس سا منڈلاتا ہوا سایہ فرقت
پہلے دل نادان میں آیا تو نہیں ہے
تلمیس دیا دل نے بھی کہہ کر مجھے ارمان
پاگل تو کبھی عشق میں ہارا تو نہیں ہے
(شاہد حسین ارمان، نوشہرہ)

تنہا نہ چھوڑنا

دیکھو میری امیدوں کا بندہ توڑنے سے پہلے
مجھ کو ضرور بتا دینا چھوڑنے سے پہلے
دل میں اگر پھر کبھی محبت کا خیال آئے
کوئی ایک نشانی رکھ لینا موڑنے سے پہلے
کب تک پھر کسی اور کو رلاؤ گے تم
دل میں ذرا سوچنا کوئی ناطہ جوڑنے سے پہلے
اب تلک تو ہم تھے ایک ہی کشتی کے مسافر
طویل ہے سفر زندگی خیال رکھنا رستہ چھوڑنے سے پہلے
اس میں پیوستہ ہیں میری یاد کی کرچیاں بھی
مجھ کو یاد کرنا دسمبر کی شال اوڑھنے سے پہلے
آج وہ کل بھی ہے اس دل میں رضا
اسے کہنا بتا دے مجھے چھوڑنے سے پہلے
(منیر رضا، ساہیوال)

مر کیوں نہ گئی

تحریر۔ سعد سعدیہ۔ اسلام آباد۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی مر کیوں نہ گئی کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نواز یئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا اسلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

میرا نام صباء ہے میرے چار بھائی ہیں ہم بہت غریب لوگ ہیں بڑی مشکل سے گزر بسر ہوتا ہے میں اکثر خالہ کے گھر راولپنڈی جاتی خالہ بازار جاتی بہت سی چیزیں لیتی میں بھی ساتھ ہوتی مگر میرے پاس پیسے نہ ہوتے میرا بھی دل کرتا میں یہ بھی یہ لوں وہ بھی لے لوں میں نے خالہ کے ساتھ جو خالہ لیتی میں ساتھ چوری کر لیتی یہ بات خالہ کو پتہ تھی میں کچھ چرا لیتی ساتھ خالہ کو بھی دیتی بازار جاتی پیسوں کا کچھ نہ لیتی چرا کر اتنا کچھ لیتی۔

ایک دن لگا کے ایک لڑکا پیچھا کر رہا ہے پورے بازار میں خالہ یہ لڑکا روز ہمارا پیچھا کرتا ہے وہ دیکھو خالہ مجھے نہیں لگتا وہ چور وہ روز پاس آتا ہے میں کوئی چیز دینے کی کوشش کرتا آج تو حد ہی کر دی اس نے بازو پکڑ لیا کے آج بات سن لو میں نے تھپڑ مار دیا اور آگے چل پڑی اس نے پھر بازو پکڑ کے کہا۔
ایک اور مار لو لیکن بات سن لو یہ میرا نمبر لو۔
دفع ہو جاؤ۔ میں پھر چل پڑی وہ سامنے کھڑا ہو گیا۔
یہ لو نمبر اور وہ شاپ کے پاس میری دکان میں جو لینا ہے لے لو۔
میں نے نمبر لیا اس کے ہاتھ سے اب جاؤ
دوسرے دن واپس گاؤں آ گئی دو دن گزر گئے تیسرے دن میں گھر کا کام کر رہی تھی کہ گھر میں کوئی نہیں تھا امی ماموں کے گھر گئی تھی بہن بھائی سکول ابو کام پر ایک دم گھر میں کوئی آیا میں حیران ہو گئی وہ راولپنڈی والا بازار میں ملنے والا لڑکا وہ آتے ہی بولا۔
تم نے رابطہ کیوں نہیں کیا
تم یہاں کیسے آئے اور کیوں آئے
اب جاؤں گا نہیں تم مجھے اچھی لگتی ہو بہت

پاگل ہو گیا ہو۔ تم اپنا نمبر دو تم نے تو کوئی رابطہ نہیں کیا نہ۔

اف تم دفع ہو جاؤ۔ میں ڈر رہی تھی۔

میرا نام بلال ہے تم سے پیار کیا ہے بلا جان بول سکتی ہو۔

میں نے منہ توڑ دینا ہے میں کیوں جان کہنے لگی۔ میں غصہ سے بولی۔

اچھا مت کہو اپنا نام تو بتاؤ۔ وہ پورا ڈھیٹ تھا

کیوں۔ کیا وجہ ہے۔

او کے مت بتاؤ میں بھی نہیں جاتا۔

اف کیا چیز ہو تم۔ صباء ہوں اب جاؤ امی آ جائے گی۔

اب نمبر دو تو چلا جاؤں گا۔ وہ اسی انداز سے بولا تو مجھے مزید غصہ آ گیا۔ جی چاہا کہ ایک لگا دوں اس کو لیکن ایسا کرنا حماقت تھا۔ تب میں نے کہا

نہیں تو اپنا نمبر دے جا میں کال کر لوں گی۔

اس نے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ جس پر خون سے لکھا تھا۔ جان سے پیاری تمہارا نام نہیں جانتا لیکن پہلی نظر میں تم سے پیار ہو گیا تھا دن رات تم کو سوچتا رہا تھا اس لیے تمہاری خالہ سے تمہارے گھر کا پتہ لیا میرا دل مت توڑنا زندگی میں پہلی بار کوئی لڑکی اچھی لگی ہے آئی لو یو۔

بے خیالی بے خودی بے بسی دے گیا
مجھ کو تجھ سے اجنبی دے گیا۔

مجھے بھی وہ لڑکا اچھا لگا تھا اس کے جاتے ہی میں نے بلال کو میسج کیا کہ ایسے کوئی دیکھ لیتا تو بلال کا میسج آیا تو مار دیتا تمہارے لیے مرنا بھی منظور ہے بلال نے بتایا کہ اس کا بہن بھائی کوئی نہیں وہ ایک ہی ماں باپ کا بیٹا ہے اس لیے اس کے ماں باپ بہت پیار کرتے ہیں ہم دونوں ہر وقت باتیں کرتے کال پر میسج پر میں تھوڑی دیر بات نہ کروں تو بلال کا میسج آتا قسم سے جان دے دوں گا صباء دور مت جایا کرو میں جب بھی راولپنڈی خالہ کے گھر جاتی بلال سے ملتی بلال کی پیدائش کا دن تھا میں نے گفٹ لیا اور بلال سے ملنے گئی وہ مجھے دیکھ کر سب کے سامنے پارک لے گیا۔

ذرا سی دل میں دے جگہ تو
ذرا سا اپنا بنا لے

بلال دونوں بازؤں کو کھولے پھول مجھے دے کے جان آئی لو یو بلال پتا ہے سب دیکھ رہے ہیں۔

بلال دیکھنے دو میں کل امی ابو کو تمہاری خالہ کے ساتھ تمہارے گھر بھیجوں گا۔

کیا سچ میں بلال کے گلے لگ گئی۔

پاس ایک بندہ بولا شرم کرو۔

مجھے لگا میں کچھ غلط کر رہی ہوں۔ اف کیا کر گئی دوسرے دن یہ بلال کی امی ابو اور خالہ کے ساتھ آئے خالہ نے بتایا کہ بلال کے بارے میں اچھے خاندان کے ہیں لوگ اچھے تھے اس لیے ابو نے ہاں کر دی اب بلال کہتا کے صباء دیکھو لو میری محبت سچی ہے ہم پوری رات فون پر بات کرتے پھر بھی بلال دو دن بعد مجھ سے ملنے آتا بلال کی امی آئی شادی کی تاریخ لینے ہماری شادی کی تاریخ پکی ہو گئی بلال کی کال آئی وہ بہت خوش تھا میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگی وہ بھی بہت خوش تھا شادی والے دن میں دلہن بنی شیشہ دیکھ کے سوچ رہی تھی کے بلال دیکھ کے پاگل ہو جائے گا۔

پھر بارات آ گئی میں دلہن بنی کمرے میں بیٹھی تھی۔ بلال میری طرف دیکھتے ہوئے ماشاء اللہ جان بہت پیاری لگ رہی ہو۔

بلال آپ بھی بہت پیارے لگ رہے ہو

جاؤ بلال آج گلے لگا کے بولو کے تمہیں مجھ سے پیار ہے۔

نہیں بولوں گی سن لو۔ بلال کی آنکھیں بھیگ گئی میں نہ چاہتے بلال کے گلے لگ گئی بلال میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں

خالہ بولی شرم نام کی کوئی چیز تم دونوں میں۔

تھوڑا ٹائم صبر کر لو بہت جلدی ہے تم دونوں کو بلال چل گیا ... رخصتی کا وقت آ گیا سب نے روتی آنکھوں سے رخصت کیا گاڑی کا کافی لمبا سفر تھا بلال میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کبھی کوئی سرگوشی کرتا تو کبھی کوئی آج میں جیت گئی تھی میری محبت جیت گئی تھی بلال کا دوست بھابھی آپ بڑی قسمت والی ہو اتنا پیار کرنے والا بلال ملا۔

چل یار چپ کر کے گاڑی چلا۔

اف ... اتنے میں گاڑی کس کے ساتھ ٹکرائی کچھ پتہ نہیں جب آنکھ کھلی تو میرے بہن بھائی سب رو رہے تھے میں اٹھ کے چلنا چاہا تو پتا چلا کہ میری ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں سب کیوں رو رہے ہو بلال کہاں ہے اسے کچھ نہیں ہو سکتا نہیں کبھی نہیں امی مجھے چپ کرواتے ہوئے اللہ کو یہ منظور تھا میں روتی رہی بلال مجھے چھوڑ کے جا چکا تھا میری زندگی ختم ہو چکی اب میں ایک زندہ لاش ہوں اور بلال کی یادیں ہیں بس۔

تیری قربت کے لمحے پھول جیسے
مگر پھولوں کی عمریں مختصر ہیں

چلو پھر سے

چلو پھر سے اجنبی بن
جائیں ہم دونوں
کہیں یہ نہ ہو کہ یہ
تعارف روگ بن جائے
ہماری زندگی کا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ہمیں اب بچھڑ جانا چاہئے
خوابوں کو اب بکھر جانا چاہئے
شب ہجراں کا آخری پہر ہے اب تو
وصل صبح کو اب نکھر جانا چاہئے
آج تو اس نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہے
الجھی ہوئی زلفوں کو اب سنور جانا چاہئے
بن دروازہ دیکھ کر کہیں لوٹ نہ جائے وہ
شام ڈھلے اب گھر جانا چاہئے
راستوں کے نشاں تک مٹ گئے ہیں
بتاؤ فضا اب کدھر جانا چاہئے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

نظم

یہ آنکھیں بھی تو چہرہ ہیں
آئینہ بھی ہیں دریا بھی
زباں بھی ہیں قلم بھی
خوشی اور غم کی پیم ترجمان آنکھیں
بظاہر چپ اصل میں بولتی آنکھیں
مگر دنیا بھلا کب جانتی ہے آنکھوں کے دکھ کو

یسین خان۔ نور پور

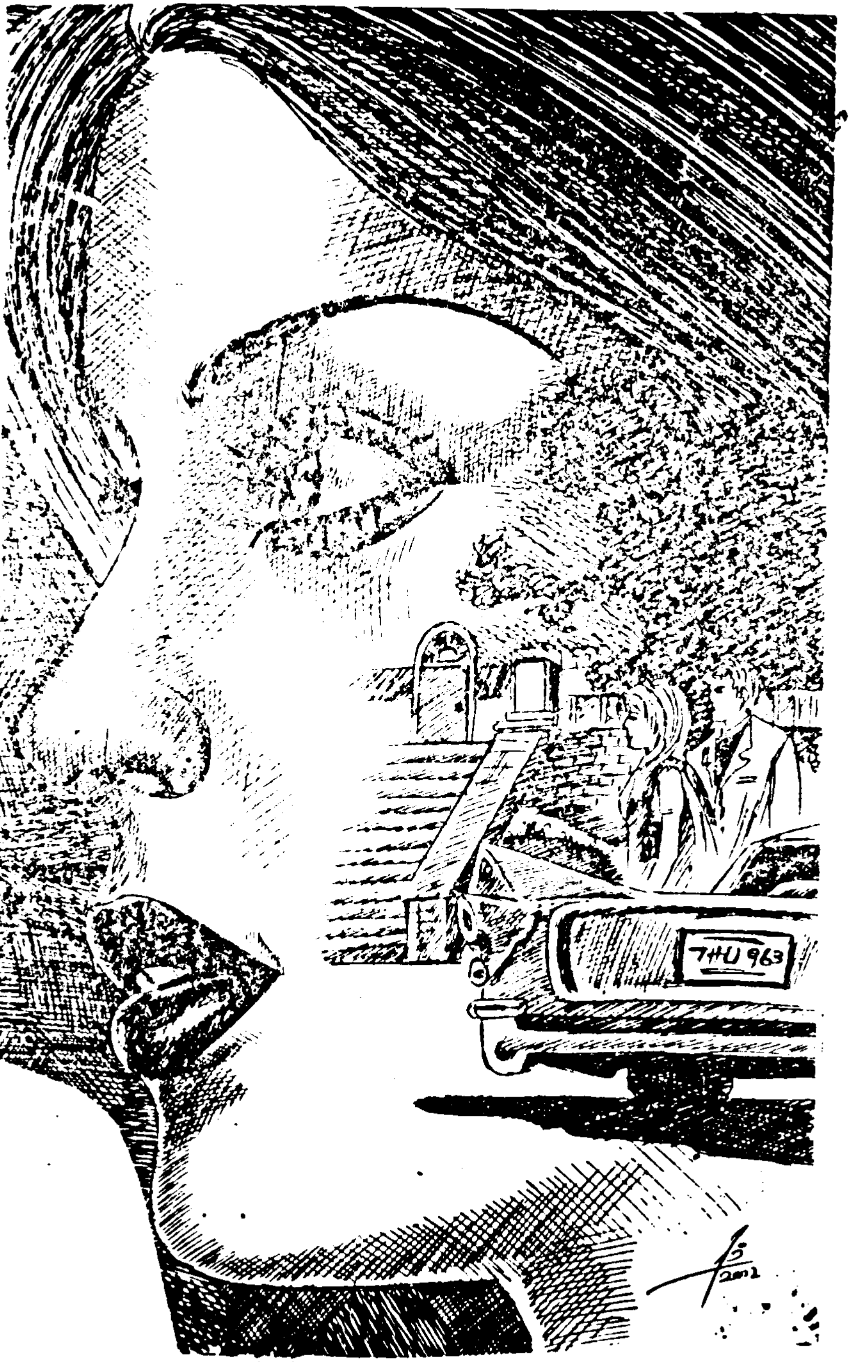

میرا حسن جمال کا شہرہ

--تحریر-نورینہ صدیق-ساہیوال-

ریاض بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے-
ایک کہانی میرا حسن جمال کا شہرہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی- یہ کہانی آپ کو کیسی لگی اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا- میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام-
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-

عمر شہریار کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں-
میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میرے والدین مجھے بہت پیار کرتے تھے میرے ابو نے میرا نام شہریار رکھا تھا میرے ابو کے چھوٹے بھائی جو میرے چچا تھے اس کی بھی ایک ہی بیٹی نادیہ تھی- وہ شہر میں رہتے تھے اور ہم گاؤں میں میرے ابو کھیتوں میں کام کرتے تھے میں ہر سال پوزیشن پر آتا تھا-اس لیے میرے سر مجھے بہت پیار کرتے تھے اور میرا بہت خیال رکھتے تھے میرے میٹرک کے پیپرز تھے میں بڑی محنت سے اور دل لگا کر پڑھائی کر رہا تھا ایک دن میرے سر بہت پریشان بیٹھے تھے میں نے محسوس کیا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو سر اس طرح پریشان ہیں -میں سر کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن سر نے مجھے خود اپنے پاس بلایا اور کہا-
بیٹا تم بہت محنتی ہو اچھے ہو خوبصورت ہو اور بہادر بھی بہت ہو-لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی سے ضرور کام ہوتا ہے جیسے امیر کو غریب سے اور غریب کو امیر اور اگر مجھے تم سے کوئی کام بھی ہو مجھے کسی وقت تمہاری ضرورت پڑے تو تم میرا ساتھ دو گے-تو سر کی اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی سر نے بات کو گول کر دیا تھا-
تو سر مجھے کہتے تم مجھے بھولو گے تو نہیں-
میں نے کہا نہیں سر آپ میرے سر آج بھی ہیں اور کل بھی رہیں گے اور ہمیشہ رہیں گے-
اس کا مطلب سر یہ نہیں میں میٹرک پاس کر لوں گا تو آپکو بھول جاؤں گا بلکہ ہمیشہ آپ کو یاد رکھوں گا-
اس کے بعد میں نے میٹرک کے پیپر دیئے تھے میں گھر میں فارغ ہوتا تھا میں اپنے ابو کے ساتھ کھیتوں میں جا رہے تھے کہ راستے میں میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی وہ

ں قدر حسین تھی کہ نہ ہمارے گاؤں میں
ح کی خوبصورت تھی اور نہ ہی قریب کے
میں تھی۔ وہ بے مثال حسن و جمال کا شہرہ
ں کی دیوی تھی وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی
بابا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ انم کا گھر
ہے۔
میں نے کہا جی وہ میرے سر ہیں ان کا گھر
گلی میں ہے سبز رنگ کا گیٹ ہے۔ اگر آپ
تو میں چھوڑ آتا ہوں۔
وہ بولی نہیں تھینکس آپ نے اتنی تفصیل
بتا دیا ہے اب میں خود ہی چلی جاؤں گی وہ
طرف دیکھ کر مسکرا کر بولی اور چلی گئی۔ میں
طرف ہی دیکھتا رہ گیا۔ میں گھر واپس آیا تو
ے ذہن میں ایک ہی سوال تھا کہ وہ کون ہے
ں سے آئی ہے اور سر اشرف کی کیا لگتی ہے
مجھے بہت اچھی لگی تھی اور میں نے اس کی
اپنے دل میں سجا لی تھی۔
اس طرح دن گزرنے لگے میں ہمیشہ کی
اس بار بھی فرسٹ پوزیشن پر آیا تھا میرے
ین میری اس کامیابی پر بہت خوش تھے اور
میابی کی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ اس کے
میرے ابو نے مجھے شہر کالج میں داخل کروا دیا اور
میں ہوسٹل میں رہنے لگا۔ میں وہاں پر بھی دن
ات کر کے پڑھائی کرتا تھا اور میں ہر ماہ میں ایک
گھر آیا کرتا تھا۔ جب گھر آتا تو سر سے ضرور
نے کے لیے جاتا تھا ایک دن میرے گھر سے فون
میری امی نے بتایا۔
بیٹا تمہارے ابو بہت بیمار ہیں بار بار زبان پہ
نام آتا ہے اس کو مل جاؤ وہ تمہیں بہت یاد
تے ہیں اور جب میں گاؤں واپس آیا تو ابو کی

حالت دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے ابو
کو دو بار دل کا اٹیک ہوا تھا لیکن حالات کی وجہ
سے وقتی طور پر مکمل علاج نہ کروا سکے ہم اتنے امیر
نہیں تھے لیکن پھر بھی اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا گزارہ
ہو رہا تھا۔ میرے ابو کھیتوں میں سبزی لگاتے تھے
اور بیچتے تھے میں اپنے سر سے ملنے گیا تو سر گھر میں
نہیں تھے شہر بانو گھر میں اکیلی ہی تھی میں اس کی
طرف ہی دیکھتا رہا اور وہ جلدی سے بولی۔
پہلے کبھی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی کیا۔
دیکھی ہیں لیکن آپ جیسی نہیں دیکھی میں
نے دل میں موقع اچھا ہے محبت کا اظہار کر دوں تو
میں نے شہر بانو سے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی
ہے تم سے پیار کرنے لگا ہوں۔
شہر بانو نے کہا محبت کا اظہار ایسے نہیں کسی
اور طریقے سے کرتے ہیں اس طرح تو ہر کوئی کہتا
ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے آئی لو یو۔ مجھے تم سے
پیار ہے۔ تم کوئی اور الفاظ استعمال کرو۔
تو پھر۔۔ میں نے کہا آپ کے پاؤں اتنے
خوبصورت ہیں کیا آپ کے پاؤں میرے بچوں
کے لیے جنت نہیں بن سکتے وہ مسکرا کر میرے
پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر اس نے بھی محبت کا
اظہار کر دیا اور کہا۔
آپ کے ہاتھ اتنے خوبصورت ہیں کیا
آپ کے ہاتھ پکڑ کر میں زندگی بھر نہیں چل سکتی۔
پھر ہم نے کئی وعدے قسمیں کھائیں اور
ساتھ جینے مرنے کی کئی عہد و پیماں کیے جب میں
گھر جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے
لگی کہ مجھے چھوڑ نہ دینا میں تمہارے بغیر مر جاؤں
گی۔
میں نے کہا میری جان ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ

میں تمہیں چھوڑ دوں اور پھر میں گھر چلا گیا۔
میرے ابو نے مجھے کہا بیٹا تم سے ایک بات
کرنا چاہتا ہوں میری زندگی کا کوئی پتا نہیں کہ میں
کب مر جاؤں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ تم اپنے
چچا کی بیٹی نادیہ سے منگنی یا نکاح کر لو۔ جتنے دن
میں زندہ ہوں تمہاری خوشی دیکھ لوں اور میں اس پر
ناخوش تھا کیونکہ میرے دل میں تو اور ہی تھی۔ اس
بات کو میں نے اپنے اندر ہی دفن کر لیا اور ابو کی
حالت دیکھ کر ہاں کر دی اور میں نے نادیہ سے
نکاح تو نہ کیا منگنی کر لی اس بات پر میرے ابو بہت
خوش تھے کہ آخر شہریار میرا بیٹا ہے میری بات نہیں
مانے گا تو اور کس کی مانے گا چچا جان بھی اس بات
پر خوش ہو گئے کہ گھر کی بیٹی گھر میں ہی رہ گئی۔
نادیہ کوئی بہت خوبصورت لڑکی نہیں تھی کھلتی ہوئی
رنگت اور تیکھا ناک اور سیاہ درمیانی آنکھیں
دیکھنے والوں کو ٹھٹک کر رہ جاتے تھے۔ پھر میں سر
کے گھر گیا سر بہت بیمار تھے اپنے مرض کو اندر ہی
چھپائے جی رہے تھے جب میں نے سر کی حالت
دیکھی تو میری آنکھوں سے آنسو آ گئے اور سر مجھے
دیکھ کر بولے۔
آؤ بیٹا کیسے ہو میں تو سمجھا کہ وہ لڑکوں کی
طرح تم بھی مجھے بھول گئے ہوں گے۔
میں نے سر سے کہا سر جی میں نے آپ سے
وعدہ کیا تھا کہ جب تک میری زندگی ہے آپ
سے ملتا رہوں گا اور پھر سر نے اپنی بیٹی کو آواز دی
بیٹا شہریار بیٹے کے لیے چائے بنا کر لاؤ۔
میں تو اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ۔
اس کا وہی ریڈ کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا جو میں نے
اس کو گفٹ کیا تھا وہ لڑکی ہے کہ آسماں سے اتری
ہوئی پری پتہ نہیں سر نے اس کو کہاں چھپا کر رکھا

تھا۔ وہ میرا شہر میرے حسن جمال شہر [illegible]
بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں نے جان
بوجھ کر سر سے کہا۔
سر پہلے بھی میں آتا ہوں مگر آپ کے گھر
میں اس کو تو کبھی نہیں دیکھا۔
سر ہنستے ہوئے بولے بیٹا شہر میں پڑھتی ہے
اور ہوسٹل میں رہتی ہے ایک دو ماہ میں مجھے مل کر
جاتی ہے۔ سر کہتے بیٹا شہریار میں آپ کو اپنا بیٹا
سمجھتا ہوں اور تم اس بات پر قائم رہنا۔ اور مجھ
سے وعدہ کرو کہ جو بات میں تم سے کروں تم اس کو
ضرور پورا کرو گے۔ میں نے اپنی بیماری کی وجہ
سے زیادہ دن زندہ نہیں رہنا اور میں اپنی بیٹی شہر
بانو کا رشتہ تیرے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ بچپن
میں ہی ایک آفتاب نام لڑکے سے کی تھی مگر وہ لڑکا
ٹھیک نہیں ہے میں اپنی بیٹی کی زندگی برباد نہیں کرنا
چاہتا اس لیے یہ رشتہ میں تیرے ساتھ کرنا چاہتا
ہوں تو میری بانو کو خوش رکھنا اسکو کبھی کسی چیز کی کمی
نہ ہونے دینا اور میں نے سر کو ہاں کر دی ایسے میں
کیسے انکار کر سکتا اور پھر میں وہاں سے واپس آ گیا
نہر کے کنارے پر بیٹھ گیا اس سوچ میں گم تھا کہ
آخر میں کروں تو کیا کروں۔
ایک بابا جی کافی دیر مجھے یونہی پریشان دیکھ
رہا تھا۔ اور پھر میرے پاس آیا مجھے کہا بیٹا کیا وجہ
ہے تم بہت پریشان لگ رہے ہو
میں نے کہا بابا جی بس یہی سمجھ لو آگے آگ
پیچھے دریا تو مجھے بابا جی نے کہا
بیٹا اللہ پر یقین رکھا کرو صبر کرو صبر کا پھل
ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے تمہیں صبر کا پھل ضرور ملے گا۔
اور پھر میں شہر چلا گیا تیسرے دن شہر بانو نے مجھے
بتایا کہ ابو کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے

بہت دکھ ہوا۔

اس طرح دن گزرتے گئے ایف اے کے پیپر دے کر فارغ ہو گیا۔ ادھر شہر بانو نے ایک گھر شہر میں خریدا تھا وہ اس میں ہی رہتی تھی اور میں ہوسٹل میں رہتا تھا پیپر دیئے تو فارغ ہی تھا تو میں نے سوچا کہ گھر چلا جاتا ہوں جب شہر بانو کو بتانے ان کے گھر گئے تو مجھے ہنسنے کی آواز آ رہی تھی ابھی میں دروازے پر ہی تھا کہ میں نے سنا وہ اس کی دوست ہی تھی جو کہہ رہی تھی یار بانو تمہیں اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا وہ تو تم کو دل و جان سے چاہتا ہے محبت کرتا ہے اور تم اس کو دھوکہ دے رہی ہو تو بانو نے کہا اس سے بڑی ہمدردی ہو رہی ہے میں نے تو شہری کے ساتھ محبت کا ڈرامہ کیا ہے میں نے تو اپنی لائن سیدھی کرنی تھی جو کہ خود بخود ہی ہو گئی۔ جب ابو کو کہا کہ میں نے شادی کرنی ہے تو آفتاب سے ورنہ اور کسی سے بھی نہیں تو ابو مان نہیں رہے تھے میں نے ابو کو مروانا چاہتی تھی وہ بھی شہری کے ہاتھوں اس لیے میں نے شہری کے سامنے اس طرح بن سنور کے جاتی تھی کہ وہ میری محبت میں خود بخود ہی پاگل ہو جائے اور میں جان بوجھ کر اپنی ادا دکھاتی تھی میری ہر ادا قتل ادا تھی اور وہ سچ مچ میری محبت میں پاگل ہو گیا شہری کی قسمت اچھی تھی جو مجھ سے بچ گئے ابو کی جتنی زندگی تھی وہ گزار گئے۔ جب اس کی دوست نے یہ کہا نہیں یار بانو تم نے اس کو دھوکے میں رکھا ہے اس کے ساتھ تم نے بہت غلط کیا ہے تو پھر شہر بانو نے کہا اچھا تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں ایک غریب لڑکے سے شادی کر لوں جس کا باپ سبزی بیچتا ہے اور کچے مکان میں رہتے ہیں۔ میں کہاں اور وہ کہاں اس شہری کی کیا اوقات ہے چاہوں تو ایسے لڑکوں کو اپنے پاؤں کے برابر نہ سمجھوں ایسا کبھی نہیں ہو گا میں اس سے محبت نہیں کرتی تھی اس کی کیا اوقات اور اس کے باپ کی۔ میں نے تو اپنے آفتاب سے ہی شادی کرنی ہے ایک ہی لال ہے اکلوتا جائیداد کا وارث اور شہری جیسے تو میرے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور مجھے بہت غصہ آیا جب اس نے میرے باپ کو اس طرح کہا میں اپنی بے عزتی برداشت کر سکتا تھا لیکن اپنے باپ کی نہیں اور میں غصے سے اندر چلا گیا میں نے اس کے منہ پر دو تین تھپڑ مارے میں نے کہا

بہت غرور کرتی ہو نہ تم اپنے حسن پر اس کا انجام بہت برا ہو گا دکھاتا ہوں تمہیں۔

بانو بولی۔ تم کون ہوتے ہو مجھے اس طرح کہنے والے دیکھنا تم میں آفتاب سے ہی شادی کروں گی

میں نے کہا تم مجھے نہیں اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہو میں جو وعدہ کیا تمہارے ابو سے کیا وہ تو پورا کرنا چاہتا تھا لیکن یہ بہت اچھا ہوا کہ تو نے وقت سے پہلے ہی اپنی اصلیت دکھا دی۔

بانو بولی اب میرے ابو مر چکے ہیں اس کے مرنے کے بعد جو کچھ میں مرضی کروں تم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور میں اپنے گھر واپس آ گیا اپنے کمرے میں بیٹھ کر خوب رویا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا ہے اس نے۔

مت کھول درد دل میرے کو
درد دل میں ہی چھپا رہے تو اچھا ہے

آفتاب ایک دھوکے باز فریبی لڑکا تھا پتہ نہیں اب تک اس نے کتنی لڑکیوں کو دھوکے میں رکھا تھا شہر بانو بھی اس کے جال میں پھنس چکی تھی آفتاب نے اس کو دھوکے سے اپنے گھر بلایا کہ میرے والدین آپ سے ملنا چاہتے ہیں لیکن ایسا نہیں تھا وہ اکیلا نہیں تھا اس کے تین اور دوست بھی تھے انہوں نے مل کر شہری کی عزت کو داغدار کر دیا وہ اپنی بے عزتی برداشت نہ کر پائی اور نہر میں چھلانگ لگا دی اور موت کو گلے لگا لیا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے نادیہ سے شادی کر لی تھی میرے چار بچے ہیں اس بات کو بارہ سال ہو گئے ہیں میں نے اس بات کا ذکر اپنے گھر والوں سے نہیں کیا تھا۔

قارئین کرام کیسی لگی آپ کو میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا میں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار کروں گی اور آخر میں ایک غزل

زندگی ملتی ہے ایک بار
موت آتی ہے ایک بار
پیار ہوتا ہے ایک بار
دل ٹوٹتا ہے ایک بار
جب سب کچھ ہوتا ہے ایک بار
پھر تیری یاد کیوں آتی ہے بار بار

اُتر گیا

شروع شروع میں میں نے سوچا تھا
کہ یہ عشق کا بھوت بس
چند دنوں میں
اتر جائے گا
اور واقعی ہی یہ اتر گیا مگر
جانتے ہو کہاں...... ہاں روح میں

سہیل احمد۔ جھنگ

غزل

تو مجھے چاہے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرقت کہاں تھی
میری چاہتوں کی تجھے خبر کیا ہو
تو سوچے مجھے تیری فطرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
میں پا لوں تجھے یہ سعادت کہاں تھی
جو بن جاتا میرا ہمسفر کہیں تو
بھلا ایسی اپنی قسمت کہاں تھی
جو سن کے تو نے نگاہیں جھکا لیں
یہ نوحہ تھا میری شکایت کہاں تھی
تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا صباء کا
فریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی

یسمین خان۔ نور پور

گل حیرا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی بوچھاروں میں
مجھ سے کترا کے گزر جا اے جان حیا
گل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں
حسن بیگانہ احساس جمال اچھا ہے
غنچے کھلتے ہیں تو بک جاتے ہیں بازاروں میں
ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے بعنوان جفا
چارہ گر پھول پرو لائے ہیں تلواروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مصلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گنہگاروں میں

یسمین خان۔ نور پور

پالیا ہے پیار تیرا

--تحریر-محمد ارشد-شجاع آباد-0306.8682480-

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی پالیا پیار تیرا کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

باجی کی رسم منگنی تھی میں بھی خوب سج دھج کر تیار ہوا تھا گھر میں کافی مہمان آئے ہوئے تھے ان میں باجی کے سسرال سے بھی کچھ لڑکے اور لڑکیاں بھی تھیں جو ڈھولک پر گیت گا رہے تھے انہی میں وہ لڑکی بھی تھی جس کا نام کنول تھا۔یہ باجی کی نہ جانے کیا لگتی تھی مگر بہت سے نمایاں تھی اس کی آواز اچھی تھی اچھی پیاری آواز اللہ کی دین ہے لیکن کنول کی صورت دیکھ کر اللہ کا خوف محسوس ہوا نہایت ہی بدشکل تھی یہ کہوں نہ کہوں کہ بدصورتی اس پر ختم تھی رسم ختم ہو گئی مہمان چلے گئے ہم بھی بہت تھک گئے تھے صبح بھاگم بھاگ کالج پہنچا چھٹی کے وقت میرے ہم جماعت ابرار نے ایک خط دیا کہنے لگا۔
یہ تمہارے لیے ہے میرے ایک رشتہ دار نے دیا ہے گھر جا کر پڑھ لینا۔
میں کچھ نہ سمجھا لیکن خط لے کر گھر آ گیا خط کو کھولا تو وہ کسی کا محبت نامہ تھا خط پڑھ کر مجھے بہت غصہ آیا یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی لڑکی نے مجھے یوں مخاطب کیا اپنے کمرے میں بیٹھ کر راتکو میں نے اس کا جواب لکھ دیا مگر میری تحریر اس کے محبت نامہ کے الٹ تھی اسی روز شام کو باجی کے سسرال سے مٹھائی آئی وہ جس لڑکی نے خط دیا تھا وہی لے کر آئی اس کا نام بھی کنول ہی تھا میں بہت پریشان ہو گیا کیونکہ ان کے خاندان میں دو کنول تھیں ایک وہ جس نے گانا گایا تھا دوسری جس نے خط دیا تھا اب ہاتھ ملنے لگا یہ میں نے کیا کر دیا ایک شہزادی میری جانب دیکھا ہاتھ بڑھایا تھا جس میں اس کو ٹھکرا دیا تھا۔
خدا جانے کیسے اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں اس کی محبت ہو گئی۔اس نے مجھے دیکھ کر اپنا منہ چھپا لیا وہ ندامت محسوس کر رہی تھی وہ موقع کی تلاش میں تھی کسی طرح بات کی جائے

ہ سامنے آئے تو معذرت کرلی جائے ایک
نع مل گیا جب وہ پری کے کپڑوں سلوانے
مر باجی کے کپڑوں کا سائز مانگنے آئی تو باجی
ذ پر ناپ لکھ کر دیا اور کہا
کنول دے دو۔
میں نے اس کاغذ کی پشت پر معذرت لکھی
ہے میں جانے کیا لکھ بھیجا خدارا معاف کر
جی کی شادی ہو گئی میں ان کے گھر آنے
گا ہماری چاہت کا سوائے میری بہن کے
و پتہ نہیں تھا ایک دن کنول اور میں چھت پر
کر رہے تھے وہاں اس کا کزن اسحاق آ گیا
ں نے بھانپ لیا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت
کرتے ہیں وہ کنول میں دلچسپی لیتا تھا ان کے چچا
کا بیٹا تھا گھر بھی قریب تھا اب وہ ان کے گھر
یادہ آنے لگا تھا کنول کی ابھی تک کہیں بات نہیں
ی بھی کنول کا روشن امکان تھا کہ ہماری شادی ہو
ئے کی دوسری طرف باجی کی سالگرہ پر میں
تھا اور اسحاق بھی وہیں تھا اس نے اپنی میٹھی
ں سے میرا دل موہ لیا اور کہنے لگا
تم اچھے لڑکے ہو جی چاہتا ہے تمہیں دوست
ں

میں نے جواب دیا بن جاؤ۔
ہماری دوستی کی ابتداء ہوئی جب وہ بہن کے
جاتا میں بہن کے گھر جاتا وہ بھی آ جاتا اور ہم
کے لئے بھی اکثر چلے جاتے تھے ایک دن
نے باتوں باتوں میں اپنی محبت کی فرضی
سنادی اور مجھے کہا کہ تم بھی کسی سے پیار
ہو۔
ں نے کہا ہاں کنول اور وہ بھی مجھ سے کرتی
میں وہ راز اگلوانا چاہتا تھا اب کنول کی
سالگرہ کا دن آ گیا میں اسکے لیے پرفیوم اور سوٹ
خریدا اور سالگرہ کے روز جا کر تحفہ میں دیا لیکن
سب سے چھپا کر خدا جانے کس طرح اسحاق کو
پتہ چل گیا اس نے میرا گفٹ کنول کے روم سے
چرا کر کسی دوسرے لڑکے کو دے دیا جب میں کنول
سے ملنے ان کے گھر گیا تو اسحاق مجھے ملا اور کہا کہ
تم جس لڑکی سے محبت کرتے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے
اس کا بہت سے لڑکوں سے چکر ہے اس نے مجھے
ایک لڑکے سے ملوایا اور کہا کہ تو نے جو گفٹ دیا
ہے اس نے وہ گفٹ اس لڑکے کو دیا ہے جبکہ مجھے
چرانے والی بات کنول نے بتائی تھی کیونکہ وہ جانتی
تھی کہ ارکان کا دل ٹوٹ جائے گا میں اسکی باتوں
میں آ گیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا اس لڑکے نے
کہا ارکان یقین کرو کنول مجھ سے محبت کرتی ہے
بتا چکی ہے کہ تم کو بے وقوف بنا رہی ہے لیکن شادی
مجھ سے ہی کرے گی

وہ لڑکا کافی خوبصورت اور ہینڈسم اور معصوم
تھا اس پر اسحاق نے کہا تم احتیاط کرو کنول کا کوئی
بھروسہ نہیں ہے لڑکوں کو چکر دینا اسکا مشغلہ ہے
بس اس دن ان لڑکوں کی باتوں نے مجھ پر بجلی گرا
دی تھی اگلے روز کنول ہمارے گھر آئی میں نے
اس کو خط لکھا کہ تم مجھے اب مزید بے وقوف نہیں بنا
سکتی اور آئندہ میرے بارے میں سوچنا بھی نہ
میں نے اب تہیہ کر لیا تھا کہ اب اس بے وفا کی
شکل بھی نہیں دیکھوں گا اس نے کوشش کی کہ مجھ
سے بات کرے جو غلط فہمی ہے دور ہو جائے مگر
میں غصے میں اندھا ہو گیا تھا اس کی کوئی بات نہ سنی
اس نے منت ساجت کی کہ ایک بار بات تو کرو
آج معاملہ کیا ہے میں نے کہ وہ اب کہنے سننے کو
کچھ نہیں رہا آخر کنول مجھ سے مایوس ہو کر چلی گئی۔

کنول کی والدہ انہی دنوں اس کی شادی کی تک و
دو میں تھی اس کی والدہ نے بار بار پوچھا کہ کنول
کوئی لڑکا پسند ہے تو بتادو ورنہ میں اپنی مرضی سے
آپ کی شادی کر دوں گی کنول نے کہہ دیا کہ جو
لڑکا مجھے پسند تھا اس نے مجھ سے شادی کرنے
سے انکار کر دیا ہے اب آپ کی مرضی باجی نے مجھ
سے بات کی تو انکو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اس
فراڈی دیوی سے میں نے شادی نہیں کرنی یوں
میری کم عقلی سے خود میری محبت کا باغ اجڑ گیا وہ
چالاک لڑکا جس کا نام اسحاق تھا اپنی چال میں
کامیاب ہو گیا یوں خود اپنی کوششوں سے کنول کا
دولہا بننے میں کامیاب ہو گیا۔
ایک روز اس نے باجی سے شکوہ ضرور کیا
بھ بہن آپ کے بھائی نے مجھ پر بہت ستم ڈھایا
ہے بھابھی جان کم از کم ارکان سے پوچھ کر اتنا تو
بتائیے کہ میرا قصور کیا ہے کیا وجہ تھی بغیر بتائے ٹھکرا
دیا باجی کی بات سن کر میں رو پڑا اور بتایا کہ میرا دیا
ہوا تحفہ اس نے کسی لڑکے کو دیا ہے اور اس لڑکے
نے قسم کھائی ہے کہ کنول تمہارے ساتھ دل لگی کر
رہی ہے اور جب باجی نے حقیقت بتائی تو میں سن
کر سن ہو کر رہ گیا ہاتھ ملنے لگا کہ نادانی میں کیا کر
دیا اس قدر چالاکی سے اس نے نجمہ بھابھی نے
مجھے بدگمان کر دیا میرے والدین کو بھی کنول
پسند تھی اس سے میرا بندھن باندھنا چاہتے تھے سچ
ہے لوگوں کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہئے اپنے
پیار کو نہیں آزمانا چاہئے ورنہ قسمت روٹھ جاتی ہے
کنول کو کھونے کے بعد گویا خوشیاں روٹھ گئی تھیں
کبھی دل سے نہ مسکرایا تھا معلوم نہیں وہ اسحاق
کے ساتھ خوش ہے یا نہیں وہ اپنی بیوی کا خیال
رکھتا ہو گا کہ نہیں میں نے اب تہیہ کر لیا کہ اس
لڑکے کو سبق سکھانا ہے۔
ایک روز میں نے اس کو بازار میں دیکھا تو
پستول نکال کر گولی ماردی جس سے وہ بچ گیا تھا
لیکن بعد میں مر گیا میں دو سال عذاب میں رہا پھر
ابو نے بیس لاکھ دے لے کر میری جان چھڑوائی
پھر میں نے آ کر رشتہ مانگا تو انہوں نے رشتہ دے
دیا اب میں سعودی عرب میں بنک میں تھا اب
ملازمت چھوڑ کر واپس آ گیا تھا اور اب اپنا
کاروبار کرنا چاہتا ہوں کنول میرے ساتھ بہت
خوش ہے۔۔

تیرا درد!

تیرا درد تھا میری یاد تھی
میں جہاں رہا میں جدھر گیا!
میرا دن تو یونہی گزر گیا!
جو نہی شب ہوئی میں بکھر گیا!
اس بادل کا میرے یار سے
بڑا ملنا جلنا مزاج تھا
کبھی ٹوٹ کے یہ برس گیا
کبھی بے رخی سے گزر گیا!
مجھے ڈھونڈو گے تو وہ گلی گلی
تو خبر ملے گی میں مر گیا!
ابھی تک ہے وہ میرے نام سے
میرے بعد راہ میں دوستو
وہ تمہیں کو روک کے پوچھے گا
کہ کہاں ہے وہ؟ کدھر گیا!

اسد علی ظفر۔۔انجرا آر ایس

آرزو میں ہی زندگی گزر جاتی ہے روپی
وجہ آرزو بھی سمجھ نہیں آتی

عبدالجبار رومی چوہنگ

بہت تنگ ہوں تیری نوکری سے اے زندگی
مناسب ہی ہے میرا حساب کر دے

محمد زبیر شاہد ملتان

پچھتاوہ

--تحریر-کائنات ظفر-منڈی بہاؤالدین-

ریاض بھائی-السلام وعلیکم-امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے-
ایک کہانی پچھتاوہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی- یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا- میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا-

ہم سب جیسے ہی گاؤں میں انٹر ہوئے تو سارے لوگ اپنے کام کاج چھوڑ کر ٹکر ٹکر میری طرف دیکھنے لگے-
یار یہ سب ایسے مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں میں نے اشعر سے پوچھا-
ہو سکتا ہے پچھلے جنم میں تم نے ان کی بھینس چوری کی ہو اور اب اس جنم میں ان لوگوں نے تجھے پہچان لیا ہو اس وجہ سے یہ لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں وہ دیکھ وہ بوڑھا آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہہ رہا ہے دیکھ بیٹا ہم نے تمہیں اس جنم میں پہچان لیا ہے کیونکہ پچھلی بار تو بھاگ گیا تھا تاب تیری خیر نہیں- وباج کے پوچھنے پر اشعر نے خاصا لمبا جواب دیا-
یار لعنت ہے تجھ پر کبھی تو سریس ہو جایا کرو ہر وقت جوکر بنا رہتا ہے-- وباج نے اشعر کے جواب پر خاصا چڑ کر کہا-
او ہیلو- جوکر کس کو بولا جوکر ہو گی تیری تیری--تیری-ی-ی-ی-ی-
ہاں ہاں بول شاباش بول کون میری بول بول-اشعر کے لفظ تیری ہی اٹکنے پر وباج نے کہا-لیکن وہ آگے سے کچھ نہ بولا تو تنگ آ کر وباج ہی نے اس کی نظروں کے تعاقب میں مڑ کر دیکھا تو پیچھے دادو کو غصے سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر ٹمٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگ گیا پھر شروع ہو گئے تم دونوں موقع مول دیکھتے ہو نہ جگہ بس شروع ہو جاتے ہو لڑکیوں کی طرح لڑنا-دادو-و-و-و-
ان کے ساتھ کھڑی لڑکیاں اپنے اوپر الزام لگتے دیکھ کر وہ بے چاری بھی لفظ دادو پر ہی اٹک گئی کیونکہ یہ سب اشعر اور وباج کو ڈانٹ پڑتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی-لیکن دادو کے اینڈ والے الفاظ پر تڑپ کر دادو کو دیکھا اور کہا-
ہم کدھ کوئی لڑتی ہیں دادو جان-

عائشہ نے مسکرا کر دادو کو کہا تو آگے سے دادو نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بھی چپ کر گئی یا دادادو سب کے سامنے انسلٹ ہی نہ ہو جائے کیونکہ ان کی پیاری دادو جان جب بے عزتی کرنے پر آتی تھی ایسی عزت افزائی کرتیں کہ اگلا بندہ سوچتا کہ شاید سے غائب ہی ہو جائے سو سب کی یہ ہی کوشش ہوتی تھی کہ جب دادو پاس ہو تو انسان کے بندے ہی بن کر رہیں لیکن جتنی بھی کوشش کرتے غلطی ہو ہی جاتی۔

اچھا چلو انور نصرت انتظار کر رہی ہوگی تو وہ سب اپنے اپنے بیگ اٹھائے اندر چل دیئے اشعر اور عائشہ دونوں تین بھائی تھے جبکہ وہاج اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا یہ اشعر عائشہ کے تایا ابو کا بیٹا تھا جب کہ سونیا اور ماہم دونوں بہنیں تھیں کہ یہ اشعر اور عائشہ کے چاچو کی بیٹیاں تھیں یوں سارے کزنز میں وہاج بڑا تھا وہاج پچھلے کچھ سالوں سے تعلیم کے لیے لندن مقیم تھا اور اسے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جب اسے پتہ چلا کہ اس کی پھوپھو نصرت جو کہ گاؤں میں رہتی ہے اس کی بڑی بیٹی کی شادی ہے سو وہ سارے کزنز اپنی دادو کے ساتھ ایک ہفتہ پہلے آ گئی تھی کیونکہ بچوں میں خاندان کی پہلی شادی تھی تو اس وجہ سے سب بہت ایکسائیڈ تھے اور ان لوگوں کے ماں باپ نے کہا تھا کہ ہم لوگ مہندی والی رات کو آئیں گے یوں یہ اپنی دادو جہاں آرا بیگم کے ساتھ آ گئے تھے۔

اس وقت وہ سب حال میں بیٹھے ہوئے تھے اور سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک سے ایک کالی سیاہ بلی جہاں پہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں وہاں بالکل ان کے درمیان میں آ کر گری تو ان سب کی چیخیں نکل گئی اور چائے والے کپ نیچے کارپٹ پر گر کر سارے کارپٹ کو خراب کر گئے اور وہ سب بھاگ کر اوپر صوفے پر بیٹھی ہوئی دادو کے پاس آ گئی تھی لیکن پھر انہیں کسی کے ہنسنے کی آواز آئی تو انہوں نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں اشعر وہاج اور صائم منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو دادو اور ان کی پھوپھو کو ساری بات سمجھ آ گئی تھی کہ یہ ان لوگوں کی شرارت ہے پھوپھو نے اٹھ کر وہ بلی اٹھائی جو چابی پر چلنے والا ایک کھلونا تھا جب ساری کزنز نے یہ دیکھا کہ وہ ایک آرٹی فیشل کیٹ تھی جس سے انہوں نے ڈرایا تھا تو وہ اپنی انسلٹ پر بلبلا کر رہ گئی عائشہ نے کہا

تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ہمیں ڈراتے ہوئے اگر۔ اگر وہ اگر پر ہی رک گئی تو پھر دادو نے سب کو چپ کروایا اور کہا۔

جاؤ بچو رات کے گیارہ بج گئے ہیں اب سو جاؤ تو وہ سب دادو اور پھوپھو کو گڈ نائٹ کہہ کر سب جب سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر اپنے اپنے روم میں جانے لگے تو۔

سنو کزنز گرلز کیا کچھ دیر کے لیے اوپر ٹیرس پر نہ چلیں تھوڑی ٹھنڈی ہوا کھانے کے لیے۔

اوکے چلو سب نے ایک دم کہا اور اوپر چھت پر چلے آئے۔ وہ سب چھت پر پڑی ہوئی کین کی کرسیوں پر بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ وہاج نے ندا اور دلہن کو کہا

جب میں گاؤں میں داخل ہوا تھا نا تو سب لوگ مجھے گھور رہے تھے حالانکہ باقی سب تھے لیکن انہیں اس طرح نہیں دیکھ رہے تھے جیسے مجھے حیرت دیکھ رہے تھے

اشعر نے کہا او ہیلو تمہارا کیا مطلب ہے تم زیادہ خوبصورت ہو اس وجہ سے تمہیں سب دیکھ رہے تھے اور ہم سب کو جے ہیں ہاں بتاؤ۔ لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تم سے کم نہیں ہیں او کے۔ اشعر کی اس بات پر سب نے ہاں میں ہاں ملائی تو ندا نے کہا۔

ارے تم سب لوگ لڑنے لگ گئے ہو کوئی میری بات بھی سنو گے کہ اصل کہانی کیا ہے۔

عرض کریں محترمہ سب نے یک زبان میں کہا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی تو ندا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اصلی بات یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکا تھا جو اب اس دنیا میں نہیں ہے اس کی شکل وہاج سے ملتی ہے جب میں نے بھی تم سے اسکائپ پر پہلی دفعہ بات کی تھی تو میں بھی حیرت زدہ ہو گئی تھی لیکن پھر سوچا کہ ایک انسان کی شکل میں سات لوگ ہوتے ہیں تو پھر سر جھٹک دیا تھا جو انہماک سے اسے سن رہے تھے کہ ماہم نے کہا

اچھا وہ لڑکا کدھر رہتا ہے ہم سب اس سے ملنے جائیں گے۔

ٹھیک ہے بھائی ہم نے وہاج کو بھی ساتھ شامل کر کے کہا۔ تو اشعر نے کہا۔

بے وقوف لڑکی ندا آپی نے شروع میں بتایا تھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

او سوری مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ ماہم نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا

ویسے ندا آپی اسے ہوا کیا تھا سونیا نے پوچھا

اس کی سٹوری کچھ یوں ہے اس لڑکے جس کا نام زین تھا اسے اس گاؤں کے زمیندار کی بیٹی آسیہ سے پیار ہو گیا تھا اور وہ آسیہ اکلوتی تھی اپنی ماں باپ اور بھائیوں کی لاڈلی تھی جب اس لڑکی آسیہ نے اپنی ماں باپ کو بتایا کہ وہ زین سے پیار کرتی ہے تو اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کے بھائی اور باپ غصے میں آ گئے اور آسیہ سے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا وہ زین غریب لڑکا ہے وہ تمہیں خوشیوں بھری زندگی نہیں دے سکتا ہم تمہاری شادی اپنے ہی کسی ہم پلہ سے ہی کریں گے لیکن آسیہ نہ مانی اینڈ میں اسکے بھائی اور باپ مان گئے اگلے جمعے اس کا نکاح ہونا تھا کہ اس ایک رات آسیہ کی خاص ملازمہ اس کے پاس بھاگتی ہوئی آئی اور کہا بی بی جی میں ابھی آپ کی امی کے کمرے میں جانے لگی تھی کہ وہاں آپ کے بھائی اور بڑے صاحب آسیہ کا ابو۔ ان کی آوازیں آ رہی تھی کہ میں زین کا نام سن کر باہر کھڑی ہو گئی وہ لوگ کسی سے کہہ رہے تھے جب بھی زین واپس آیا اس کا ایکسیڈنٹ کر دینا تاکہ سب کو یہی لگے گاؤں واپس آتے ہوئے اس کا کسی ٹرالے سے بائیک لگنے سے مر گیا بی بی جی وہ زین صاحب کو قتل کروانے کی باتیں کر رہے تھے اس کی ملازمہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔ تو یہ سب سن کر آسیہ کے جسم سے جان ہی نکل گئی وہ فوراً زین کے گھر بھاگی وہاں جا کر پتہ چلا کہ زین آج صبح کا شہر گیا ہوا ہے آسیہ کے لیے کچھ چیزیں لینے کے لیے وہ جلدی سے گاؤں کی اس سڑک کی طرف بھاگی لیکن دیر ہو چکی تھی وہاں صرف سڑک پر زین کی ڈیڈ باڈی پڑی ہوئی تھی یہ دیکھ کر اس کو سکتا ہو گیا۔

پھر سنا تھا جب زین مر گیا تھا تو آسیہ پورے تین دن بے ہوش رہی تھی جب اسے ہوش آیا تھا اس نے سب کو کہا تھا کہ میں سب کچھ جان چکی ہوں اور زین کا بدلہ ضرور لوں گی یہ کہہ کر اس نے

چھت پر سے کود کر خودکشی کر لی لیکن آج بھی اس کی روح اپنے گھر کی چھت پر بھٹکتی ہے مرنے کے بعد اس کی روح اوپر اس کی روح ان کی چھت پر ہی قید ہو کر رہ گئی کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں ہم نے سنا ہے کہ وہ کہتی ہے جب تک زین واپس نہیں آئے گا میں اس گھر سے نہیں جاؤں گی مرنے کے بعد اس نے اپنے ماں باپ بھائیوں سب کو ایک ایک کر کے مار دیا اور اب ان کا گھر ویران پڑا ہوا ہے وہاں کوئی بھی نہیں رہتا اصل میں آسیہ کی روح وہاں کسی کو نہ رہنے دیتی ہے اور ٹھہرنے بھی نہیں دیتی ہے۔

بس یہ تھی ساری سٹوری ندا خاموش ہوئی تو اس نے دیکھا سب کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن ندا آپی اس کے بھائیوں اور باپ نے مروایا کیوں تھا۔ ماہم نے پوچھا۔

وہ اس لیے کیونکہ اس کے بھائی اور باپ نہیں چاہتے تھے کہ اس کی زین سے شادی ہو جائے انہوں نے بظاہر آسیہ کو دکھانے کے لیے کہ ہم مان گئے ہیں اور منگنی بھی طے کر دی لیکن حقیقت میں وہ نہیں چاہتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اسے مروا دیا۔ اور کچھ دنوں بعد کہیں گے کہ ہم نے تمہاری خوشی کے لیے اسے قبول کر لیا تھا لیکن وہ تمہاری قسمت میں نہیں تھا اس لیے اب تم ہماری بات مان لو جہاں ہم کہتے ہیں شادی کر لو اور یوں آسیہ مان جائے گی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ان کی چال ناکام ہو گئی۔

اشعر نے کہا ٹھیک کیا اس آسیہ نے جو اپنا انتقام لے لیا اور وہ سب اس قابل ہی نہیں تھے اچھا چلو اب سو جاؤ کافی زیادہ رات ہو چکی ہے۔

ندا کی شادی پر وباج کو اس کی فرینڈ مریم پسند آ گئی تھی سانولی سلونی سی مریم بڑی بڑی آنکھوں والی سلیقے سے لبریز دوپٹہ لیے ہوئے وباج کو وہ لڑکی بہت پیاری لگتی اس کی نظریں بار بار اسکو دیکھتی رہی تھی ساری شادی میں اور اسکی نظروں کی یہ چوری اس کے سارے کزنز نے بھی نوٹ کر لی تھی انہوں نے بھی اپنے بھائی کی پسند کو داد دی تھی۔

اشعر نے جلدی سے جا کر دادو کو بتا دیا دادو کو بھی وہ لڑکی پسند آ گئی تھی یوں انہوں نے پہلے ہی لڑکی کے خاندان کے بارے میں پتہ کروا لیا اور ندا کی رخصتی کے بعد اس وباج اور مریم کی منگنی بھی کر دی تھی کیونکہ سارا خاندان بھی اکٹھا ہوا تھا تو دادو نے اپنے ہو بہو بیٹا سے بات کر کے ان کی منگنی کروا دی اور شادی وہاں شہزاد کے گھر پر ہی ہو گی سب بہت خوش تھے بڑے اندر حال میں تھے پھوپھو بیٹی کو الوداع کر کے بار بار اداس ہو رہی تھی دوسرے سارے بڑے انہیں دلاسہ دے رہے تھے یہ ساری ینگ جنریشن باہر لان میں بیٹھی ہوئی تھی جو اسے کنفیوز کر رہی تھی اوپر سے سب کے شوخ جملے وہ بے چاری اور نروس ہو جاتی وہ سب باتیں کر رہے تھے کہ یک دم اشعر نے کہا کزنز کیوں نہ آج رات اس گھر میں چلیں جہاں آسیہ کی روح رہتی ہے دیکھتے ہیں وہاں ہے بھی یا نہیں ویسے ہی گاؤں والوں نے افواہ اڑا رکھی ہے

ہاں ٹھیک ہے چلتے ہیں سب نے کہا۔

تو ماہم نے کہا ویسے بھی وہ ہمیں کچھ نہیں کہے گی ہم نے کون سا اسے کوئی نقصان پہنچایا ہے بس دیکھ کر آنا ہے چلو ٹھیک ہے چلتے ہیں ویسے بھی ہم کل واپس گھر چلے جائیں گے سونیا نے جواب دیا۔ تو اشعر نے کہا

میں دادو کو بتاتا ہوں ہم باہر ویسے واک کرنے جا رہے ہیں تب تک تم لوگ ریڈی ہو جاؤ یوں وہ دادو سے اجازت لے کر اس گھر کی طرف جانے لگے سب سے آگے ماہم اور اشعر ہی تھے اس کے پیچھے سونیا اور عائشہ اور ادیل تھا اور سب سے اینڈ میں وباج اور ساتھ مریم تھی وہ سب اپنی اپنی باتوں میں مصروف رہے تھے۔

وباج نے مریم کی طرف دیکھا جس کے فیس پر شرمیلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ وباج کی سنگت میں کنفیوز بھی ہو رہی تھی اور نظریں جھکا کر چل رہی تھی وباج اس کی اس ادا پر مسکرا دیا اور بات کا آغاز کیا

کیا آپ اس منگنی پر خوش ہیں میرا مطلب ہے میرا ساتھ پا کر خوش تو ہیں نا۔

مریم نے وباج کے اس سوال پر اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے پتہ نہیں کیا کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا

اس کا مطلب ہے کہ آپ خوش نہیں ہو ٹھیک ہے میں واپس جا کر دادو کو منع کر دوں گا کہہ دوں گا مریم خوش نہیں ہے۔

جی بہت خوش ہوں مریم نے جلدی سے جواب دیا تو وباج نے اس کے جلدی سے کہنے پر ایک زوردار قہقہہ لگایا جو سناٹے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی آواز پیدا ہو گئی اور اگلے جوڑوں نے رک کر مڑ کر پیچھے دیکھا وباج ان سب کے اس طرح مڑ کر دیکھنے پر خجالت سے مسکرا دیا۔ اور کہا خیر ہے رک کیوں گئے۔ تو اشعر نے کہا

یہ کیا بات تو ہمیں تم سے پوچھنی ہے چاہیے کہ تو اتنا گلہ پھاڑ کر کیوں قہقہے لگا رہا ہے۔

کچھ نہیں یار چلو دیکھو رات بھی بہت ہو گئی ہے یہ نہ ہو دادو کا فون آ جائے اور ہمیں واپس بھی آ جاؤ اور ہم گھر دیکھیں ہی نا۔

وباج کے یوں بات ٹالنے پر اشعر اسے گھور کر رہ گیا اور باقی تیز تیز چلنے لگے وہ سب اس گھر کے آگے کھڑے تھے لیکن پتہ نہیں کیوں اچانک وباج کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا اس کا دل بار بار گھبرا رہا تھا بس اس کا دل کر رہا تھا وہ یہاں سے چلا جائے لیکن وہ بھاگ بھی نہیں رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی ان دیکھی طاقت نے جکڑ لیا ہو اشعر نے وباج کی طرف دیکھا تو کہا تمہیں کیا ہوا۔

یہ پسینے کیوں آ رہے ہیں تجھے۔

اشعر نے وباج کے فیس پر پسینے کے بہت سارے قطرے دیکھ کر کہا۔

کچھ نہیں یار بس میرا دل بہت گھبرا رہا ہے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں یہاں سے پھر واپس ہی نہیں جا سکوں گا وباج نے جواب دیا تو اشعر نے کہا چل یار زیادہ ڈرامے نہ کر مجھے پتہ ہے تو ناول بہت بہت پڑھتا ہے اور اسکے ڈائیلاگ اب ادھر بول رہا ہے چل آگے لگ ہمارے۔ ڈرا نہ تو ہمیں چلو آؤ اب۔

نہیں یار مجھے نہیں جانا میرا دل نہیں کر رہا جانے کیوں وباج نے کہا۔ تو ماہم سونیا اور عائشہ نے کہا پلیز بھیا بس تھوڑا سا اندر دیکھ کر واپس آ جائیں گے اب دروازے تک تو آ گئے ہیں پلیز پلیز چلیں نا۔ سب نے منتیں کرنی شروع کر دی۔ تو وباج نے دل کی گھبراہٹ کو ایک سائیڈ پر رکھ کر ان سب کی بات مانی اور اس حویلی کے اندر داخل ہو گیا پوری حویلی میں ویرانی چھائی ہوئی تھی حویلی میں جو پورے درخت لگے ہوئے تھے اس

کے پتے ہو کہ کر جنجر چکے تھے ہر طرف ہولناکی کا عالم تھا جیسا مجھے ڈر لگ رہا ہے عائشہ نے کہا تو اشعر نے اب چپ کر کے چلو کچھ نہیں ہو رہا ہے وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سیڑیں پر آ گئے تھے جہاں چاند کی ہلکی ہلکی سی روشنی تھی لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے وہاج کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اس وقت وہ سب چھت پر تھے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے کہ اشعر نے کہا۔

دیکھا ابھی تک کوئی روح نہیں آئی وہ سب گاؤں والے جھوٹ بول رہے تھے اگر آسیہ کی روح ہوتی تو وہ ہمیں مین گیٹ سے انٹر ہوتے ہی ظاہر ہو جاتی لیکن ہمیں چھت پر آئے ہوئے بھی بیس منٹ ہو گئے ہیں ابھی تک وہ یہ ہی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک چھت کے ایک کونے سے ایک لڑکی ظاہر ہوئی جو آسیہ کی روح تھی جسے دیکھ کر وہ لڑکیوں کی چیخیں نکل گئی لیکن وہ ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی وہ تو مسکرا کر بس وہاج کی طرف دیکھتی جا رہی تھی اچانک اس نے بولنا شروع کر دیا

مجھے پتہ تھا زین تم آؤ گے میں روز رات کو یہاں تمہارا انتظار کرتی ہوں آج تم آ گئے ہو تو آؤ میرا ہاتھ پکڑو ہم دونوں یہاں سے بالکل دور چلے جائیں گے جہاں کوئی ہمیں دور نہ کر سکے آؤ میرے پاس زین میرا ہاتھ پکڑ لو۔ اور وہاج اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا وہ خود کو روکنا چاہتا تھا لیکن روک نہیں پا رہا تھا وہ ایک ٹرانس کی طرح چلتا جا رہا تھا ان سب نے وہاج کو آسیہ کی طرف بڑھتے دیکھا تو چیخنا شروع کر دیا اور کہنے لگے

رک جاؤ وہاج رک جاؤ وہ روح ہے لیکن وہاج کو تو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا اور نہ ہی دیکھائی دے رہا تھا اسے بس یہ پتہ تھا کہ جیسے بھی طرح بھی بس اس کا ہاتھ یعنی آسیہ کا ہاتھ پکڑنا ہے کیونکہ آسیہ کی روح نے اسے اپنے بس میں کر لیا تھا اشعر اور عدیل نے اسے زور سے پکڑ لیا لیکن وہاج نے انہیں زور سے دھکا دیا اور وہ دونوں لڑھک کر چھت کے دوسرے کونے پر جا گرے اس سے پہلے کہ کچھ کوئی کرتا لیکن وہاج اس روح کی طرف بڑھتا جا رہا تھا اور اس چکر میں چھت ختم ہو گئی تھی اور وہاج چھت سے نیچے کود گیا اور باقی جو وہاں تھے وہ سب ادھر ہی ساکن ہو گئے تھے انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ اچانک اشعر زور سے چیخا وہاج اس کی چیخ سے باقی سب بھی ہوش میں آئے اور بھاگ کر نیچے دیکھا اور اوپر سے انہیں صرف ایک ہیولہ ہی نظر آیا وہ سب بھاگ کر اشعر عائشہ نے جلدی سے اسے سیدھا کیا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ماتھے سے خون جاری تھا اشعر نے ڈرتے ڈرتے اس کی نبض چیک کی تو وہ ساکت تھی اس کی چیخ نکل گئی

وہاج میرے یار یہ کیا ہو گیا تو تو مذاق کر رہا ہے چل اٹھ تو ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا تجھے اٹھنا ہی ہو گا اشعر زور زور سے وہاج کو ہلانے لگ گیا تو عائشہ نے کہا ہوش کرو وہاج بھیا ہمیں چھوڑ کر جا چکے ہیں اور پاس کھڑی مریم منہ پر ہاتھ رکھے ساکت کھڑی یہ کہہ رہی تھی

نہیں یہ نہیں ہو سکتا تم کیسے جا سکتے ہو ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک طرح سپنوں میں سجایا بھی نہیں اور تم وہ سارے سپنے چور کر رہے ہو اچانک سے مریم اور باہم اتنی زور سے چیخی کہ سارے گاؤں میں ان کی آواز پھیلی آہستہ آہستہ لوگ اکٹھے ہونے لگے پھر کسی نے جا کر دادو کو اطلاع دی دور کہیں آسیہ کی روح وہاج کا ہاتھ پکڑ کر آسمانوں کی طرف جا رہی تھی پھر کچھ لوگوں کی مدد سے وہاج کی ڈیڈ باڈی کو واپس گھر لے آئے ہر کسی کی آنکھ اشک بار تھی اور دادو تو بار بار بے ہوش ہو رہی تھی اسے اپنے جوان پوتے کی موت نے نڈھال کر دیا تھا اسی وقت اشعر نے ایمبولینس کو فون کیا اور پھر دیر بعد ایمبولینس میں وہاج کی ڈیڈ باڈی ڈال کر وہ سب شہر واپس اپنے گھر جا رہے تھے اور ہر کسی کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ کاش اسے کاش ہم اس وقت وہاج کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے اس نے کتنا کہا کہ مجھے اندر نہیں جانا یہ پچھتاوہ ساری زندگی ان کے ساتھ رہے گا۔ اور ایک بات تو وہ بالکل ہی بھول گئے تھے کہ وہاج کی شکل زین سے ملتی ہے اگر انہیں یہ یاد ہوتا تو کبھی اس حویلی کا رخ نہ کرتے۔

بعض دفعہ کسی خوشی بھی ایک ایسی مصیبت بن جاتی ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی شادی انجوائے کرنے آئے تھے لیکن ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کا یہ انجوائے ہمیشہ کے لیے آنسو بن کر رہ جائے گا۔ قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

غزل

میں نے دھوکے پہ دھوکے ہیں کھائے، عمر بھر دوستی کی گلی میں
زندگی تو نے لا کر بٹھایا، بے وفا آدمی کی گلی میں
کتنی راتیں گزاری ہیں میں نے، درد اور بے بسی کی گلی میں
میرے محبوب چپکے سے آ جا، ایک دن چاندنی کی گلی میں
ہم اندھیرے سے محفوظ نکلے، لٹ گئے روشنی کی گلی میں
اچھے اچھوں کو رونا پڑا ہے، دلربا عاشقی کی گلی میں
[illegible] ملیں گے یقیناً، آپ کو آپ ہی کی گلی میں

سید حیدر شاہ خیالی۔ شاہ کوٹ

غم یار آ میرے پاس آ
مجھے فرصتیں ہیں تمام اب
میری کل تلک جو تجھ سے تھیں
نہیں رنجشیں وہ تمام اب
صبح و شام جن میں تھا بھٹکتا
نہیں گرم موسم کا تھا پتہ
نہیں بھیگی زلف یار اب
نہیں بارشیں وہ تمام اب
ہے اشک بار میری آنکھ اب
نہیں پاس میرے کوئی ہم نوا
تو بلا جھجک میرے گھر میں آ
نہیں رنجشیں وہ تمام اب
میری ہر خوشی تیرے واسطے
میری زندگی تیرے واسطے
مجھے چھوڑ کر وہ چل دیا
نہیں قربتیں وہ تمام اب
اس کے عشق نے تھا شاعر کیا
پھر جدا وہ مجھ سے ہو گیا
ہے کنول یہ شاعری درد بھری
نہیں شاعری وہ تمام اب

مس فوزیہ کنول۔ کنگن پور

اب تم سے دور رہ پاؤں یہ ممکن نہیں لیکن
ٹوٹ کر بکھر جاؤں ایسا نہ کوئی سوال لکھنا
شہزاد سلطان کیف الکویت

میں نے اس سے پوچھا ایک پل میں جان کیسے نکلتی ہے
اسا نے چلتے چلتے میرا ہاتھ چھوڑ دیا عمران
عمران علی شیر چونکلر

سجنا میں ہاری

--تحریر۔ فیصل ندیم ساحل۔0346.4752726-

سب بہن بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی سجنا میں ہاری کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہو گا۔

دل جو نہیں رہا اب قابو میں میرے
ساحل
اسی لئے تو کہتی ہوں سجنا میں ہاری

انعم اپنی چھت پر کپڑے سکھا رہی تھی کہ تبھی فیصل بھی اپنی چھت پر آ گیا اچانک بظاہر تو دونوں کے گھر آمنے سامنے تھے لیکن یہ دونوں زیادہ نہیں ملتے تھے ایک دوسرے سے چھت کے ذریعے آج اچانک سے دونوں ایک دوسرے کو چھت پر سے دیکھا تو کافی دیر تک دیکھتے ہی رہ گئے پھر فیصل گویا ہوا انعم سے۔
کیسی ہو انعم۔
میں ٹھیک ہوں فیصل۔۔۔ انعم نے ہلکی سی مسکان کے ساتھ جواب دیا۔
کیا بات ہے سارے گھر کے کپڑے آج ہی دھونے ہیں کیا۔
ہاں اماں نے کہا ہے کہ جلدی سے کپڑے دھو لو ویسے بھی شاید آپ کو پتہ نہیں ہو گا کہ دو دن بعد عید آنے والی ہے اس لیے گھر کی صفائی ضروری ہے۔
اوہ میرے خدایا میں تو سچ میں ہی بھول گیا تھا کہ عید آنے والی ہے چلو کوئی بات نہیں کیا فرق پڑتا ہے عید کا پتہ چلے یا نہ چلے ہمارا کون سا کوئی اپنا ہے جسے عید کا گفٹ دینا ہوتا ہے ہم نے۔ اور اس نے ہمیں۔
مسکان بھری نظروں سے انعم نے فیصل کی طرف دیکھا اور کہا اگر کوئی دل کی نظر سے دیکھے تو ہی اسے پتہ چلے ناں کہ اس کا بھی کوئی چاہنے والا ہے اب لوگ تو دوسروں کے خیالوں میں کھوئے رہتے ہیں پھر کیسے یاد رہے گا انہیں کہ کب عید ہے کب چاند رات۔
نہیں جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔
اب اکثر لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ جو وہ دیکھتے ہیں حقیقت میں وہی ہوتا ہے لیکن اب کسی کے دل میں اتر کر کون دیکھے کہ وہ کس کو کتنا چاہتا ہے اور کتنا پیار کرتا ہے اس سے۔ انعم اور فیصل اس بات کے بعد کھل کر مسکرائے فیصل تھوڑا خوش ہوا تو انعم سے بولا۔
اچھا تم اس روز والی بات کو لے کر بیٹھی ہو
ارے پاگل وہ تو تم جانتی ہو اسے ہی جان بوجھ کر مجھے تنگ کر رہی تھی اس دن اسے اپنی بائیک پہ ساتھ لیجانے میں میری کوئی غلطی نہیں تھی وہ تو گھر والوں نے زبردستی بھیج دیا اسے میرے ساتھ اور جانتی ہو اسے وہاں جا کر مجھ سے کیا کہا تھا۔ کہنے لگی فیصل آؤ نا ہوٹل چلتے ہیں کچھ کھاتے پیتے ہیں اور پھر کہیں بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کریں گے مگر میں نہیں مانا اور سیدھا آفس چلا گیا بچاری وہی کھڑی رہ گئی تھی۔
اچھا تو یہ تم مجھے کیوں بتا رہے ہو فیصل۔
وہ اس لیے کہ تمہیں سچائی کا علم ہو اور ہمارے بیچ میں کبھی کسی وجہ سے خاص طور پر شک کی وجہ سے کبھی دوری نہ آئے تم اس طرح کپڑے سکھاتی ہوئی مسکراتی ہوئی مجھے ملو اور میں تمہیں دیکھتا رہوں دیکھتا ہی رہوں۔
اچھا جی کیا ساری زندگی چھت پر دیکھتے رہو گے یا پھر قریب سے نہیں دیکھو گے کبھی۔
ہاہاہا۔ قریب سے اور تمہیں توبہ توبہ مجھے کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا نا جو تمہیں قریب سے دیکھوں تمہارا باپ ہر وقت بندوق تانے کھڑا رہتا ہے گھر کے باہر وہ تو مجھے مار ہی ڈالے گا۔
ٹھیک ہے مت دیکھنا کبھی مت دیکھنا اور یہ کہہ کر انعم نے غصے سے منہ دوسری طرف گھما لیا۔
فیصل انعم کی عادت سے اچھی طرح واقف تھا وہ انعم کو آواز دے کر کہنے لگا
انعم میری طرف دیکھو۔ جب دیکھا تو فیصل کان پکڑ کر سوری بول رہا تھا انعم مسکرائی اور کہا ٹھیک ہے اب زیادہ ناراض مت ہو۔
اچھا انعم۔ عید آ رہی ہے تو کیا گفٹ لو گی عید کے لیے۔
جو بھی تم دو گے
اچھا جی ٹھیک ہے چاند رات کو چھت پر میرا انتظار کرنا اس کے بعد بھی کافی باتیں ہوتی رہیں اور پھر دونوں نیچے چلے گئے فیصل انعم دونوں بے حد پیار کرتے تھے ایک دوسرے سے لیکن عائشہ نامی محلے کی ایک لڑکی جوان کی ذات برادری کی تھی وہ فیصل سے پیار کرتی تھی اور اسے یہ ہرگز گوارہ نہیں تھا کہ فیصل اس کے علاوہ کسی اور کا ہو اسی لیے وہ اکثر اس کے ساتھ وقت بتانا چاہتی تھی اور بے جھجک فیصل کے گھر بھی آ جایا کرتی تھی چاند رات آ گئی تو فیصل بازار چلا گیا اور وہاں سے انعم کے لیے ایک پیارا سا گفٹ لیا اور اس کے بعد گلابی اور ہرے رنگ کی چوڑیاں خریدیں مہندی خریدی اور چلنے لگا کہ اچانک شال پہ لگے ایک لیڈیز بیٹ پہ اس کی نظر پڑی وہ بیٹ پکڑ کر فیصل انعم کو خیالوں میں اتارا اور تھوڑی دیر بعد خرید کر گھر کے لیے چلا آیا۔ اب انعم کے لیے عید کا گفٹ تو خرید لیا تھا فیصل نے گھر بھی لے آیا تھا مگر مسئلہ یہ تھا کہ اب وہ سب کچھ گھر والوں کی نظر سے بچا کر چھت پر لیجایا جائے تو اس کے لیے فیصل نے ساتھ والے کمرے میں چھپ کر انتظار کرنا شروع کر دیا ادھر رات ہو چکی تھی اور انعم کب سے فیصل کی راہ دیکھ رہی تھی چھت پر کھڑی جب سب گھر والے دوسرے کمرے میں چلے گئے

ہی آرام سے فیصل سیڑھیاں چڑھتے
و پر چلا گیا ادھر انعم بس نیچے جانے کے
ہی تھی کہ فیصل نے آواز دے دی
م۔۔انعم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو فیصل
ہ سامان ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔
ہا تو آگئے جناب مل گئی فرصت عائشہ
ں چوکتے ہوئے بولا۔
رے کیا کہہ رہی ہو تم غلط سمجھ رہی ہو
ے لیے جو لینے بازار گیا تھا وہاں اج چاند
ی وجہ سے بہت بھیڑ تھی کچھ دیر وہاں ہو گئی
ر جب گھر آیا تو سبھی سامنے والے کمرے
ئے تو اگر وہ میرے ہاتھ میں یہ سب کچھ دیکھ
لیتیں پتہ چل جاتا اس لیے میں صحیح موقع کی
میں تھا کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا اور موقع ملتے
پر آ گیا۔
اچھا کیا لائے ہو میرے لیے دکھاؤ تو ذرا
ٹھہرو میں تمہاری طرف پھینکتا ہوں خود ہی
بنا اور پھر فیصل نے انعم کی طرف سارا سامان
دیا
انعم نے کہا اچھا میں نے بھی تمہارے لیے
گفٹ خریدا ہے لیکن ابھی نہیں دوں گی بعد

اچھا جی کیا کیا ہے۔
ارے واہ چوڑیاں اور مہندی اور یہ کس لیے
ہے جی۔فیصل مسکراتے ہوئے بولا
چوڑیاں اس لیے کہ یہ تمہاری بانہوں میں
ت پیاری لگیں گی اور مہندی اس لیے کہ جب تم
مہندی لگاؤ گی تو اپنی ہتھیلی پہ میرا نام لکھو گی اور
پہن کر جب کل عید کی نماز کے لیے آؤ گی تو
نظریں تم کو دیکھیں گی صرف تمہیں۔انعم

ہونٹوں میں ہنسی دباتے ہوئے بولی
اچھا جی۔
تبھی اسے نیچے سے آواز آئی اور انعم یہ بول
کر نیچے چلی گئی کہ فیصل میرا انتظار کرنا میں ابھی
آتی ہوں جانا مت مجھے تمہیں گفٹ دینا ہے فیصل
وہی کھڑا رہا لیکن تین سے چار گھنٹے گزر گئے انعم
واپس چھت پر نہ آئی اور بیچارا فیصل وہی بالکنی میں
ہی ٹیک لگائے سو گیا تقریبا رات کے پچھلے پہر
جب انعم چھت پر آئی تو فیصل کو سوتا دیکھ کر خوب
مسکرائی دل میں اور پھر اسے آوازیں دینے لگی
فیصل اٹھو لیکن فیصل نہیں جاگا تھا۔
ارے اب کیا کروں یہ تو سو گیا کیسے جگاؤں
اسے میں نے دیر بھی تو کتنی کر دی ہے ناں چلو پھر
انعم نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھایا اور فیصل کو دے مارا
پتھر لگتے ہی فیصل چونک کر اٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے
لگا پھر اس کی نظر سامنے چھت پر کھڑی انعم پہ
پڑی فیصل نے موڈ دکھاتے ہوئے اپنا منہ دوسری
طرف موڑ لیا۔تبھی انعم نے کہا
فیصل میری طرف دیکھو فیصل نے دیکھا تو
انعم کان پکڑ کر سوری کہہ رہی تھی فیصل میں جانتی
ہوں تمہیں بہت انتظار کرنا پڑا میں لیکن کیا کرتی
گھر پہ مہمان جو آ گئے تھے اور جانے کا نام ہی نہیں
لے رہے تھے اور اوپر سے میری سہیلیاں مہندی
لگانے لگیں لیکن پھر مجھے دیکھو میں نے مہندی لگائی ہے
چوڑیاں بھی پہنیں ہیں فیصل نے اس کی طرف
دیکھا اور مسکرایا لیکن انعم یہ تو صبح پہننی تھی تمہیں
ابھی کیوں پہن لیں تم نے۔وہ اس لیے کہ فیصل
میں چاہتی ہوں کہ سب سے پہلے مجھے تم دیکھو
جس کے لیے میں سنگھار کرتی ہوں دنیا
بعد میں اچھا چلو ٹھیک ہے لاؤ میرا گفٹ کہاں ہے

انعم نے فیصل کی طرف پھینکا
ارے واہ یہ تو بہت پیارا ہے رات ڈھلتی
رہی اور یہ دونوں باتیں کرتے رہے کہ صبح ہو گئی
پھر عید کی تیاری شروع کر دی دونوں رات بھر
باتیں کیں یہ دونوں جو باتیں کرتے رہے وہ اپنی
چھت پر کھڑے ہو کر عائشہ دیکھتی رہی تھی اور نہ
ہی اندر گزرتی رہی مگر یہ دونوں اس سے لاعلم تھے
آخر عید کا دن آیا عید پڑھی گئی اور فیصل فورا مسجد
سے باہر نکل آیا انعم کو دیکھنے کے لیے اسی دوران
میں کافی بھیڑ لگی ہوئی تھی لوگوں کی عید ملنے والوں
سے تبھی انعم دکھائی دی اپنے منفرد ہیئت کی بدولت
تو فیصل نے پہچان لیا اسے دور سے آتی ہوئی انعم
بھی فیصل کو دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھی اور فیصل بھی
تبھی وہ پاس سے گزری تو فیصل سے کہا۔
فیصل عید مبارک پیچھے سے فیصل نے بھی کہا
میری طرف سے بھی عید مبارک ہو۔انعم مسکراتی
ہوئی گھر چلی گئی اور فیصل دوستوں محلے داروں
سے عید ملنے لگا جب وہ گھر پہنچا تو اس کی والدہ
نے اسے کہا۔
کیا گل کھلا رہے ہو تم گھر بات کی برادری کی
عزت کا کچھ خیال ہے یا نہیں تمہیں۔لیکن ماں ہوا
کیا ہے۔مجھے عائشہ نے سب کچھ بتا دیا ہے تم
رات بھر کس سے باتیں کرتے رہے ہو اور ہم سے
چھپا کر اسے گفٹ بھی دیئے تم نے۔
نہیں ماں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔
عائشہ جھوٹ بول رہی ہے کیا۔دیکھو فیصل
ہمیں نہیں پتہ تھا لیکن اگر تم نے یہ سب نہیں
چھوڑا تو پھر ہم سے برا کوئی نہیں ہوگا
کو۔عائشہ فیصل کے ...
جانتی ہوں اور ...

اب میں تمہیں کیسے حاصل کرتی ہوں۔
دن گزرتے گئے اور آخر کار عائشہ اپنے
میں کامیاب ہو گئی فیصل کی ماں کے ساتھ
کر کے عائشہ نے انعم کے گھر والوں کو ا
لیے ایک رشتہ دکھایا بہت یقین دلایا کہ لڑ
اچھا ہے نیک سیرت ہے کام بھی کرتا۔
وغیرہ انعم کے گھر والوں نے انعم سے را
بغیر ہی ہاں کہہ دی اور جب رشتہ طے ہو گ
جا کر انعم کو بتایا گیا کیونکہ عائشہ نے انعم
والوں سے کہا تھا کہ انعم محلے کے کسی لڑ
ساتھ عشق کرتی ہے اور یہ دونوں عنقر
بھاگ کر شادی کرنے والے ہیں اس
سے رشتے کا راز ہی رکھا جائے انعم کو بروقت
پہ یہ بتایا جائے اس بات نے انعم کے بار
باپ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور وہ اس لڑ
دل ہی دل میں نفرت کرنے لگا وقت
جب انعم کو بتایا گیا کہ اس کا رشتہ طے کر دیا
تو وہ کہنے لگی ماں مجھے بتائے بغیر ہی رشتہ
آپ نے ایک بار تو میری رضامندی پو
آپ۔۔تبھی وہاں پہ اس کے باپ کی آ
ہم جان گئے تھے تمہاری مرضی اور
ارادے اسی لیے یہ قدم اٹھانا پڑا یاد رکھو
جاؤ تو بہتر ہے ہم جانتے تو نہیں کہ وہ
لیکن اچھا ہوگا کہ تم اس کا خیال اپنے
نکال دو جو ہو چکا ہے ہو چکا دوبارہ اگر
کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو یا
زندہ نہیں چھوڑوں گا مار ڈالوں گا اسے اور تمہیں
انعم یہ سن کر رونے لگی اور سوچنے لگی
گیا ہے اب وہ چھت پر بھی نہیں جا پاتی تھی
خطرے کے پیش نظر اس کا باپ اب چھت

تا تھا سارا دن اس لیے کہ انعم کسی سے بات نہ کرے اور جلد از جلد اس کی شادی ہو جائے بنا کسی رکاوٹ کے۔ ادھر جب فیصل کو عائشہ نے مٹھائی کھلائی تو اس نے پوچھا کہ یہ کس خوشی میں تو وہ بولی انعم کی شادی ہونیوالی ہے کچھ دن بعد اس خوشی میں۔

فیصل کو عائشہ پہ غصہ آیا تو لیکن ضبط کر گیا۔

اب وہ اکثر چھت پر آتا تو انعم کے باپ کو بیٹھا دیکھ کر مایوس ہو کر نیچے چلا جاتا دوسری طرف انعم بھی جدائی کی آگ میں جل رہی تھی اس کا بھی کوئی بس نہیں چل رہا تھا کافی دن گزر گئے کہ ایک روز فیصل کے گھر اس کی کزن عالیہ اور اس کی فیملی آئی عالیہ فیصل کے ساتھ دوستانہ باتیں کر لیتی تھی اور اس لیے فیصل کو اب عالیہ سے بات کرنے کا واحد حل نظر آئی فیصل نے عالیہ سے ساری بات کر لی مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ انعم کے پاس کیا بہانہ بنا کر جائے پھر فیصل نے کہا انہیں کہ انہیں کیا جائے وہ انعم سے ملنے آئی ہے بس اور موقع ملتے ہی اس سے اکیلے میں بات کر لے عالیہ ان کے گھر چلی گئی اور انعم سے اکیلے میں بات کی انعم مجھے فیصل نے خاص تمہارے پاس بھیجا ہے اس نے کہا ہے کہ انعم یہ سارا جال عائشہ اور میری ماں کا بچھایا ہوا ہے انہوں نے ہی میرے والدین کو غلط باتیں بول کر تمہارا رشتہ کروایا ہے کچھ دنوں سے میں چھت پر تمہیں دیکھنے آتا ہوں بتانا چاہتا ہوں مگر تمہارا باپ تمہاری جگہ چھت پر بیٹھا رہتا ہے اگر تم کہو تو ہم بھاگ کر شادی کر لیتے ہیں۔

نہیں عالیہ فیصل سے کہنا میں بھاگ کر اپنے والدین کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی فیصل سے کہنا یہ سمجھ کر صبر کرے کہ ہمارا پیار اور ہمارا ساتھ شاید یہاں تک کا تھا اس سے آگے کا نہیں تھا اور نہ ہی میرے والدین سے اس بارے میں کوئی بات کرے اسے میری قسم۔ عالیہ یہ پیغام لے کر فیصل کے پاس آئی تو فیصل کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور کہتا ہے کاش قسمت ہمارا ساتھ دیتی لیکن قسم بھی اس نے اپنی دی ہے میں توڑ بھی نہیں سکتا۔ کچھ تھوڑے دن بعد انعم کی شادی ہوگئی اور وہ ہمیشہ کے لیے فیصل سے دور چلی گئی لیکن شادی سے پہلے کی رات وہ چھت پر آئی اور آنکھوں میں آنسو لیے فیصل کو خدا حافظ کہہ کر چلی گئی اور ساتھ میں وہ بیٹ بھی واپس کر گئی فیصل نے وہ بیٹ اپنے کمرے میں سجا کر رکھ لیا اس کے جانے کے بعد اور شادی والے دن بہت رویا مگر کچھ نہ کر پایا۔

انعم کی شادی کے ایک ہفتے بعد ہی فیصل کے گھر والوں نے عائشہ کی شادی فیصل سے کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا فیصل سے اور یہ ساری پلاننگ عائشہ کی ہی تھی جو پہلے انعم کی شادی کروائی پھر خود فیصل سے شادی کی بات چلا دی۔ فیصل نے اپنی ماں سے کچھ سوچتے ہوئے کہا

ٹھیک ہے ماں میں شادی کے لیے تیار ہوں آپ شادی تیاری کریں عائشہ فیصل کے اقرار پر پھولی نہ سمائی بہت خوش ہوئی اور پھر کافی دنوں بعد عائشہ اور فیصل کی بھی شادی کر دی گئی رات کو جب عائشہ اور فیصل ایک دوسرے سے ملے تو عائشہ دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ابھی فیصل اس کا گھونگھٹ اٹھائے گا لیکن کمرے میں آتے ہی فیصل نے زمین پہ اپنا بستر لگایا اور لیٹ گیا۔ اس رویے کو دیکھ کر عائشہ ششدر رہ

گئی پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی بولی۔

فیصل یہ کیا بات ہوئی آج ہماری شادی کی رات ہے اور آپ بجائے میرا گھونگھٹ اٹھانے کے اور مجھ سے باتیں کرنے کے زمین پر آ کر لیٹ گئے ہیں۔ فیصل نے کہا عائشہ تم چاہتی تھی ناں ہماری شادی ہو جائے تو ہو گئی دیکھو تم نے مجھے اور انعم کو جدا کیا تم خوش ہو گئے اور دیکھو تم نے یہ سب کس لیے کیا ہے بتاؤ۔ عائشہ فیصل میں نے یہ سب تمہیں پانے کے لیے کیا ہے تو جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کی سزا چاہتا تو کوئی اور بھی دے سکتا تھا لیکن وہ صرف وقت طاری ہوتی لیکن میں چاہتا ہوں تم ہر روز اپنے کیے پر پچھتاؤ ہر روز خود کو کوسو تم مجھے پانا چاہتی تھی ناں اب تمہاری سزا یہی ہے کہ میں تمہارے پاس بھی رہوں اور تم مجھے پا بھی نہ سکو کبھی۔ اب سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔

انعم کی شادی جس لڑکے سے ہوئی تھی وہ ایک نمبر کا فراڈیا اور جاہل قسم کا انسان تھا وہ انعم کو تنگ کرنے لگا اس بات کا پتہ جب فیصل کو لگا تو وہ انعم کے پاس اس کے گھر گیا اور اس کی خیریت دریافت کی جب یہ سلسلہ چل پڑا تو آئے دن فیصل انعم سے ملنے جاتا اور اس کے شوہر کو سمجھا دیتا ادھر عائشہ فیصل کو پا کر بھی نہ پا سکی تھی جس کا غم اسے پاگل کیے ہوئے تھا لیکن پھر اسے ایک راہ نظر آئی ایک روز جب وہ انعم کے شوہر سے ملی تو اسے خوب پٹیاں پڑھائیں اور طرح طرح کے الزامات لگا کر بتائے اور اسے آگے کرنے کے لیے ایک کام دیا تھوڑے دنوں کے بعد انعم کے گھر بچی پیدا ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئی۔ لیکن فیصل کے خلاف عائشہ نے انعم کے شوہر کو بھڑکا دیا تھا لہذا اس نے کہا یہ بچی جو پیدا ہوئی ہے ناجائز ہے میری اولاد نہیں ہے اور الزام لگایا فیصل پر کہ یہ انعم سے پیار کرتا ہے اور آج بھی اس لیے میں انعم کو طلاق دیتا ہوں انعم کو طلاق ہوئی اور وہ اپنے گھر کے لیے چل پڑی گھر پہنچی تو اس کے باپ نے بھی الزامات کی بارش کر دی اور کہا ہے جہاں مرضی چلی جاؤ مگر اس گھر میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اب عائشہ کو لگتا تھا جیسے وہ کامیاب ہوگئی ہے لیکن جو ہی فیصل کو اس واقعے کا پتہ چلا وہ انعم کو اپنے ساتھ گھر لے آیا گھر والوں نے کہا اسے یہاں سے لے جاؤ جب کسی نے نہ سنی ان دونوں کی بات نہ سنی تو فیصل نے انعم سے شادی کر لی اور اسے علیحدہ گھر میں رکھنے لگا فیصل نے انعم کی بچی کو اپنا نام دیا اور عزت دی انعم کو لیکن وہ دونوں بھی ایک دوسرے کے قریب نہیں آئے اب عائشہ انہیں جدا نہیں کر پائی تو اسے شاک آ کر خودکشی کر لی فیصل انعم کے سارے اخراجات پورے کر رہا تھا مگر اس نے اس سے ... انعم کو چھوا تک نہیں تھا جس کے بارے میں انعم بھی سوچ کر حیران تھی پھر فیصل کی کزن عالیہ ان کے گھر آگئی اور پوچھا کیسی گزر رہی ہے زندگی تو فیصل نے بتایا کہ میں انعم کے قریب اس لیے نہیں گیا ابھی تک کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے یہ سب اسے قریب جانے کے لیے کیا ہے بلکہ میں نے تو یہ سب پیار کے لیے کیا ہے جو میں آج بھی کرتا ہوں انعم سے اور کرتا رہوں گا عالیہ نے یہ بات انعم سے کہی تو انعم کے دل میں مزید فیصل کے لیے محبت بڑھ گئی اور یوں انعم خود ہی فیصل کے قریب چلی گئی گھر والوں نے کچھ عرصے کے بعد سچائی سامنے آنے پر انہیں واپس گھر بلا لیا اور خوش رہنے لگے۔

تو جو چاہے تو تیرا ہو کر دیکھوں

--تحریر۔اظہر محمود اسلم۔بہاولنگر۔ 0300.7460391-

ریاض بھائی۔السلام وعلیکم۔امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی تو جو چاہے تو تیرا ہو کر دیکھوں۔۔۔کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کرکے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔
میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں ،مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مجھے اب ڈر نہیں لگتا مقدر کے صحیفوں سے
جہاں لکھی تھی محرومی وہ کاغذ پھاڑ آیا ہوں

قارئین ہم چار بھائی ہیں سب سے چھوٹا میں تھا کسی بھی چیز کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی مطلب ہر وہ چیز جس کی عام انسان کو ضرورت ہوتی ہے مل گئی مگر نہ ملی تو مقدر میں وہ نہ تھی، جس کی ضرورت جس کی خواہش جس کی تمنا تھی، ہمیشہ رہی جو میرا مقدر تھی جس کی میں ساری زندگی کوشش کرتا رہا وہ میری کبھی نہ ہوئی اس لئے میں سب کچھ ہو کر بھی میں کچھ نہ تھا حسرت ہی رہی تھی کہ کاش وہ میرا ہو جائے میرے ساتھ چلے اور زمانہ دیکھ کر جلے اور پھر میری ہوتی اس سے محبت کرنا ضروری بھی تھا جو یہ نہیں تھی۔ وہ بہت خوبصورت تھا اس کی ہر ادا میں پیار تھا جو قسمت نے اسے میرا کر دیا دل چاہتا تھی اس کے سامنے بیٹھا کر بس دیکھتا ہی رہوں۔

اور وہ صبح شام ہوتی رہیں میری زندگی کی ساری شامیں اس کی ادا پر قربان ہو جائیں۔
قارئین کہانی کے اصل حقیقت کی طرف آتا ہوں میرا نام عامر ہے میں کالج کے زمانے سے ایک بہت خوبصورت لڑکی دیکھی اس سے پہلے میرا مانند نہیں تھا۔میں بہت کم گو انسان تھا لیکن میری اس عادت کی وجہ سے میرے بہت دوست تھے لیکن جو تھے وہ کمال تھے دوست کم ہی رکھتا تھا مگر کمال کے رکھتا تھا۔
پھر لڑکوں اور لڑکیوں کی عادت ہوتی کہ وہ ہر وقت محبت کی باتیں کرتے رہتے تھے۔مگر اس وقت وہ دھیان نہیں تھا بس پڑھتا تھا اور بس۔رفتہ رفتہ وقت گزرتا گیا۔میں کالج میں انٹر ہو گیا تھا۔جہاں پر اکثر لڑکے کم ہی پڑھتے تھے۔مگر میں ہمیشہ کوشش کرتا کہ دھیان میرا صرف پڑھائی کی طرف ہی ہو۔

وقت گزرتا گیا اور میں سیکنڈ ائیر میں پہنچ گیا تھا اور پھر میری بربادی کا ٹائم آ گیا۔

میرے ایک کزن راشد سرور کی شادی تھی اور اسی سلسلے میں میں لاہور آیا شادی والے گھر میں کافی ہنگامہ تھا شور شرابہ تھا سب شادی انجوائے کر رہے تھے میں نے بھی انجوائے کی اسی دوران ایک لڑکی جس کا نام عالیہ تھا پر میری نظر پڑی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی کہتے ہیں شادی والے گھر میں ایک لڑکی ایسی بھی ہوتی ہے جو دلہن سے زیادہ سجی ہوتی ہے یا زیادہ میک اپ کیا ہوتا ہے مگر ایسی میں نے بھی دیکھی لیکن جو میری منظور نظر تھی وہ تو بہت سادہ تھی اس کی سادگی میں بھی کمال تھا جتنا کہوں کم تعریف ہوگی۔۔۔اس کی آنکھیں اور ہونٹ اور ناک بہت پیارے تھے اس کا چہرہ تو جیسے اس سے پوچھ پوچھ کر بنایا گیا ہو۔

کیا خوب کہا کسی نے

ایک تو لب رسیلے اوپر سے ان کی گفتگو

کام یار تو عرق گلاب جیسا ہے

دل چاہتا تھا بار بار اس کو دیکھوں مہندی کی رسم ہوئی تو وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی کیا بتاؤں میں تو پاگلوں کی طرح اسے دیکھتا ہی جا رہا تھا اچانک اس کی نظر پڑی اس نے مسکراتے ہوئے نگاہیں نیچی کر لیں پھر کیا میری نظریں اس پر ہی تھیں میں نے دل کو سمجھانا چاہا پر دل کوئی ماننے کو تیار نہ تھا۔ اس نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا میں نے اس کو نا چاہتے ہوئے بھی اشارہ کیا پتہ نہیں کیوں میں ایسا کیا حالانکہ یقین جانئے کبھی بھی کسی لڑکی کو اشارہ نہیں کیا تھا نہ جانے کیسا یہ سحر تھا کیوں ایک انجان لڑکی کو اشارہ کر دیا۔ اسی دوران رسم مہندی مکمل ہوئی اور بس بارات آنی تھی ہم سب تیاری کر رہے تھے کیونکہ بارات کے لیے ہمیں فیصل آباد جانا تھا پھر جلدی سے ریڈی ہو گئے بارات والے دن وہ نہایت ہی پیاری لگ رہی تھی اس کی نظر بھی مجھ پر پڑی ہم ایک دوسرے کو چپکے چپکے دیکھ رہے تھے آخر بارات سے واپسی میں نے اپنے کزن طارق سے پوچھا

یار یہ لڑکی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے

اس نے کہا تم نے پوچھ کر کیا کرنا ہے

میں نے کہا کہ ویسے ہی یار تم بتا دو بس

طارق نے بتایا بہاولنگر ہی رہتا تھا مگر ہمارا ان کے گھر آنا جانا اتنا نہیں تھا بس کام کی حد تک بس پھر کیا طارق نے کہا یہ تمہاری بھابھی ہے میں حیران پریشان رہ گیا

میں نے کہا بھابھی۔

اے یار بھابھی مطلب میری ہونے والی بیوی منگیتر ہے۔

میں یہ سن کر چکرا سا گیا میں نے طارق سے کہا یار یہ کل بارات کے ساتھ ہی تو تھی تب اس کا پرس گرا تھا اور یہ پرس اٹھا رہی تھی تو کسی بچے نے اسے دھکا دیا تو یہ گر پڑی تھی میں اس وقت بہت ہنسا تھا تب اس نے مجھ سے کہا بدتمیز میں نے اس لیے پوچھا طارق وہاں چلا گیا مگر مجھے اداس کر گیا تھا۔

اگلے دن میں نے ہمت کر کے اپنا موبائل نمبر لکھ کر اسے دینا چاہتا تھا مگر موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر مجھے وہ چھت پر جانے کا اشارہ کر گئی میں ادھر ادھر دیکھ کر چھت پر جانے لگا ادھر وہ انتظار کر رہی تھی میں ہمت کرتا مگر زبان ساتھ نہ دے رہی تھی مگر وہ خود ہی بولی۔

آپ مجھے اشارہ کیوں کر رہے تھے

میں نے کہا نہیں تو۔

وہ بولی۔ اچھا چھوڑو تم کہاں رہتے ہو

میں نے کہا۔ میں بہاولنگر

بہاولنگر میں کس جگہ وہ بولی۔

میں نے کہا ماڈل ٹاؤن بلاک میں

اس نے کہا بہاولنگر رہتی ہوں

تب میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا میں نے اسے اپنا نمبر دیا اور کہا۔ مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے

اس نے کہا مجھے بھی لگتا ہے کوئی آ رہا ہے اس نے کہا ہمیں چلنا چاہیے وہ چلی گئی۔ میں بھی نیچے آ گیا اس کے بعد ہم اگلے دن واپس آ گئے جس گاڑی میں ہم آ رہے تھے وہ بھی نظر آئی تو یاد آئی ہے نیازی کوچ۔ پھر ہم موبائل سے باتیں کرنے لگے آہستہ آہستہ اس محبت کے کنارے پر آ گئے جہاں سے واپسی تو دور سوچ کر بھی ڈر لگتا ہے بس خیال آتے ہی ہم سہم سے جاتے ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرنے لگے تھے بے انتہا۔

دھیرے سے سرکتی ہے رات اس کے آنچل کی

اس کا چہرہ نظر آتا ہے جھیل میں کنول کی طرح

بعد مدت اس کو دیکھا تو یوں لگا

پیاسی زمین پر جیسے کوئی برس گیا بادل کی طرح

ہر روز کہتا ہے سینے پر سر رکھ کر رات بھر جاگوں گا

سر شام ہی آج مجھے سلا گیا وہ کل کی طرح

میرے ہی دل کا مکیں تھا آخر وہ شخص اظہر

اور میں شہر بھر میں ڈھونڈتا رہا اسے کسی پاگل کی طرح

میں اس سے بچھڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ میری روح میں مکمل طور پر سما چکی تھی میں اسے کسی قیمت پر بھی کھونا نہیں چاہتا تھا مگر وہ میرے بن بھی رہنے والی نہیں تھی وہ بھی کالج میں پڑھتی تھی اس فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ تھی عالیہ حقیقت میں بہت پیاری تھی اس نے مجھے ملنے کے لیے کہا۔

میں نے کہا۔ کب کہاں ملنا ہے۔

سنڈے کو اس کے ملنے کے لیے میرا دل بہت بے چین ہو رہا تھا آخر کار وہ دن آ گیا اور ہم ملے کافی باتیں کرتے رہے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے وہ میری بانہوں میں تھی اور میں اسے بس دیکھ رہا تھا کہ میری جان کتنی خوبصورت ہے عالیہ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا

عامر ایسے نہ بولو جان اللہ نہ کرے کبھی ایسا دن آئے ہم جدا ہوں نہ ہی میں کبھی ایسا ہونے دوں گی تم میری زندگی ہو تم میرے ہو نا عالیہ نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے کہا عالیہ میں تمہارا ہی ہوں اور ہمیشہ تمہارا ہی رہوں گا تم میری رہنا بس میں سارے زمانے سے لڑ جاؤں گا حقیقت یہ ہے قارئین انسان وہ ہے بہت عجیب شے ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کتنا کمزور ہوتا ہے کہ ایک انسان کے بغیر نہیں رہ سکتا اور پیار میں طاقتور اتنا بن جاتا ہے کہ اس انسان کی خاطر جس سے وہ پیار کرتا ہو ساری دنیا سے لڑ جاتا ہے۔ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی الوداع کہنے پر مجبور ہو گئے پھر اچانک یوں ہوا کہ عالیہ کا نمبر بند اس کا نہ کوئی پتہ اس کے گھر کے چکر کاٹ کاٹ کر میں تو خود کا برا حال کر بیٹھا تھا۔ ساری رات نیند نہیں ذہن میں بار بار خیال آ رہے تھے نہیں معلوم وہ مجھے کس جرم کی سزا دے رہی تھی وہ میرے بغیر کیسے رہ رہی تھی پتا نہیں مجھ سے آخر وہ کیوں بات نہیں کر رہی تھی

کافی دن سے ہماری بات نہیں ہو پا رہی تھی آخر ایسا کیا ہوا سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہماری بات نہیں ہو پا رہی تھی نہ کالج میں دل لگتا نہ پڑھنے کو دل کرتا نہ کہیں سکون تھا پل پل جینا مشکل ہو رہا تھا ایک ایک لمحہ جان نکال رہا تھا میری۔ میں اس کے بغیر بس یہی سوچ کر جان نکل رہی تھی کہ پھر ایک دن میں اس کے گھر کے پاس کھڑا تھا وہاں ہی اس کے نمبر سے کال آئی میں نے ہیلو کیا آگے سے عالیہ بولی

عامر کیسے ہو۔

بس اس کا یہی پوچھنا تھا میں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا کافی دیر روتا رہا پھر اس نے کہا تمہیں میری قسم میں بہت بیمار ہو گئی تھی چپ ہو جاؤ مجھے چپ تو لگ گئی اس نے سوری کہا عامر میں بہت بیمار ہو گئی تھی مجھے کافی بخار ہو گیا تھا اور میری بس جان نہیں نکلی

میں نے کہا اور تم نے بتایا بھی نہیں کم از کم ایک میسج ہی تو کر دیتی تم نے گوارہ بھی نہیں کیا بتانا۔

اس نے کہا میری جان مجھے ایک قدم تو کیا مجھے ہوش ہی نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں کیا میسج کرتی تم اپنے دل سے پوچھو پھر اس نے کہا تم میری جان ہو اور تمہارے بغیر میں کیسے رہ سکتی ہوں یہ تو بیماری نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔

میں نے عالیہ سے کہا میں تمہارے گھر کے پاس کھڑا ہوں پتہ نہیں کتنے چکر لگاتا رہا تھا۔

عالیہ نے کہا عامر تم رکو میں ابھی آتی ہوں پھر وہ دروازے پر آئی مجھے دیکھنے۔ اس نے اپنی حالت کیا بنا رکھی تھی بال بکھرے ہوئے سوکھ چکی تھی اداس پریشان سی۔

میں نے کہا عالیہ یہ کیسی حالت بنا رکھی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ کچھ دن تک عالیہ ٹھیک ہو گئی۔ ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے ہم نے شاید ایسے پیار جیسے ہم دونوں کے علاوہ کسی دوسرے نے کبھی نہ کیا ہو ایسے پیار جیسے نجانے ہم ہی دو دیوانے بچے تھے اور بس کوئی نہیں تھا پیار کرنے والا۔ ہماری محبت اس قدر بڑھتی جا رہی تھی کہ کوئی ہم دونوں سے تصور بھی نہیں کر سکتا تھا

آؤ ایسا کریں ہم دونوں ہی مر جائیں اظہر
تم مجھ پر اور میں تم پر

میں کالج جاتا تھا مگر دل نہیں لگتا تھا پڑھنے کو دل نہیں کرتا تھا دل چاہتا تھا کہ بس میرا محبوب میرے پاس ہی ہو میری زندگی گزر جائے۔ دن گزرتے گئے ہم ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے گئے کئی وعدے کئی قسمیں ہوئیں۔ میرے ایگزام شروع ہو گئے میں نے دل کو سمجھایا تھوڑی کم کرے عشق بازی اب ایگزام سر پر ہیں تھوڑا سا نمٹ لوں میں نے عالیہ سے کہا

عالیہ میرے ایگزام ہیں میں تھوڑی سی کم بات کروں گا۔

اس نے کہا جان تم پوری توجہ سے امتحان کی تیاری کرو میں نے دن رات محنت کی اس دوران عالیہ کی مجھے حد سے زیادہ یاد آتی مگر میں نے اس سے وعدہ کیا تھا دل لگا کر امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ ایک ماہ میں ہماری بات صرف چار بار ہوئی آخر ایگزام سٹارٹ ہو گئے اور میں نے دل و جان سے دماغ کو ایگزام کی طرف کر دیا۔

قارئین آپ کو ایک بات یہاں پر ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے کزن طارق کی عالیہ سے کوئی منگنی نہیں ہوئی تھی وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ میں نے عالیہ سے پوچھا تھا۔

عالیہ نے کہا میری کسی سے کوئی منگنی نہیں ہوئی ہے۔ بالآخر میرے ایگزام ختم ہو گئے اور میں بہت خوش تھا کہ آخر میری جان سے بات ہو گی۔ میری عالیہ سے بات ہوئی اس نے مجھ سے پوچھا۔

کیسے ایگزام ہو رہے ہیں

میں ہنسا اور بولا تمہیں یاد نہیں ہے عالیہ کہ ایگزام ختم ہو گئے ہیں۔

عالیہ بولی اچھا تو پھر کیسے ہوئے ایگزام

میں نے کہا ٹھیک ہوئے اللہ خیر کرے گا۔

پھر ہم نے دیر تک بات کی میں نے عالیہ سے کہا عالیہ میں نے تم سے ملنا چاہتا ہوں

عالیہ نے کہا رات کو مل سکتے ہو

میں نے حامی بھر لی میں رات کے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب تصور میرا چپکے سے تجھے چھو آئے
اپنی ہر سانس سے مجھے تیری خوشبو آئے
مشغلہ اب ہے میرا چاند کو تکتے رہنا
رات بھر چین نہ مجھ کو کسی پہلو آئے
جب بھی گردش دوران نے ستایا مجھ کو
میری جانب تیرے پھیلے ہوئے بازو آئے
جب بھی سوچا کہ شب ہجر نہ ہوگی روشن
مجھ کو سمجھانے تیری یاد کے جگنو آئے
تجھ سے ملنے کو سر شام کوئی سایا سا
تیرے آنگن سے چلے اور لب جو آئے
اس کے لہجے کا اثر تو ہے بڑی بات ہے اظہر
وہ تو آنکھوں سے بھی کرتا ہوا جادو آئے

ہماری ملاقات ان کے گھر میں ہوئی میں نے اسے بے خودی میں گلے لگا لیا اور ہم نے کافی باتیں کیں رات کافی ہو چکی تھی ہم نا چاہتے ہوئے بھی جدا ہو گئے۔ ایک دن عالیہ نے مجھ سے کہا

تم مجھ سے شادی کرو گے۔

میں نے کہا ہاں۔

وہ بولی۔ کب

میں نے کہا عالیہ جب کہو گی

وہ بولی تم جلدی سے پڑھ لو پھر ہم شادی کر لیں گے میں نے ایف اے مکمل کر لیا اور جاب کی تلاش میں پھرنے لگا میں نے ہر جگہ کوشش کی مگر جاب نہ ملی میرے ایک دوست نے مجھے سعودی عرب جانے کا کہا اس کا ایک کزن بھی وہی تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اس کے کزن سے رابطہ نہ ہو سکا پھر مجھے یاد آیا میرا ایک دوست ذیشان حیدر جو رحیم یار خاں میں رہتا وہ اب رحیم یار سے سعودی عرب شفٹ ہو گیا ہے میرے پاس اس کے چھوٹے بھائی کا نمبر تھا اسکو کال کر کے اس سے ذیشان کا نمبر لیا اور سعودی عرب آنے کے بارے میں بات کی۔ ذیشان حیدر نے مجھ سے کچھ دن رکنے کا کہا اور کہا میں بتاتا ہوں ایک دو دن تک پھر وہ وقت آ گیا جب میں نے سعودی عرب کے لیے روانہ ہونا تھا اس وقت میں عالیہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا عالیہ نے بہت روکا مگر میں چاہتا تھا عالیہ کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لوں اور اسے خود سے کبھی جدا نہ کروں مگر مجبوری تھی کیا کرتا دل پہ ہزاروں پتھر رکھ کر میں عالیہ سے جدا ہو گیا عالیہ بہت روئی تھی سعودی عرب میں تین ماہ تو قیامت کی طرح گزرے تھے۔ ہم دونوں میں اکثر بات ہوتی رہتی تھی پھر آہستہ آہستہ دل لگنا شروع ہو گیا عالیہ کی یاد بہت آتی تھی چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا کچھ دن عالیہ سے رابطہ نہ ہو سکا دل بہت پریشان تھا ایسا کوئی تھا ہی نہیں جس سے پوچھ لیتا کہ میری

جان لیتی ہے۔

میں کبھی رونا شروع کر دیتا کبھی تو روتے روتے سو جاتا تھا اس کے بغیر کیسے رو سکتا تھا پتا نہیں وہ کس حال میں ہوگی میں نے پاکستان میں موجود اپنے کزن سے عالیہ کا پوچھا میں نے عالیہ کا پتہ لگایا اور مجھے فون کر کے بتایا کہ عالیہ کشمیر اپنے کزن کی شادی پر گئی ہوئی ہے اور سنا ہے کہ عالیہ کی شادی ہونے والی ہے اس کی پھوپھو کا بیٹا ہے اس کے ساتھ۔

عالیہ یہ سب کیوں تم کر رہی تھی کیا تم نے سوچا میں کیسے جی رہا ہوں تمہارے بغیر عالیہ میں ادھورا ہوں تمہارے بنا تم میرے آنے کا انتظار تو کرتی میں تمہارے لیے ہی تو گیا تھا کہ کچھ بن سکوں اور تم آسانی سے حاصل ہو جاتی۔ تمہارے سکون کی خاطر میں نے اپنا سکون برباد کر لیا ہے مگر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا کیوں دیا مجھ کو دھوکہ تم نے بتاؤ ناں کیوں تمہیں معلوم تھا ناں کہ میں تمہیں کتنا پیار کرتا ہوں تمہیں معلوم تھا عالیہ کہ عامر تمہارے ساتھ جینے کے لیے جی رہا ہے عامر اور تم اپنے عامر کو دھوکہ دے رہی ہو۔ جس کے بنا تم رہنا نہیں چاہتی تھی ایک ایک پل جینا جس کے لیے جینا مشکل تھا وہ ہمیشہ میرا ساتھ پسند کرتی تھی اس کو کیا ہو گیا تھا کیوں وہ ایسی بدلی کہ میرا دل میرا چین میرا وہ سب کچھ جس کی محبت میں جیتا تھا میں تباہ کر گئی اس کا اور کتنا انتظار کروں وہ باتیں کو کہہ نہیں سکتا تھا ہاں محبت ہے مجھے اس سے ہاں ہاں میں اس کے بغیر نہیں جی سکتا وہ میری ہے میرے بغیر رونے لگی وہ میرے علاوہ کسی اور سے پیار نہیں کر سکتی وہ مجھ سے ہی شادی کرے گی

تیرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
بکھر چلے ہیں اظہر اس کا انتظار کرتے ہوئے
ہاں ہاں میں بھی خوش ہوں اگر اس سے کوئی جا کر کہہ دے
اگر وہ خوش ہے مجھے بے قرار کرتے ہوئے
تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ اظہر ٹوٹ گیا ہے
محبتوں کو پائیدار کرتے ہوئے
میں مسکراتا ہوا آئینے میں ابھروں گا
وہ رو پڑے گی اچانک سنگھار کرتے ہوئے
مجھے خبر ہوئی کہ اب لوٹ کے نہیں آئے گا
سو تجھ کو یاد کیا دل پہ وار کرتے ہوئے
وہ کہہ رہی تھی سمندر نہیں ہیں آنکھیں ہیں
میں ان میں ڈوب گیا اعتبار کرتے ہوئے
بھنور جو مجھ میں پڑے ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں
تمہارے ہجر کے دریا کو پار کرتے ہوئے

ایک دن شام کو کام سے واپس آیا تو ایک نئے نمبر سے کال آئی ہوئی تھی میں نے اوکے کی تو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ دوسری طرف عالیہ تھی میں بولنے والا تھا عالیہ بولی۔

کیسے ہو تم

میں بے اختیار رو پڑا میں کیسے بتاتا کہ میں تمہارے بنا کیسا ہوں بس اتنا بولا کہ تم نے ایسا کیوں کیا عالیہ تمہیں معلوم ہے ناں کہ میں تم بن کیسے جی سکتا ہوں

عالیہ نے بتایا میری طبیعت خراب ہو گئی تھی تین ماہ میں بیمار رہی پھر کچھ سنبھلی ہوں میں نے تم سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ایک تو میرا موبائل خراب ہو گیا اور ایک میں بھی سوچتی کہ تم بہت ناراض ہو گئے اور میں بہت کنفیوزن میں تھی۔ میں بھی سوچتی تم اپنے آپ کو کچھ قابل بنا لو بہر حال ہماری باتیں دوبارہ سے شروع ہو گئیں ہم پھر سے ایک دوسرے سے محبت کے وعدے نہ دور ہونے کی قسمیں تمنا ساری زندگی ایک کے لیے ایک ہونے کی خواہشیں میں محبت کی راہوں میں چل دیئے ہماری باتیں بہت ہوتی لیکن پہلے سے کم ضرور تھیں میں اسے دوبارہ پا کر بہت خوش تھا وہ پھر سے مجھے مل گئی ہم ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے تھے۔

تیری آنکھوں کے حسین جال میں آ جاؤں گا
مجھ کو لگتا ہے تیری چال میں آ جاؤں گا
زندگی تیرے بعد ہوتا تھی مشکل لیکن
یہ نہ سوچا تھا کہ اس حال میں آ جاؤں گا
دیکھ کر اسکو مجھے یاد کرے گی دنیا اظہر
ایک دن اس کے حد و حال میں آ جاؤں گا
کتنے موسم تھے جو کتنے طعنے دے کر گزرے
تم تو کہتے تھے کہ اس سال میں آ جاؤں گا

وقت گزرتا گیا ہماری باتیں ہوتی رہیں آج وہ دن آ گیا تھا جب مجھے اپنے ملک اپنے شہر اپنے گھر واپس جانا تھا آج تقریباً تین سال کا عرصہ ہو گیا تھا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا کہ میرا محبوب مجھ سے ملے گا میں جی بھر کے اس کے ساتھ باتیں کروں گا اس کو دیکھ اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاؤں گا جو دل کا چین تھا سکون تھا وہ اب تک میرے انتظار میں پلکیں بچھا کر بیٹھی ہو گی

آج انتیس دسمبر تھا جب ہم دوبارہ آمنے سامنے آئے تھے بہت خوش تھا مگر عالیہ بجھی بجھی سی تھی شاید کوئی پریشانی تھی اس کو مگر میں نے اس سے پوچھ ہی لیا

عالیہ تم خوش نہیں خیریت تو ہے

عالیہ بولی نہیں عامر ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بہت خوش تم کو دیکھ کر میں کتنی خوش ہوں جس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے

میں نے عالیہ سے کہا عالیہ میرے گلے سے نہیں لگو گی ہم ایک دوسرے کے گلے ملے کافی دیر باتیں ہوتی رہی جیسے ساری کائنات میری قابو میں ہو گئی ہو جیسے لمحے رک گئے ہوں جیسے میں دنیا کا پاور فل انسان تھا جیسے کوئی زندگی کی آرزو کرنے والے انسان تھا اور اسے زندگی دوبارہ مل گئی ہو جیسے خواب کے تعبیر مل گئی ہو۔ خوشیاں سمیٹ کر میری ہتھیلی پر رکھ دی گئی ہوں ہم الگ تو نہیں ہونا چاہتے تھے مگر ہم نے الگ ہونا ہی مناسب سمجھا گھنٹوں باتیں کرتے پھر میں چند لمحے ضائع کیے بغیر عالیہ سے شادی کا سوال کر ڈالا اس پر عالیہ بجھ سی گئی میں نے کہا

عالیہ کیا ہوا

عالیہ نے کہا نہیں کچھ بھی تو نہیں اس پر بعد میں بات کریں گے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی واپس چل دیئے اپنے گھروں کو میں اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہم صرف فون میسج پر بات کرتے تھے۔ پھر میرے دوست کی شادی تھی اس کی شادی میں مصروف ہو گیا اور میں عالیہ سے صحیح طرح سے بات نہ کر پایا شادی کا دن بھی آن پہنچا تھا شادی ٹھیک ٹھاک گزر گئی تھی اور میں کسی ضروری کام سے لاہور آ گیا اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس لوٹا مجھے پاکستان میں آئے ہوئے دو ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا میں نے عالیہ سے کئی بار گھر سے باہر آنے کا کہا اس نے انتظار کروایا اور نہ ہی اس نے ملنے کے لیے کوئی مثبت جواب دیا۔ وہ کچھ کھوئی کھوئی ہوئی سی تھی جیسے کوئی بڑی پریشانی ہو میں وہ کوئی گم سم ہی رہنے لگی کافی دن ہو گئے تھے اسے دیکھا نہیں تھا۔ وہ مختلف حیلے

بہانے کر رہی تھی وہ مجھے کچھ کہنے لگتی تھی مگر چپ ہو جاتی تھی میں کئی بار اسے پوچھنے کی کوشش کی وہ مجھے بھی نہیں بتاتی تھی پھر کئی دن کے بعد اس نے خود ہی مجھے ملنے کا کہا میں بہت خوش ہوا تھا اس نے جگہ کا تعین بھی خود ہی کیا ہم ملے آج وہ پہلے سے زیادہ خوش تھی میں بھی خوش تھا کیونکہ میری جان کا موڈ بہت اچھا تھا ہم نے جی بھر کے باتیں کی پیار کیا چار گھنٹے تک ہم نے بات کی ہماری باتیں تھیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ہم بانہوں میں بانہیں ڈال کر باتیں کر رہے تھے کہ میرے ایک بار شادی کے سوال نے عالیہ کو چونکا دیا تھا عالیہ نے تھوڑی سی پریشان تھی یا نہیں معلوم میرے سوال سے ہو گیا اور یقین بھی ہو گیا تھا۔ میں نے عالیہ سے کہا

تم مجھ سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔

نہیں عامر ایسا ایسی کوئی بات نہیں ہے

تو پھر بات کیا ہے بتاؤ تم

عالیہ نے کہا میں دو سال شادی نہیں کر سکتی

میں نے پوچھا۔ کیوں عالیہ کوئی وجہ تو ہو گی

[illegible] کچھ شاید سوچ کر بولی۔ وجہ یہ ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی جب تک میرے ابو کو ریٹائرمنٹ نہیں مل جاتی کیونکہ تب تک چھوٹی بہنوں کی پڑھائی مکمل ہو جائے گی اور جب تک ہم لوگ مسئلوں سے نکل نہیں آتے

میں نے عالیہ سے کہا اس سے ہماری شادی کا تعلق تو نہیں بنتا ہے۔

عامر عالیہ بولی۔ تعلق ہے بات کو سمجھو پلیز

عالیہ۔۔ میں نے کہا ہم اتنی دھوم دھام سے شادی نہیں کریں گے۔

عالیہ بولی عامر پلیز یہ بات دوبارہ مت کرنا جب تک میں نہیں کہوں گی۔

عالیہ اپنی اس بات پر بضد رہی مگر میرے کزن کی باتیں جو عالیہ کی شادی کے بارے میں کی تھیں وہ جنم لے رہی تھی عالیہ نے میری ایک نہیں سنی اور وہاں سے چلی گئی کچھ دن بعد میں نے تیاری کی اور عالیہ اور گھر والوں کو خیر آباد کہہ کر سعودی عرب دوبارہ آ گیا ایک بار پھر بچھڑنا مقدر بن گیا۔ عالیہ فون پر فون کرتی اس دن بہت روئی مجھ سے کہا

تم ناراض ہو کر آئے ہو ناں۔

میں نے کہا۔ نہیں عالیہ میری جان میں ناراض نہیں ہوں

عالیہ بولی عامر میں تمہیں بتا نہیں سکتی میں کتنی مجبور ہوں ہو سکتا ہے تمہیں اندازہ بھی نہ ہو۔

میں نے کہا تم کہتی ہو دو سال میں تمہارے لیے پوری زندگی گزار سکتا ہوں میری اس بات پر عالیہ کی رونے کی آواز نے مجھے بھی رلا دیا نجانے وہ مجھے اتنا پیار کرتی تھی ہمارے درمیان بات کا تعلق ہو گیا کیونکہ اسے شاید بیلنس ختم ہو گیا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے ہفتے میں چار پانچ بات بات کرتے تھے پھر بھی کیا کر سکتے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کے بغیر رہنا تو دور سوچنا بھی تک بھی گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔ پھر ایسے ہو باتوں سے تو ہم جیسے جی بھرتے تھے فیس بک کے ذریعے انٹرنیٹ کے ذریعے باتیں کرتے تھے اس سے آنکھوں کی حسرت بھی پوری کر لیتے تھے دل بھی خوش ہو جاتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ہماری بات کو تین ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا بات نہیں ہو سکتی پھر کیوں وہ غائب ہو گئی تھی عالیہ کے بغیر دل بھی نہیں لگ رہا تھا کافی دن سے اسے دیکھا نہیں کہ نہ آواز سنی کا

تھا وقت کب رکتا ہے گزر ہی جاتا ہے اور گزر گیا مجھے سعودی عرب میں آئے ہوئے دو سال ہو گئے عالیہ سے بات ہوئے چھ ماہ کا۔

آج اکتوبر کی تین تاریخ تھی میں پاکستان آیا گھر والوں سے ملنے کے بعد میرے دل میں عالیہ سے ملنے کی تڑپ پیدا ہوئی تڑپ کہتے قرار پاتی جب تک اسے مل نہ لیتا میں عالیہ کی گلی کے ہزار چکر لگا چکا تھا اک پل کے لیے بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ دل کو کب سکون آتا قرار آتا وہ نظر آتی تو دل کو سکون ملتا وہ نہیں تھی تو کچھ بھی نہیں تھا دو ماہ ہو گئے تھے مجھے پاکستان آئے ہوئے میرے گھر والوں نے بھی آخر میری شادی کا ڈھونگ رچانا شروع کر دیا تھا اور میں جس کے لیے تڑپ رہا تھا وہ نجانے کہاں گم تھی وہ کس حال میں تھی اور سے بھی کہاں کیسے پتا لگایا جائے وہ کس حال میں ہے بات کیوں نہیں کرتی اور وہ ہے کہاں کیوں اس نے مجھ سے دور ہونا سیکھ لیا ہے وہ کس طرح میرے بغیر رہ رہی ہے کیسے میرے بغیر جی سکتی ہے کس طرح وہ سو سکتی ہے کس طرح اس کو نیند آتی ہوگی۔

خواب آنکھوں میں چھو کر دیکھوں
کاش میں بھی سو کر دیکھوں
شاید ابھرے تیری تصویر میں
میں تیری یاد میں رو کر دیکھوں
میں اس خواہش میں مرا جاتا ہوں اظہر
میں تیرے پاؤں تیری ٹھوکر دیکھوں
[illegible] میں وہ کی شبنم سے لہو
اپنی پلکیں تو بھگو کر دیکھوں

یہ ملاقات پتھر کر مانا پوچھا اس سے اظہر
میں بھی اچانک تجھے کھو کر دیکھوں

اب کہاں سے اپنے گریباں کی بہانہ
تار میں زخم پرو کر دیکھوں
میرے ہونے سے نہ ہونا شاید ہے بہتر
تو جو چاہے اظہر تیرا ہو کر دیکھوں
رونے کی ہر دستک پہ مرے اظہر
دامن داغ کو دھو کر دیکھوں

ہماری بات نہیں ہوئی تھی میں کوئی حربہ استعمال کرتا آخر گھر والوں سے عالیہ کے بارے میں بات کی یہ بہت سننے میں حیران تھا کہ کیوں ایسا رویہ اختیار کر رہے ہیں آخر میرے گھر والوں نے کہا کہ عالیہ کے ابو کا نام انکل رمیض تھا۔ رمیض کی ساری بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے اور تم نے یہ کیا بات کی ہے پاگل ہو تم تو اسے جانتے نہیں ہو

میں نے کہا نہیں اس کی بڑی بیٹی عالیہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔

میرے بھائی نے کہا او بھائی اس کی شادی تو کب کی ہو گئی ہے۔

کیا۔ نہیں ایسے نہیں ہو سکتا میں کہتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا عالیہ نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تم لوٹ کر آؤ گے تو تب ہم شادی کریں گے تو پھر یہ ممکن تھا اس نے ایسا کیوں کیا اور مجھے بتایا بھی نہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کئی دن مانتا تھا بھی نہیں اس نے مجھے بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ اس نے شادی کر لی ہے ساڑھے تین سال ہو گئے تھے عالیہ کی شادی کو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں یہ کیسا معاملہ تھا میرے ساتھ میں اس سے جھوٹ بولنے کو ہمیشہ سچ ہی سمجھتا رہا۔ اسی چکر میں میرے دن گزرتے گئے کہ اچانک میرے نمبر پر عالیہ کی کال آئی میں دل سے اس کی بات کی اس

نے پھر طبیعت خراب کا بہانہ بنالیا خود ہی اس نے ملنے کو کہا اور مجھے دیکھنے کی ضد کی میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے ملا

ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے میں نے وہ ساری بات اس کے سامنے رکھ دی وہ کیوں ایسا کر رہی ہے وہ بھی مجھ سے۔ اور وجہ کیا ہے آخر سب پوچھ لیا۔

عالیہ نے کہا تمہیں پتا چل ہی گیا ہے تو ٹھیک ہے عالیہ کی اس بات پر میرا دل ٹوٹ گیا کیونکہ لوگوں کی باتیں میں ابھی تک جھوٹ ہی سمجھتا رہا تھا میں صرف عالیہ کے منہ سے سننا چاہتا تھا وہ سب کچھ جاننا چاہتا تھا اور عالیہ نے اس بات کو کلیئر کر دیا یہ بات کر کے میرے ارمانوں کا جنازہ نکال دیا عالیہ روتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور بول بھی رہی تھی

وہ بولی میں جب کشمیر شادی پر گئی وہاں ایک لڑکے نے مجھے کافی ڈسٹرب کیا تھا اور بار بار مجھے ایسے دیکھ رہا تھا کہ ابھی کھا جائے گا اس نے میری کزن حرمین سے پوچھا یہ لڑکی کون ہے تو میری کزن نے میرے بارے میں اسے بتا دیا کچھ دن کے بعد مجھے کالج کے ایگزام کے ختم ہونے کے بعد واپسی پر مہمان گھر پر ملے ان میں وہ لڑکا بھی تھا لیکن جو مہمان تھے ان میں میری پھوپھو بھی تھی۔

انہوں نے میرا ماتھا چوما اور دعائیں دیں مہمان چلے گئے تو امی نے مجھے بتایا کہ تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے اور تم کچھ دن تک تیاری کر لو شادی کرنی ہے تمہاری میں نے امی کو بہت کہا روئی چلائی مگر امی اور ابو نے میری ایک نہ سنی اور کہا لڑکا پڑھا لکھا ہے اور ایک اچھی جاب پر ہے عیش کرو گی پاگل مت بنو میں نے امی سے کہا میں شادی نہیں کروں گی مگر امی ابو کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ آخر میری شادی کے دن رکھ دیئے گئے اور مجھے رخصت کر دیا گیا کچھ دن تو میں تمہارے بغیر گزار لیے مگر آہستہ آہستہ میں تمہیں بھولتی گئی بہرام مجھے اب بہت پیار کرنے لگے اور چار ماہ تک میں پیار سمیٹتی رہی پھر سسرال والوں کی باتیں بہرام کی باتیں وہ سب کچھ میرے ساتھ ہونے لگا جو سسرال کرتے ہیں کبھی کبھی بہرام میرا ساتھ دیتے اور کبھی پھوپھو بھی مہربانی دکھاتی بہر حال میں بہت پریشان رہنے لگی اور اس وقت مجھے تمہاری بہت یاد آتی میں تمہیں بہت مس کرتی اور یاد میں روتی رہتی خدا سے مرنے کی دعائیں کرتی پھر میں نے ایک دن تمہارا نمبر ڈائل کیا اور دل کو بہلایا اور تم سے اپنی شادی کی بات چھپاتی رہی میں جو تمہاری محبت بھولا بیٹھی تھی وہ ہی محبت مجھے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتی رات کو دیر تک سونا میرا وطیرہ بن گیا ہینڈ فری لگا کر گانے سن لیتی اور تمہاری یاد میں آنسو بہا لیتی میرے دن رات عذاب میں گزر رہے تھے۔ بس یہ ساری باتیں ہیں عامر وہ میرے پاؤں میں بیٹھ گئی اور رونے لگی میرے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے ہم دونوں ایک دوسرے کو گلے لگا کر اتنے روئے کہ ہچکی بندھ گئی ہمارے اس وقت دل پر کیا گزر رہی تھی کیا ہی بتاؤں۔

قارئین آپ ہی بتائیں میں کیا کرتا مجھے اس کی عادت ہو گئی تھی۔ جس سے پیار ہو جائے قسم خدا کی اس کے بغیر جینا بہت مشکل ہو جاتا ہے اسکے بنا ایک پل بھی جی نہیں سکتا بندہ اس سے بڑا عذاب شاید کوئی نہ ہو۔ محبت کی منزل بھی کسی نصیب والے کو نصیب ہوتی ہے محبت ہائے محبت تم نے کتنے مارے تجھے پھر بھی سکون نہیں آیا

میری بد دعا ہے تجھے بھی موت آ جائے۔

عالیہ نے اپنے زخم دکھائے جو ہماری بات ہو رہی تھی اس کے خاوند بہرام کو پتا چل گیا اور اسے اتنا مارا وہ بے ہوش ہو گئی۔ تھوڑے دن ہی گزرے تھے عالیہ نے طلاق لے لی تھی اور مجھے اپنی قسم دے کر شادی کرنے کا کہا۔ میں نے بھی شادی کر لی میں نے اپنی بیوی کو بہت پیار دیا اور اسے اپنے اور عالیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا وہ بہت اچھی بیوی ثابت ہوئی ہماری شادی کو سات ماہ ہی ہوئے تھے میری بیوی کو بخار ہوا اور طبیعت زیادہ ہی خراب ہو گئی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملی مجھے اس دن اپنے نصیب سے کچھ زیادہ ہی شکوہ ہوا کچھ دن کے بعد میری عالیہ سے ملاقات ہوئی وہ مجھ سے خود ملنے آئی اور اس نے مجھے تسلی دی دس ماہ بعد میرے گھر والوں نے عالیہ کے ماں باپ سے شادی کی بات کی وہ بھی آسانی سے مان گئے تھے ہم نے سوچا نہیں تھا کہ قسمت ایسے کھیل کھیلتی ہے میں نے عالیہ سے بات کرنا چاہی تو عالیہ نے مثبت جواب دیا وہ خوش تھی ہم دوبارہ ایک ہو گئے میں نے محبت حاصل کر لی تھی وہ محبت جس کے لیے مجھے ہر جگہ گھٹنے ٹیکنے پڑے کبھی نصیب کے آگے تو کبھی رقیب کے آگے مگر آج قسمت میرے سامنے گھٹنے ٹیک رہی تھی اور ٹیک دیئے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو پا کر بہت خوش تھے ہم آج پرسکون زندگی گزار رہے ہیں دکھ سب بکھر گئے ہیں خوشیاں ساری سمٹ کر مٹھی میں آ گئی ہیں

قارئین سے گزارش ہے کہ اگر میری یہ ادنی سی داستان پسند آئے تو ضرور آگاہ کریں میں نے اپنا موبائل نمبر لکھ دیا ہے اس پر میسج کر کے یا کال کر کے اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں آخری شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

خدا جو مجھے دل نہ دیتا اظہر
سوچو بھلا تم کہاں در بدر پھرتے
اظہر محمود اسلم فاروق آباد

اشعار

اک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے
سونا سونا سا گھر لگتا ہے
ماں نہیں ہوتی تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کشور کرن

۲۔ اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
نہ حق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر کیا نعرے تکبیر بھی فتنہ۔ علامہ اقبال

---------- کشور کرن

اقبال۔ تیری اس دنیا میں یہ منظر کیوں ہے
کہیں زخم تو کہیں پتھر کیوں ہے
سنا ہے کہ تو ہر ذرے میں ہے رہتا
پھر زمین پر کہیں مسجد تو کہیں مندر کیوں ہے
جب رہنے والے اس دنیا کے تیرے ہی
ہیں بندے
تو پھر کوئی کسی کا دوست کسی کا دشمن کیوں ہے
تو ہی لکھتا ہے سب لوگوں کا مقدر یارب
تو پھر کوئی بدنصیب کوئی مقدر کا سکندر کیوں ہے

---------- ابو سفیان لاہور

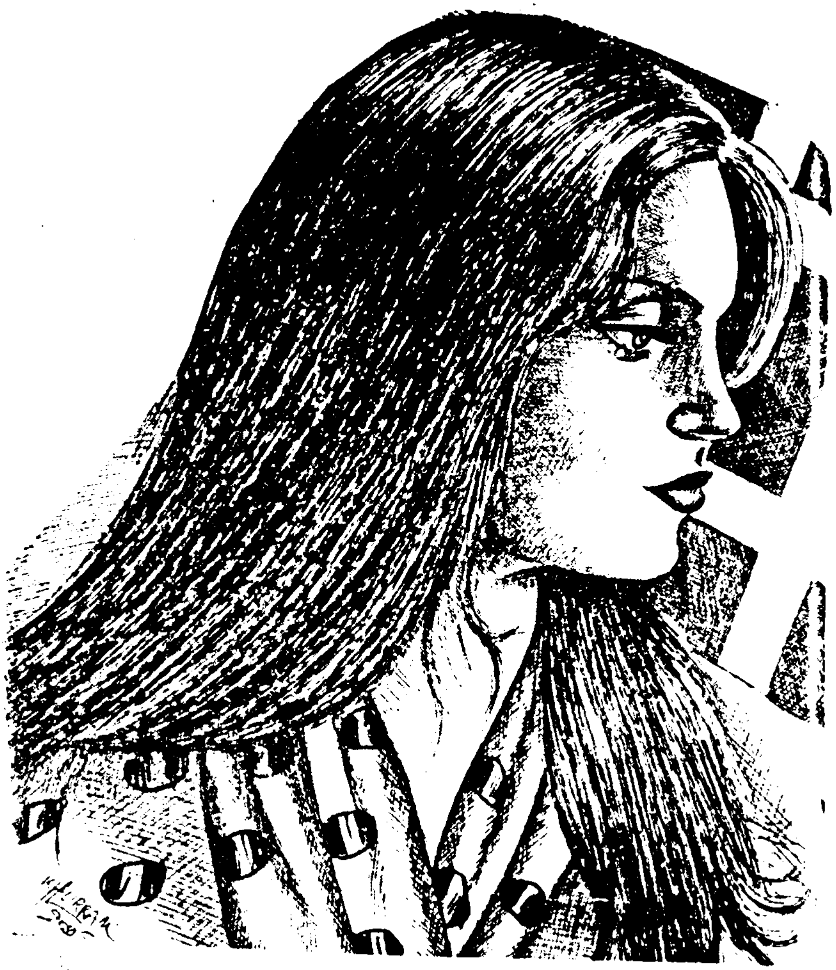

ٹوٹے دل کی آواز

تحریر۔ سحر خان۔ شیخوپورہ

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی ٹوٹے دل کی آواز کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

قارئین شہزاد کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔
آج کل کالجوں کی چھٹیاں جاری تھیں اور میں چھٹیاں گزارنے پنجاب آیا ہوا تھا یہاں آج کل میں بھائی کے ساتھ رہ رہا تھا میرے بھائی پنجاب کے شہر لاہور میں رہتے تھے ان کا کاروبار بھی لاہور میں تھا اس لیے وہ اپنی فیملی کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ لاہور والی ساری باتیں تو میں اپنا تعارف کروانا بھول گیا میرا نام شہزاد ہے میں کراچی سے تعلق رکھتا ہوں میں پڑھتا ہوں اور اپنے بی اے کے امتحان دینے کے بعد یہاں چھٹیاں گزارنے کا پروگرام بنایا ہم دو بھائی ہیں میرے ابو اور امی کراچی میں رہتے ہیں میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔
میرے بھائی کا نام شہروز ہے اور بھابھی کا نام عظمیٰ۔ ان کی شادی کو پانچ سال ہو گئے لیکن وہ اس نعمت سے ابھی تک محروم ہیں۔

کراچی سے لاہور آنے کے سفر کے دوران میں تھک گیا تھا گھر آ کر بھابھی عظمیٰ نے کھانا دیا اور پھر میں آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلا گیا جب شام ہوئی تو بھائی شہروز گھر آئے میں ان سے ملا اور بہت دیر باتیں کی بھائی مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور میرے بھائی ہم دونوں کی آپس میں ایک دوسرے سے بہت شیئر کر لیتے ہیں رات دیر تک بیٹھ کر ہم نے گپ شپ ماری اور پھر سونے چلے گئے۔
صبح ناشتہ کرنے کے بعد میں بھابھی کی نند حمیدہ اور ارسلان کے ساتھ لاہور کی سیر کرنے روانہ ہوا حمیدہ اور ارسلان بھابھی کے خالہ زاد بہن بھائی تھے۔
بھائی کی شادی کے دوران میری ان سے کافی دوستی ہو گئی تھی اور وہ لاہور میں ہی رہائش پذیر تھے۔

آج موسم بہت ہی دلکش تھا عبید اور ارسلان نے لاہور کے بے شمار رنگ دکھائے لاہور کی ہر چیز بہت ہی خوبصورت تھی انہوں نے مجھے بہت سیر کروائی ہم شاہی قلعہ و مینار پاکستان و شاہی مسجد و فورٹرس اور بے شمار جگہوں میں گئے وہاں ان گنت چیزیں دیکھیں پھر شام کو سیر کرتے کرتے ہم ایک چھوٹے سے فیملی پارک میں چلے گئے چونکہ ہم بہت تھک گئے تھے اور آرام کرنا چاہتے تھے اس لیے ہم نے وہی آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا وہاں جا کر ہم ایک بنچ پر بیٹھ گئے میں اس پارک کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا یہ پارک نہایت ہی خوبصورت تھا پارک میں رنگ برنگے پھول تھے جو کہ آنکھوں کو سکون دے رہے تھے ان کی خوشبو دل میں ایک عجیب سی ٹھنڈک اور سکون دے رہی تھی میں اپنے آپ کو اس پارک میں بہت پرسکون محسوس کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر پارک میں ایک سائیڈ پر کھڑی لڑکی پر پڑی جو کہ بچوں کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور کھیلنے میں مصروف تھی میرے تو اس لڑکی کو دیکھ کر ہوش ہی اڑ گئے وہ نہایت ہی خوبصورت تھی۔ رنگ دودھ کی طرح سفید اس نے ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا تھا آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند تھے وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ جیسے آسمان سے پری اتر آئی ہو میں نہ چاہتے ہوئے بھی مسلسل اسے دیکھتا رہا اس کی سادگی میں ہی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی میں تو پہلی نظر میں ہی اسے دل دے بیٹھا تھا پہلے تو اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ نے میرے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی مجھے پہلی بار محسوس ہوا کہ یہ ہی وہ لڑکی ہے جس سے مجھے محبت ہوگئی ہے۔

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسن مجسم کیا ہوگا

تھوڑی دیر تک شام ہوگئی تھی میں اس کو دیکھے جا رہا تھا اور کچھ ہی لمحوں بعد وہ وہاں سے چلی گئی میں وہاں سے جاتے ہوئے اسے مسلسل دیکھتا رہا میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور یہ ہی کہہ رہا تھا کہ اس کو روک لو۔ لیکن میں نے سوچا کہ وہ برا ہی نہ مان جائے پھر عبید نے مجھے آواز دی اور کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ ہمیں بھی چلنا چاہئے کیونکہ شام ہو رہی ہے اور گھر میں سب ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے پھر ہم لوگ گھر کی طرف روانہ ہو گئے گھر آنے کے دوران بھی میرے دل و دماغ میں صرف اور صرف اس لڑکی کی تصویر تھی میرے دماغ میں صرف یہ ہی سوال تھا کے اس کا نام کیا ہوگا میں دل ہی دل میں صرف اسی سے محبت کرنے لگا تھا میں اس کے پیار میں پاگل ہو چکا تھا میں گھر آتے ہی فورا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بھابھی نے کھانے کا پوچھا تو میں نے انکار کر دیا اور اپنے بیڈ پر لیٹ گیا بیڈ پر لیٹ کر میں کمرے کی چھت کی طرف دیکھتا رہا اور اس پری زاد چہرے کا خیال میں دماغ میں گھوم رہا تھا۔ آج تو جیسے نیند بھی مجھ سے روٹھ چکی تھی پھر بھی اس چہرے کو یاد کر کے جیسے تیسے مجھے نیند آ ہی گئی تھی اور میں نیند کی وادی میں کب کھو گیا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ صبح اٹھ کر میں نے ناشتہ کیا اور پھر عبید اور ارسلان کے ساتھ سیر کے لیے روانہ ہو گیا آج بھی ہم نے خوب سیر کی اور شاپنگ بھی کی اور پھر ہم اسی پارک میں آکر آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے آج پھر وہ لڑکی وہیں پر تھی میں اسے دیکھتا ہی

رہا میں سوچ رہا تھا کہ اس سے جا کر اس کا نام پوچھوں لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی عبید اور ارسلان میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے انہوں نے نوٹ کر لیا تھا کہ اس لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہوں پہلے تو وہ چپ رہے لیکن جب وہ لڑکی وہاں سے چلی گئی اور میں اور عبید اور ارسلان گھر کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو انہوں نے مجھ سے اس بارے میں بات کی چونکہ وہ میرے دوست تھے اس وجہ سے میں نے اپنے دل کے جذبات ان سے شئیر کیے وہ بہت خوش ہوئے میں نے ان سے کہا

میں اس لڑکی کا نام نہیں جانتا۔

وہ کہنے لگے۔ ہمت کر کے پوچھ لینا تھا۔

میں نے ان سے کہا کہ اگر اس کو برا لگا اور وہ شور مچا کر سب کو اکٹھا کر کے مجھے پٹوا ہی نہ دے۔

انہوں نے ہنس کر جواب دیا اور طنزیہ انداز میں کہنے لگے۔ تو کوئی بات نہیں ہم تمہیں ہسپتال میں لے جائیں گے علاج کے لیے اور کیا یہ کہہ کر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگے میں نے ان کی بات سن کر منہ بنا لیا۔ پھر عبید مجھے کہنے لگا۔

آج نہیں تو کل اس سے نام ضرور پوچھنا مجھے وہ دیکھنے میں ایسی لڑکی نہیں لگتی اور ویسے بھی جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔ ان دونوں نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی اور پھر ہم گھر کی طرف چل دیئے۔

اگلے دن میں نے اٹھ کر سوچا کہ آج ہمت کر کے ضرور اس کا نام پوچھوں گا آج تو عبید اور ارسلان بھی میرے ساتھ نہیں آئیں گے کیونکہ وہ پہلے ہی میری وجہ سے اپنے آفس سے چھٹیاں کر چکے تھے۔ آج صرف اور صرف میں اس لڑکی کی یاد میں گھومتا رہا مجھے آج اس لڑکی سے ہر حال میں بات کرنی تھی ہر حال میں اس کا نام پتہ کر کے ہی رہوں گا اور ان سوچوں کے ساتھ ہی شام ہوگئی میں فورا پارک میں گیا وہاں پر وہ پھر سے نظر آئی میں اس لڑکی کو دیکھتے ہی جا رہا تھا اور یہ ہی سوچ رہا تھا کہ اس سے جا کر اس لڑکی کا نام پوچھتا ہوں اتنے میں کسی نے پیچھے سے آواز لگائی نوشین۔ تو فورا ہی اس لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور وہ لڑکا کہنے لگا کہ نوشین خالہ جان آئی ہیں یہ سن کو وہ فورا ہی اس لڑکے کے ساتھ چلی گئی۔

اچھا نوشین تو یہ نام میری محبوبہ کا ہے میں اپنے منہ میں بڑبڑایا اور ساتھ ہی گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ ساری رات میں نوشین کے خیالوں میں ہی رہا میں اپنی زبان سے بار بارا کا نام لئے جا رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ جس طرح اس کی شخصیت سب سے علیحدہ لگتی اس طرح ان کا نام بھی سب سے علیحدہ تھا آج مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی سب اس کا خیال میرے ذہن میں تھا۔

کبھی نہ چین سے سوئے ہم
تیرے پیار میں جب سے کھوئے
یہ خواب و خیال یہ خواہشیں
کیا کیا حسین محل بنائیں ہم نے

اگلے دن مجھے اٹھنے میں کافی دیر ہوگئی میں نے اٹھ کر گھڑی میں ٹائم دیکھا تو دن کے بارہ بج رہے تھے میں جلدی سے فریش ہو کر لاؤنج میں پہنچا تو دیکھا کہ بھابھی کسی سے باتیں کر رہی تھیں میں نے بھابھی کو آواز دی بھابھی مجھے کہنے لگی کہ آؤ تمہیں اپنی سہیلی سے ملواؤں۔ اب میں بھابھی کو بول کر انکار بھی نہ کر سکا کیونکہ اگر میں کچھ بولتا

تو وہ سن لیتی میں ہاتھ کے اشارے سے انکار کیا لیکن بھابھی کے اسرار پر اس کے سامنے آنا پڑا جب میں اس لڑکی کے سامنے گیا تو حیران رہ گیا کہ وہ لڑکی جن کو میں نے طرف پارک میں دیکھا اور اپنے خیالوں میں دیکھا وہ آج میرے سامنے موجودگی میں بت بنا صرف اور صرف اسے دیکھتا ہی رہ گیا بھابھی نے اس سے میرا تعارف کروایا۔

نوشین یہ میرا دیور شہزاد ہے لیکن یہ مجھے اپنے بھائی سے بھی زیادہ عزیز ہے اور یہ چھ دن پہلے کراچی سے یہاں چھٹیاں گزارنے آیا ہوا ہے اور شہزاد یہ میری دوست ہے نوشین۔ ہم بچپن سے ہی سکول تیں فرینڈز ہیں ہم سکول کالج اور یونیورسٹی میں اکٹھے پڑھتے رہے ہیں اور پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور کر کے کمرے میں چلا گیا میں آج بہت خوش تھا خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا اور اب تو کوئی پرابلم بھی نہیں ہوگی میں بھابھی سے کہہ کر نوشین کے بارے میں پوچھ لوں گا اور کچھ دیر بعد میں اپنے کمرے سے باہر آیا اور وہاں بیٹھ گیا جہاں نوشین بیٹھی تھی میں چور نظروں سے اسے بار بار دیکھ رہا تھا اور میں اس سے باتیں کرنے لگا میں نے اس سے اس کی پڑھائی پوچھی اور بھابھی بھی اس کی چھوٹی چھوٹی ساری سکول کی شرارتیں بتانے لگی اس طرح باتوں باتوں میں ہم کافی حد تک ایک دوسرے سے مانوس ہوئے اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ جیسے کھلتے گلاب کے مانند لگ رہی تھی اور نظریں بار بار جھکا کر میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر رہی تھی۔ میں اسے [illegible] دیکھتا رہا اور جب وہ مجھ سے بات کرتی تو نظریں جھکا لیتی پھر چھ گھنٹوں کے بعد دروازے پر بیل ہوئی تو میں فورا دروازے کی طرف دیکھنے لگا تو انہوں نے کہا۔

نوشین کو بھیج دیں۔

میں نے اندر جا کر نوشین سے کہا۔ کوئی آپ کو لینے آیا ہے۔

نوشین اٹھ کر جانے لگی اور کہنے لگی۔ یہ میرے بھائی ہیں اور یہ کہہ کر وہ بھابھی سے مل کر چلی گئی۔

بھابھی اندر جا کر گھر کے کام میں مصروف ہوگئیں اور میں بھابھی سے گھما پھیرا کر نوشین کی باتیں کرنے لگا۔ بھابھی شاید میری باتوں سے سمجھ گئی تھیں کہ میں نوشین کو پسند کرنے لگا ہوں۔ اتنے میں بھابھی مجھ سے کہنے لگی۔

شہزاد کیا تم نوشین کو پہلے سے جانتے ہو اور کیا تم اس کو پسند کرتے ہو۔

میں نے بھابھی کو ساری بات بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ میں نوشین کو پہلی نظر میں ہی پسند کرنے لگا تھا۔

بھابھی نے مجھے سمجھایا کہ کسی اور کی ہے یہ تمہاری محبت یکطرفہ ہے اور ہمیشہ رہے گی کیونکہ وہ بچپن سے ہی کسی اور کی ہے یہ سن کر تو جیسے میرے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی ہو مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ یہ سب سن کر میرے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی۔

میں نے بھابھی سے کہا۔ یہ آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔

بھابھی کہنے لگی۔۔ جو کہہ رہی ہوں بالکل ٹھیک ہے نوشین کی بچپن سے ہی اس کی خالہ کے گھر منگنی ہو چکی تھی وہ خالہ کی لاڈلی سی بھانجی تھی۔ اس کی خالہ کی کوئی بیٹی نہیں تھی اس لیے وہ اس سے بہت پیار کرتی تھی بچپن میں وہ زیادہ تر اپنے خالہ کے گھر ہی رہتی تھی۔ اور پھر اس کی خالہ نے

نوشین کا رشتہ اپنے بیٹے ارحم کے لیے مانگ لیا۔

ارحم اس کی خالہ کا اکلوتا بیٹا تھا وہ بچپن سے ہی بہت ذہین ہونہار اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ارحم اپنی پڑھائی کے لیے گیا ہوا ہے اور کل ہی واپس آ رہا ہے اور کچھ ہی دنوں میں ان کی شادی ہو رہی ہے چونکہ وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے اور ہم بچپن سے ہی ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرتے ہیں اس لیے وہ مجھے ارحم اور اپنی شادی کے بارے میں بتانے آئی تھی اور کچھ دنوں تک ان کی شادی ہے۔ میرے دماغ میں صرف اور صرف نوشین کے خیالات گھوم رہے تھے میرے وہ خواب سارے ٹوٹ گئے جو کہ میں نے نوشین اور اپنے لیے سجائے تھے میری آنکھوں سے لگاتار آنسو نکلتے رہے تھے۔ بھابھی نے مجھے بہت حوصلہ دیا میں نے بھابھی سے کہا۔

میں نے پہلی بار کسی سے محبت کی ہے اور وہ بھی ناکام ہو گئی۔ میرا دل مکمل طور پر ٹوٹ چکا تھا میں نے بھابھی سے کہا کہ میں کل ہی کراچی چلا جاؤں گا میں اپنی نظروں کے سامنے نوشین کو کسی اور کا ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا۔

بھابھی نے مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی اس کے باوجود بھی میں نے اپنا سامان پیک کیا اور فورا کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔ ایک دن کا سفر کرنے کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا گھر جا کر میں نے امی ابو سے سلام لیا تو امی مجھے اچانک دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ امی نے میرا حال چال پوچھا تو میں نے امی سے کہا۔

میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں فورا اپنے کمرے میں چلا گیا امی نے مجھے بہت روکنا چاہا لیکن میں نے ان کی بات نہ سنی اور اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر لیٹ گیا اور نوشین کو یاد کرنے لگا سارا دن میں لگاتار اپنے کمرے میں روتا رہا امی نے مجھ سے کھانے کا بھی پوچھا تو میں نے انکار کر دیا رات کو امی میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

شہزاد بیٹا کیا بات ہے تم مجھے پریشان لگ رہے ہو جب سے لاہور سے آئے ہو تب سے ہی اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھے ہو کیا بات ہے۔

میں نے امی کو کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ویسے ہی تھکاوٹ ہو گئی تھی اس لیے آرام کر رہا ہوں۔

امی کہنے لگی تم میری اولاد ہو میں تمہاری آنکھوں کو دیکھ تمہارے دل کا درد جان لیتی ہوں اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔ امی کی یہ بات سن کر میں اپنا سر امی کی گود میں رکھا اور زور زور سے رونے لگا امی نے مجھے حوصلہ دیا اور کہنے لگی۔

بتاؤ شہزاد بیٹا کیا بات ہے۔

میں نے امی کو کہہ کر ٹال دیا کہ امی مجھے آپ کی بہت یاد آ رہی تھی اور کچھ نہیں امی نے مجھ سے بہت پوچھا لیکن میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔ اور پھر نا جانے کب امی کی گود میں سر رکھتے ہی مجھے نیند آ گئی کچھ پتہ ہی نہ چلا صبح جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ احمد مجھے کھڑا گھور رہا ہے دراصل احمد میرا بچپن کا دوست ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں اور ہم دونوں بچپن سے آج تک ہمیشہ اکٹھے رہے ہیں اور میں احمد کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔

میں نے احمد سے پوچھا تم یہاں صبح صبح۔

وہ بولا۔ یار تم نے تو بتایا ہی نہیں کہ تم کب

آنے اور آنے والے ہو تو میں نے سوچا کہ خود ہی
آنٹی سے پوچھ لوں اور آنٹی مجھے بتا رہی تھیں کہ تو
جب سے آیا ہے بس اپنے کمرے میں ہی پڑا ہوا
ہے کیا بات ہے یار تو ٹھیک تو ہے نا۔ احمد نے
پریشانی کے لہجے میں پوچھا۔
میں نے احمد کو کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔
احمد کہنے لگا۔ اگر ایسی بات نہیں ہے تو تیری
آنکھیں اتنی اداس کیوں ہیں۔ تو کل آتے ہی مجھ
سے ملنے کیوں نہیں آیا کل آنٹی کی گود میں ہی سر
رکھ کر کیوں رو رہا تھا۔ آنٹی بھی تمہارے بارے
میں بہت پریشان ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ تم انہیں
بھی کچھ نہیں بتا رہے ہو۔
احمد کی باتیں ختم ہونے کے بعد اس کے
بہت اصرار پر میں نے اس کو ساری بات بتائی۔
نوشین کی بات احمد کو بتاتے ہوئے میری آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے۔ احمد نے مجھے تسلی دی اور
کہا۔
جو چیز کبھی تھی ہی نہیں اس چیز کا کیسا دکھ۔
نوشین کو تیری دل کی بات کا علم نہیں ہے اور
نہ ہی اس کو تو نے بتایا تو تجھے صرف ایک انجان
سمجھتی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ تم اس سے
محبت کرتے ہو۔
کوئی بات نہیں یار تیرے لیے ہم نوشین
سے بھی زیادہ اچھی لڑکی ڈھونڈ کر لائیں گے۔
میں نے احمد کو بتایا کہ کچھ دنوں میں اس کی
شادی ہے وہ کچھ دن بعد کسی اور کی ہو جائے گی وہ
یہ نہیں جانتی کہ کوئی ہے جو اس سے اتنی محبت کرتا
ہے کاش ... ٹوٹے دل کی آواز سن لے۔ میں
... رو رہا تھا میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر
احمد کی آنکھ بھی بھر آئی لیکن اس نے ہمت سے کام
لیا اور مجھے سمجھایا اور کہنے لگا۔
یار شہزاد آج لگتا ہے کہ میں تیری وجہ سے
بھوکا ہی رہ جاؤں گا کب سے انتظار کر رہا تھا کہ تو
اٹھے اور ہم اکٹھے ناشتہ کریں۔ لیکن لگتا ہے مجھے
آج بھوکا ہی رہنا پڑے گا اور جب تک تم کھانا
نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ احمد یہ کہہ کر
شہزاد کی طرف دیکھنے لگا میں فورا اٹھا اور کہا ابھی
فریش ہو کر آتا ہوں پھر کھانا کھانے باہر چلتے ہیں
۔ پھر ہم دونوں نے باہر ناشتہ کیا اور کافی دیر تک
دوستوں کے ساتھ گھومتے رہے شام کو میچ بھی کھیلا
سارا دن کیسے گزر گیا پتہ ہی نہ چلا احمد کے ساتھ رہ کر
میں کافی سنبھل گیا تھا پھر میں نے اور احمد نے اپنی
باقی کی پڑھائی ختم کی دو سال گزر چکے تھے ان دو
سالوں میں کئی بار مجھے نوشین یاد آئی لیکن احمد نے
میرا بہت ساتھ دیا مجھے بہت سنبھالا آج ہمارا بی
اے رزلٹ تھا اور میں نے احمد نے ایم بی اے
اچھے نمبروں سے پاس کر لیا تھا۔
احمد نے مجھے کہا اس سے پہلے کے ہم جاب
کریں میرا دل کرتا ہے ہم کہیں دور سیر کرنے چلتے
ہیں میں نے بھی احمد کی ہاں میں ہاں ملائی میں بھی
کہنے لگا کہ پڑھائی کی تھکاوٹ کے بعد انجوائے
کرنے کا دل کرتا ہے احمد کہنے لگا۔
میرا دل کرتا ہے کہ ہم لاہور سیر کرنے چلیں
اور میں نے ابھی لاہور دیکھا بھی نہیں ہے۔
میں نے احمد سے کہا لاہور نہیں جائیں گے
جب بھی لاہور کا نام سنتا ہوں تو نوشین یاد آ جاتی
ہے اور میرا دل خون کے آنسو روتا ہے
احمد کہنے لگا۔ شہزاد یار کب تک بھاگو گے
اپنے گزرے ہوئے کل سے آج نہیں تو کل تمہیں
جانا ہی ہو گا نا اور میں تو لاہور ہی جاؤں گا تم چاہے

جاؤ یا نہ جاؤ
تو اس کی ضد کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی
لاہور جانے کے لیے ہاں کر دی اور میں نے کہا
کہ کل ہی ہم چلیں گے اور میں عبید اور ارسلان کو
بھی فون کر کے بتا دیتا ہوں۔ یہ سب باتیں
کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے اور
اپنے گھر والوں کی اجازت لی اور سامان پیک کر
لیا۔ میں نے رات کو عبید اور ارسلان اور بھائی کو
بھی فون کر دیا تھا کہ ہم آ رہے ہیں وہ یہ سن کر
بہت خوش ہوئے اگلے دن ہم صبح کی ٹرین سے ہی
لاہور کے لیے روانہ ہو گئے پورا ایک دن کا اور
ایک رات کا سفر کرنے کے بعد ہم لاہور پہنچے۔ گھر
جانے کے بعد ہم سب سے ملے کھانا کھایا اور
آرام کرنے اپنے کمرے میں چلے گئے سارا دن
آرام کیا اور شام کو عبید اور ارسلان کو ملنے چلے گئے
پھر احمد لاہور کی تھوڑی سیر کروائی اور گھر واپس آ
گئے۔
اگلے دن میں نے احمد عبید اور ارسلان نے
سارا دن سیر کا پروگرام بنایا اور چاروں نے خوب
سیر کی پھر تھک ہار کر ہم نے کسی پارک میں بیٹھنے کا
پروگرام بنایا۔ عبید ہمیں اس پارک میں لے گیا
جہاں میں نے نوشین کو پہلی بار دیکھا تھا اس پارک
میں آ کر پھر سے میرے دل کے پرانے زخم تازہ
ہو گئے ارسلان نے احمد کو بتایا کہ اس جگہ پہلی بار
شہزاد نے نوشین کو دیکھا تھا۔ اس پارک میں آنے
سے میری آنکھیں نمی سے بھر گئیں میں نے پارک
کے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ہر طرف وہی
ماحول تھا بس کمی تھی تو اک نوشین کی ہی۔
... آنکھوں میں نمی ہے
آج تو جان من اک تیری ہی کمی ہے
اب مسلسل اس جگہ نظریں جمائے بیٹھا تھا
کہ جہاں میں نے نوشین کو دیکھا تھا کہ اچانک
عبید نے مجھے آواز دی۔
شہزاد وہ دیکھو پارک کے گیٹ پر نوشین آ
رہی ہے۔ میں نے فورا ہی گیٹ کی طرف دیکھا تو
وہ واقعی نوشین تھی۔ نوشین ہمیشہ کی طرح آ کر اپنی
مخصوص جگہ پر کھڑی ہو گئی میں نوشین کو بڑے
غور سے دیکھنے لگا وہ مجھے پہلی والی نوشین نہیں لگ
رہی تھی نہ چہرے پر پہلے والی مسکراہٹ تھی نہ ہی
آنکھوں میں رونق تھی چہرہ بالکل مرجھایا ہوا تھا میں
خاموشی سے اس کو دیکھتا ہی رہا اور کچھ دیر بعد وہ
وہاں سے چلی گئی اور میں بے بس کھڑا اس کو دیکھتا
رہا۔ اور پھر ہم سب بھی گھر کی طرف روانہ ہو گئے
گھر آ کر احمد نے اور میں نے کھانا کھایا۔
احمد کہنے لگا شہزاد یار میں بہت تھک گیا ہوں
آرام کرنے کے لیے جا رہا ہوں کیا سونے آ رہے
ہو یا نہیں میں نے نہیں میں سر ہلا دیا اور احمد بھی
فورا سونے چلا گیا کچھ دیر بعد بھابھی میرے پاس
آئیں میں نے ان کو بتایا کہ آج میں نے نوشین کو
دیکھا وہ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی کیا وہ ٹھیک تو
ہے۔ نوشین کا سنتے ہی بھابھی کا چہرہ اداس سا ہو گیا
میں بھابھی سے کہا۔
بتائیں مجھے کہ وہ ارحم کے ساتھ خوش تو ہے نا
بھابھی کہنے لگی۔ ارحم اب اس دنیا میں نہیں
رہا یہ سنتے ہی جیسے میرے پیروں تلے سے زمین
نکل گئی ہو۔
میں نے بھابھی سے کہا۔ کیا کہہ رہی ہیں
آپ تو وہ کہنے لگیں۔
ارحم اور نوشین کی شادی کو ابھی دو ہفتے ہی
ہوئے تھے کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا انہوں نے

بتایا کہ ارحم اور نوشین کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی دونوں بہت خوش تھے شادی کے بعد وہ دونوں میرے گھر بھی آئے تھے نوشین نے مجھے بتایا کہ ارحم اس کا بہت خیال رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھتی ہے کہ اس کی شادی ارحم جیسے انسان سے ہوئی۔ لیکن اس بیچاری کو کیا پتہ کہ اس کی یہ خوشی صرف چند دنوں کے لیے ہی ہے۔ نوشین نے مجھے بتایا کہ وہ ایک دو دن تک ہنی مون کے لیے باہر جائیں گے اور جب وہ اگلے دن سیر کرنے کے لیے باہر جانے کی تیاری کر رہے تھے تو اچانک ارحم کو کسی کا فون آیا اور ارحم نے نوشین کو کہا کہ نوشین تم سامان پیک کرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر ارحم گھر سے باہر چلا گیا اور پھر راستے میں اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ اور نوشین بیچاری ارحم کا گھر میں انتظار کرتی رہی صبح سے شام ہو گئی نہ ارحم کا کوئی فون آیا اور نہ ہی وہ خود آیا رات کو انتظار کرتے کرتے نوشین سو گئی صبح تک دروازے کی بیل سے نوشین کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ارحم کمرے میں موجود نہ تھا وہ سمجھی شاید ارحم ہی ہو گا جب اس نے جا کر دروازہ کھولا تو حیران رہ گئی۔ اس کے منہ سے ایک دم چیخ نکلی اس نے دیکھا کہ ارحم کی لاش اس کے سامنے پڑی تھی۔ ارحم کو اس طرح دیکھ کر نوشین تو جیسے اندر سے ٹوٹ سی گئی تھی چیخ کر ارحم کو بلاتی رہی بس یہی کہتی رہی اٹھو ارحم دیکھو تمہاری نوشین ہوں اٹھ کر دیکھو میں رو رہی ہوں میں تمہیں بلا رہی ہوں پلیز اٹھ جاؤ پلیز ارحم پلیز۔ یہ باتیں کہتے کہتے نوشین بے ہوش ہو گئی تھی اور جب تک اس کو ہوش آیا تب تک ارحم کو وہاں سے لے جا چکے تھے۔

نوشین رو رو کر ارحم کو اونچی آواز میں بلاتی رہی لیکن اب ارحم وہاں سے جا چکا تھا جہاں اس کی واپسی ناممکن تھی۔ ابھی اس کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ بھی پھیکا نہیں ہوا تھا جب اس کا ہم سفر اس کو روتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس دن سے نہ نوشین مسکراتی ہے اور نہ ہی کسی سے بات کرتی ہے بس اپنے کمرے میں ہی بیٹھ کر ارحم کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔ اور ارحم کی وفات کے بعد اس کی ماں یعنی نوشین کی خالہ جو کہ نوشین سے بہت پیار کرتی تھی وہ بھی اسے ہر وقت تنگ کرتی رہتی اور روز اسے طعنے دیتی نوشین اسے اپنا مقدر سمجھ کر چپ ہو جاتی لیکن جب اس کی ماں کو پتہ چلا کہ وہ نوشین کو وہاں سے لے آئیں اب وہ ہمیشہ کے لیے ہی اپنی ماں کے گھر آ گئی ہے۔ بھابھی کی بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے میں نوشین کی تکلیف سمجھ سکتا تھا جب ہم کسی سے بہت پیار کریں اور وہ ہم سے دور ہو جائے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے بس آج میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب نوشین سے بات ضرور کروں گا یہ کہہ کر میں کمرے کی طرف چل پڑا۔

ساری رات میں کمرے میں لیٹا نوشین کے بارے میں ہی سوچتا رہا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے نوشین کی تکلیف میرے دل میں محسوس ہو رہی تھی میرا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ میں تکلیف سے مر جاؤں گا پھر نہ جانے کب نیند مجھ پر سوار ہو گئی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ اگلے دن اٹھ کر میں نے ساری بات احمد کو بتائی اس کو یہ بھی بتایا کہ آج وہ نوشین سے ضرور بات کرے گا پھر شام کو میں اسی پارک میں گیا نوشین اس جگہ مخصوص جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی میں جا کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے نوشین سے کہا۔

اسلام علیکم۔ نوشین۔

وہ میری طرف دیکھنے لگی میں نے نوشین سے پوچھا۔ کیا آپ مجھے پہچانتی ہیں میں ہوں شہزاد۔ آپ کا بیسٹ فرینڈ عظمیٰ کا دیور ہماری ایک بار ملاقات بھی ہوئی تھی بھابھی عظمیٰ کے گھر پر۔ یہ سب سن کر اس نے وعلیکم اسلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

کیا میں آپ کے بنچ پر تھوڑی دیر بیٹھ سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بنچ کے ایک طرف ہو گئی اور میں بنچ کے دوسرے طرف بیٹھ گیا میں نے بیٹھ کر نوشین کا حال احوال پوچھا اور پھر ارحم کا افسوس کیا میں نے کہا۔

بھابھی نے مجھے بتایا کہ ارحم کی ڈیتھ ہو گئی ہے یہ سن کر مجھے دلی افسوس ہوا۔ لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی زندگی دینی ہے۔ یہ تو اسی کی مرضی ہے لیکن ہمیں تو صبر سے کام لینا چاہئے ارحم کا نام سن کر نوشین زور زور سے رونے لگی۔ میں نے نوشین کو بہت تسلی دی اس کو سمجھایا کہ تمہارا ایک ایک آنسو ارحم کو کتنی تکلیف دیتا ہے تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے۔ تمہیں صبر سے کام لینا ہوگا اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا ارحم ہمیشہ خوش رہے تو پلیز اپنے آپ کو سنبھالو اور اس کے لیے تم رویا نہ کرو تم بس اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کرو وہ جہاں کہیں بھی ہو گا تمہیں دیکھ رہا ہو گا اور تم جتنا خوش رہو گی وہ بھی اتنا ہی خوش رہے گا۔

میری بات سن کر نوشین نے اپنے آنسو صاف کر لیے اور کہنے لگی میں آج کے بعد کبھی نہیں روؤں گی اور ہمیشہ خوش رہوں گی۔ اب میں چلتی ہوں شام زیادہ ہو رہی ہے امی ابو پریشان ہو رہے ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اور میں کافی دیر تک بیٹھا بس اسکو ہی جاتا ہوا دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ میرے دل کو اب تھوڑی تسلی ہوئی تھی کہ نوشین اب اپنے آپ کو سنبھال لے گی میں نے اللہ سے دعا کی اللہ نوشین کو صبر دے اور وہ ہمیشہ خوش رہے۔

اے اللہ میری آرزو پوری کر دے
میری نوشین کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کر دے

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی دیکھا تو احمد کا فون تھا میں نے احمد کی کال اٹینڈ کی وہ کہنے لگا۔

شہزاد تم کہاں ہو میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں تم آئے نہیں ابھی تک۔

میں نے جواب دیا۔ بس پانچ منٹ تک پہنچتا ہوں تم ویٹ کرو یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے گھر جا کر احمد کو ساری بات بتائی اس نے مجھے حوصلہ دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا اور مجھے بتانے لگا کہ مجھے کراچی سے فون آیا ہے کہ امی کی طبیعت خراب ہے تو مجھے جانا ہی ہو گا یہ سن کر میرا منہ بن گیا میں نے احمد سے کہا۔

میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گا لیکن احمد نے انکار کر دیا کہنے لگا کہ تم نوشین کے پاس رہو اس کو تمہاری زیادہ ضرورت ہے اور روز اس سے ملنے جایا کرنا اور اب مجھے اسٹیشن چھوڑ دو میری ٹرین کا ٹائم ہو گیا ہے پھر میں نے احمد کو اسٹیشن چھوڑا اور گھر آ کر سو گیا اگلے دن پھر میری نوشین سے ملاقات ہوئی اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی۔

مجھے آپ کی باتوں سے بہت تسلی ملی ہے اور اب میں خوش رہنے کی کوشش کروں گی آپ کی حوصلہ افزائی کا بہت بہت شکریہ۔

میں نے کہا کہ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ اس کے آپ وسیر دیا۔

پھر کتنی دیر بیٹھے ہم باتیں کرتے رہے اور پھر شام ہوتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی۔ اسی طرح ہم روز ملتے اور باتیں کرتے رہے ہماری کافی اچھی دوستی ہو گئی تھی اکثر نوشین ہمارے گھر بھی آجاتی تھی ہم گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتے اب نوشین پہلے والی نوشین ہنستی مسکراتی چنچل سی نوشین بن چکی تھی اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ ایک دن میں نے نوشین کا موڈ اچھا دیکھ کر میں نے اس کو پرپوز کر دیا۔ میں نے نوشین سے کہا۔

نوشین میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ محبت آج کی نہیں ہے یہ محبت تب کی ہے جب میں نے تمہیں پہلی بار اس پارک میں دیکھا تھا میں کل بھی تمہیں پیار کرتا تھا اور آج بھی اتنا ہی پیار کرتا ہوں اور کل بھی اتنا ہی کروں گا۔ مجھے پتہ چلا کہ ارحم بھی تم سے پیار کرتا ہے اور تمہاری اس سے شادی ہونے والی ہے تو میں چپ چاپ کراچی چلا گیا نوشین میں تمہارے لیے دن رات تڑپا ہوں اس دن سے ایسا کوئی دن نہیں گزرا ہوگا جس دن میں نے تمہیں یاد نہ کیا ہوگا۔

یہ سن کر نوشین کہنے لگی۔ شہزاد تم بہت اچھے لڑکے ہو تمہیں مجھ سے بھی اچھی لڑکی مل جائے گی تمہیں مجھ جیسی بیوہ سے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے تم پلیز کسی اور سے شادی کر لو میں تمہارے لیے اچھی لڑکی نہیں ہوں۔

میں اس کی بات پر تڑپ کر بولا۔ لیکن کیوں۔ میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میں تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا پلیز میری محبت کو مت ٹھکراؤ۔

نوشین کہنے لگی۔ میں نہیں چاہتی کہ جس طرح ارحم اس دنیا سے چلا گیا ہے کہیں تم بھی مجھے چھوڑ نہ دو اور رونے لگی۔

کیا کہا تم نے نوشین۔ تم مجھے کھونے سے ڈرتی ہو اس کا مطلب ہے تم مجھ سے پیار کرتی ہو میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دو کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو

نوشین کہنے لگی ہاں میں بھی تمہیں پسند کرنے لگی ہوں لیکن بتانے سے ڈرتی ہوں کہ کہیں تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے۔

میں نے نوشین سے کہا۔ ارحم کے ساتھ جو ہوا وہ ایک محض حادثہ تھا اس کی اتنی ہی زندگی تھی میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا کہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھوں گا۔ میں نے نوشین سے کہا آئی لو یو۔ نوشین نے بھی روتے ہوئے آئی لو یو کہا۔ اور پھر ہم گھروں کی طرف چلے گئے ایک دو دن تک ہم دونوں ملتے رہے اور ہم نے سوچا کہ ہمیں اپنے گھروں میں بات کر لینی چاہیے پھر ہم نے اپنے گھر والوں سے بات کی ہمارے گھر والے راضی ہو گئے پھر ہماری شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی اور کچھ ہی دن بعد نوشین میری خوابوں کی طرح سرخ جوڑا پہن کر میرا انتظار کر رہی تھی آج میری نوشین اب میری شریک حیات بن چکی تھی میری زندگی کا حصہ بن چکی تھی ہم دونوں بہت خوش تھے آج ہماری شادی کو سات سال ہو گئے ہیں ہمارے آنگن میں تین پھول کھلے ہیں یعنی میرے تین بچے تھے۔ آلیان۔ حیان اور عیشل ہم بہت خوشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں آپ پلیز مجھے بتائیے گا کہ آپ کو میری کہانی کیسی لگی اور اس شعر کے ساتھ مجھے اجازت دیں اللہ حافظ۔

یخ بستہ موسم

-- تحریر۔ اے آر حیلہ منظر۔ جہمرہ شی۔

ریاض بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی یخ بستہ موسم کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازیئے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

کچھ حادثات ہماری زندگی میں ہوتے نہیں ہیں بلکہ ان کا ہماری زندگی میں رونما ہونا ازل سے لکھا ہوتا ہے پھر چاہے ہم پاتال کی گہرائی میں ہی کیوں نہ چھپ جائیں وہ حادثات ہمارے ساتھ ہو کر ہی رہتے ہیں بالکل اسی طرح زندگی میں کچھ لوگوں کا ملنا اور بچھڑ جانا ہماری قسمت میں ازل سے لکھا ہوتا ہے میری جاں تمہارا مجھے مل جانا اور پھر مل کے بچھڑ جانا کسی حادثے سے کم نہیں تھا کبھی سوچتا ہوں کاش میری زندگی میں یہ حادثہ رونما نہ ہوا ہوتا نہ تم مجھے ملی ہوتی نہ مل کر یوں بچھڑی ہوتی لیکن تمہارا ملنا ہی بچھڑ جانا تو خدا نے ازل سے میری قسمت میں لکھ رکھا تھا کاش خدا نے زندگی میں صرف تم سے ملنا لکھا ہوتا کاش۔

مجھے یاد ہے آج بھی یخ بستہ موسم کا وہ دن جب تم مجھ کو ملی جب ہر طرف سردیوں کی پہلی دھند کا راج تھا اور دھند کا موسم تو بچپن سے ہی میرا پسندیدہ موسم رہا تھا دھند لونگ ڈرائیو پر نکل جانا مجھے بہت اچھا لگتا تھا مما بہت ڈانٹتی تھیں مگر میں ایک نہیں سنتا تھا۔

اس دن مما نے بہت منع کیا کہ بیٹا باہر مت جاؤ اتنی دھند سے گاڑی ڈرائیو کرنا بیوقوفی ہو گی مگر میں مما کی باتوں کو ان سنا کر کے گاڑی کی چابی اٹھائے لونگ ڈرائیو کے لیے نکل جاتا تھا دھند بہت شدید تھی حد نظر کچھ ہی میٹر تک تھی اور میرے من کو شدید ہی تو بھاتی تھی دھند میں کھیلنا بھاگنا اچھا لگتا تھا اکثر مما کہتی بچوں جیسی حرکتیں کرتے ہو اور میں مسکرا دیا کرتا تھا اس دن بھی میں نے گاڑی ایک منتخب کردہ جگہ کے راستے پر ڈال دی اور گاڑی میں ہلکا ہلکا میوزک چلا دیا۔

میں اپنی دھن میں چلے جا رہا تھا مطلوبہ جگہ کے نزدیک پہنچ کر مجھے لڑکی کے چیخنے کی آواز آئی میں نے ایک دم گاڑی کو بریک لگائی تھی نجانے تم

کہاں سے میری گاڑی کے سامنے آئی تھی آسمان سے اتری تھی یا زمین سے نمودار ہوئی تھی میں فوراً گاڑی سے باہر نکلا اور خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ تمہیں کوئی چوٹ نہیں آئی تھی مگر تم اپنی آنکھیں بند کیے تھر تھر کانپ رہی تھی مجھے یاد ہے آج بھی تم نے شانوں پر فیروزی کلر کی شال اوڑھ رکھی تھی سر پر بلیک کلر کی کیپ لیے کمر تک بال خوف سے کانپتے ہوئے تم بہت ہی معصوم لگ رہی تھی اور تمہارے منہ سے نکلنے والے الفاظ اس سے بھی معصوم تھے تم کہہ رہی تھی گوڈ میں نے ابھی مرنا نہیں ہے مجھے تو ابھی محبت کرنی ہے اور پھر شادی بھی کرنی ہے تمہاری معصوم سی باتیں سن کر میں اپنا سارا غصہ بھول گیا تھا ورنہ میں گاڑی سے بہت ہی غصے سے تمہیں ڈانٹنے کی غرض سے نکلا تھا کہ محترمہ کیا خودکشی کرنے کے لیے میری ہی گاڑی ملی ہے مگر میں تمہاری معصومیت دیکھ کر سارا غصہ بھول گیا تھا جب میں نے تم سے کہا تھا محترمہ آپ زندہ ہیں اور اپنی آنکھیں کھول سکتی ہیں تو تم نے دھیرے سے اپنی آنکھیں کھولی تھی اور گول گول سی آنکھوں کو گھما کر چاروں اطراف دیکھا تھا اور مارے خوشی کے اچھل پڑی تھی جھوم اٹھی تھی اس بات سے بے خبر کہ کوئی تمہیں دیکھ رہا ہے اور پھر جب تمہیں احساس ہوا تھا تو تم انگریزی بولی تھی سوری وہ میں دھند کو انجوائے کرنے نکلی تھی اور غلطی سے آپ کی گاڑی کے آگے آ گئی سوری مجھے معاف کر دیں اور میرے اٹ از اوکے کہنے پر تم ایک بار پھر چلا اٹھی تھی اور پھر تم جانے لگی تھی میں نے تمہیں روکنا چاہتا تھا تمہاری معصوم باتوں میں کھونا چاہتا تھا مگر میں تمہیں کس حق سے روکتا میرے پاس کوئی جواز نہیں تھا تمہیں روکنے کا مگر پھر میں نے ہمت کر کے تمہیں پیچھے سے پکارا تھا۔

ایکسیوزمی۔ یو ڈونٹ مائنڈ۔ کیا ہم کل اسی جگہ اسی ٹائم مل سکتے ہیں۔ اور تم چلتے چلتے رک کر پلٹی تھی اور دھیرے سے بولی تھی۔

ہاں۔

مجھے یاد ہے میری جان تمہاری اس ایک ہاں کے بعد ہم نے کتنے موسم ساتھ دھند کو انجوائے کیا تھا میری کتنی شامیں تیرے انتظار میں گزری تھیں پھر مریا یہ انتظار ایک محبت میں بدلا تھا مجھے پتہ ہی نہ چلا تھا کہ جب میرے انتظار میں تمہاری معصوم سی محبت آ ملی تھی تو زندگی کتنی حسین ہو گئی تھی میرے تمام بے نام جذبوں کو زبان مل گئی تھی ہر شب تیری زلفوں کے سائے تلے گزرنے لگی تھی اور ہر شب تیری اگر میری زندگی میں دوسرا حادثہ رونما نہ ہوا ہوتا۔ تم سے بچھڑنے کا حادثہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا میری زندگی میں تم سے بچھڑنے کا حادثہ رونما ہونے والا تھا تو میری جاں میں تمہیں کہیں چھپا لیتا اور اپنے جسم و جاں کی گہرائی میں اتار لیتا تم کو خود سے بچھڑنے نہیں دیتا۔

ہاں میری جاں تم سے ملنے کا حادثہ بہت ہی حسین تھا مگر تم سے بچھڑنے کے حادثے نے مجھے جیتے جی مار دیا تھا لیکن تھا کہ میں بھی اسی وقت مر جاتا اگر تم مجھ پر اتنی بڑی ذمہ داری نہ سونپی ہوتی میں آج زندہ ہوں صرف اور صرف اسی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے ہاں تم سے کیا وعدہ نبھاتے ہوئے جو تم نے بچھڑتے وقت مجھ سے لیا تھا ورنہ مجھے بوجھ لگتا ہے وہیل چیئر پر بیٹھے اپنا یہ ناکارہ وجود میں اکثر زندگی سے اکتانے لگتا ہوں تنہائیوں سے گھبرانے لگتا ہوں مگر پھر تم سے کیا وعدہ یاد آتا ہے کہ میں جیوں گا اپنے لیے نہیں ہماری بیٹی

کے لیے دیکھو میں آج بھی جی رہا ہوں اپنے اس ناکارہ وجود کے ساتھ ہاں میں ایک بار پھر چلنے لگتا ہوں اپنی بیٹی کو دیکھ کر مسکرانے لگتا ہوں جو ہو بہو تمہاری کاپی ہے وہی ناک وہی گول مٹول آنکھیں اس کی معصوم سی باتوں میں کھو کر چلنے لگتا ہوں ہاں اکثر تیری یادوں میں کھو کر ورنہ جس دن سے تم مجھ سے بچھڑی ہو مجھے یہ دھند کا موسم زہر لگنے لگا ہے جی چاہتا ہے کہ اس دھند کے موسم میں آنکھیں موندے کہیں چھپ جاؤں لیکن آنکھیں موند لینے سے دل و دماغ پر نقش یادیں کب پیچھا چھوڑتی ہیں وہ تو پھر بھی آتی ہیں لمحہ بہ لمحہ تڑپاتی ہیں اس دھند کے موسم میں دل کو بہت جلاتی ہیں دل کرب سے چیخ اٹھتا ہے اور سوچتا ہوں کاش اس دن ہم دونوں گھر سے باہر نکلے ہوتے کاش اس دن میں نے مما کی بات مان لی ہوتی جب مما نے کہا تھا۔

بیٹا آج گھر سے باہر نہیں نکلنا میں رات بہت بھیانک خواب دیکھا ہے لیکن ہم مما کی باتوں کو وہم قرار دیتے ہوئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے تم اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن مما نے ضد کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا آج سوچتا ہوں کہ کاش مما تمہیں بھی ضد کر کے اپنے پاس رکھ لیتی تو تم مجھ سے بچھڑی نہ ہوتی میں یوں تنہا نہ ہوتا۔

میری جان مجھے یاد ہے تم اکثر کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر کہا کرتی تھی مجھے شدت سے انتظار رہتا ہے سردیوں کی پہلی دھند کا تمہیں یاد ہے نا جب ہم ملے تھے اس دن ہر طرف سردیوں کی پہلی دھند کا راج تھا اس لیے ہم ہر سال سیلیبریٹ کیا کریں گے سردیوں کی پہلی دھند کو جب میں پوچھتا کیے۔ تو تم ہنستی ایک گرم چائے کی پیالی کے ساتھ میری جاں آج صبح سویرے جب میں نے کھڑکی کھولی تو کھڑکی کے اس پار ہزاروں یادیں میری منتظر تھیں ہر طرف پھیلی سردیوں کی پہلی دھند اور میرے ہاتھ میں پکڑی ہے اس گرم چائے کی پیالی اور میں تمہاری کہی بات کو نبھا رہا ہوں۔

سردیوں کی پہلی دھند اور یہ گرم چائے کی پیالی تیرے نام جاناں۔ سارا منظر ویسا ہی ہے کمرہ کھڑکی دھند چائے ہاں مگر ایک فرق ہے آج یہ کندھا خالی ہے اور میں تم سے کبھی خفا نہیں ہوا مگر میں آج بھی تم سے خفا ہوں کیونکہ تم بے وفا ہو ہاں تم بے وفا ہو۔ اپنی کہی ہوئی باتوں سے مکر گئی ہو تم مکر گئی اپنے کیے وعدوں سے تم جھوٹی ہو اپنی قسم کو توڑ گئی ہو اور تمہیں اپنی قسم توڑنی ہی تھی تو کیوں تم نے ساتھ جینے مرنے کی قسم کھائی تھی کاش تم نے اپنا وعدہ نبھایا ہوتا کاش تم نے اپنی قسم توڑی نہ ہوتی تو آج یہ کندھا خالی نہ ہوتا ان آنکھوں میں یوں آنسو نہ ہوتے۔ کاش میری جاں اس دن حادثے میں تمہارے ساتھ میں بھی مر جاتا ہوتا کاش۔

اے آر راحیلہ منظر جمبر دشی۔

غزل

ایک لفظ محبت ہے کر کے دیکھو تم
برباد ہو نہ جاؤ تو میرا نام بدل دینا
ایک لفظ مقدر ہے اس سے لڑ کے دیکھو تم
ہار نہ جاؤ تو میرا نام بدل دینا
ایک لفظ وفا کا ہے جو زمانے میں نہیں ملا
اگر کہیں سے ڈھونڈ کر لے آؤ تو میرا نام بدل دینا

سید حیدر شاہ خیالی-شاہ کوٹ

زندگی بن گئے ہو تم

تحریر۔ارسلان آرزو وجزانوالہ۔ 0348.5978427

[illegible] السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

ایک نئی کہانی زندگی بن گئے ہو تم کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی [illegible] ہے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو دل سے سلام۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام [illegible] تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

[illegible]
کیا غضب کا انداز دیکھا ہے
[illegible] کے دامن میں چاند نہیں ہوتا
ان کے سپنوں میں پیار دیکھا ہے
خواب ارفع سے تیری نیندوں میں
زندگی کا وقار دیکھا ہے
تشنگی ہے صدف کے ہونٹوں پر
گل کا سینہ فگار دیکھا ہے
ساقیا انتظار [illegible]
وقت کو سوگوار دیکھا ہے
جذبہ غم کی خیر ہو ساغر
حسرتوں کو نکھار دیکھا ہے

اگر زندگی کے ہر پہلو میں محبت کی برسات ہوتی ہے تو زمین سے لے کر آسمان تک محبت کے چرچے ہی مشہور ہوتے ہیں تو نیلگوں آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے بھی انسان کو اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں محبت آفتاب سحر سے طلوع شام کے ڈھلتے ہوئے سائے جو اپنی سارے دن کی روشنی بکھیرتے ہوئے آخر اپنی آرام گاہ میں ڈھل ہی جاتے ہیں پھر رات کے وقت جب مہتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ سنہری چاندنی کو چار سو بکھیرنے میں مصروف ہوتا ہے ساری کائنات تو پھر آرام کی نیند سو رہی ہوتی ہے مگر وہ چاند جو اپنی چاندنی چھپانے میں مصروف ہوتا ہے اس چاندنی سے آنے والی صدا کو ایک سچا عاشق ہی سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی پوری زندگی اپنے محبوب کے نام کر دی ہو اسے اپنا بنانے کے لیے کئی خواب اپنی پلکوں پہ سجائے ہو اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کے ایک ایک قطرے سے عہد وفا کی ہو۔

پیار میں اور ہوس میں بہت فرق ہوتا ہے ہوس پیار کا بہت بڑا دشمن ہے یہ وہ لت ہے کہ

نا نہ چاہتے ہوئے بھی یہ ذلالت یہ ۂ دامن سے نہیں نکال سکتا اور پیار جو منظر کی ایک حسین وادی ہے سحر سے شمس کی سرخ شعاعیں بھی محبت کے نام ات سے جھوم اٹھتی ہیں سارا دن اپنی غم بیساتھ اور ساری رات محبت کے جام ہوتی ہے اس بزم محبت میں کئی جذبات ت اور کئی کوئل جیسی مدہوش آواز پر بکنے بھی دم توڑ جاتے ہیں پھر انسان کی ہنسی وہ پنچھی کی طرح بے ساختہ کی مانند ہو پھر وہ انسان اپنی زندگانی سے کوسوں دور ن صحرا میں آ کر ڈھیروں یادیں اپنے ساتھ لیے اس ویران صحرا کو اپنے جینے ح لیتا ہے پھر یہی اس کی آخرت اور جینے ی ہے اس ویران اور تپتے صحرا میں اپنی پکارتا ہے صبح سے لے کر طلوع شمس تک لگاتا ہے اپنے محبوب کو دل سے پکارتا ہے میری محبت مجھے مل جائے یہ دنیا بھی کسی کو ہونے دیتی پھر اپنے سارے جذبات غلین ساری آرازوئیں خیالات لیے وفا کی تلاش میں نکلتا ہے تو ساتھ ساتھ ہی نفرتیں بھی اپنے دل میں سمو لیتا ہے اس صحرا میں کوئی بھی اس کی اشک شوئی کرنے یں ہوتا تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود ہی پونچھتا ہے اپنی پوری با امید کے ساتھ اپنے راہوں میں دھول بن کر بیٹھ جاتا ہے اپنے کی راہوں میں یادوں کے ڈھیروں دیئے تا کہ دور قرمزی پہاڑوں کی اوٹ میں وب ہونے کی تیاریوں میں مصروف وہ انسان یادیں محبوب سے ہر دم وابستہ گئے ہو تم

ہوتا ہے پر افسوس کے ایسے لوگوں کو دنیا کیوں وحشت بھری نگاہ سے دیکھتی ہے یہاں ہر کسی کو اپنی پڑی ہوئی ہے شاید کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

خوشیاں اور غم سہتی ہے
پھر بھی چپ رہتی ہے
اب تک کسی نے نہ جانا
زندگی کیا کہتی ہے

یہ جون دو ہزار پندرہ کی بات ہے جب میں کسی کام کے سلسلے میں فیصل آباد گیا ہوا تھا اپنی آنٹی کے گھر وہاں میری کزنیں اور کزن بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے میں اپنی ساری کزنز کے ساتھ ہر بات شیئر کر لیتا تھا۔

انہی دنوں کے دوران میری ملاقات ایک ایسی لڑکی سے ہوئی جو اپنی زندگی سے کافی خوش نظر آ رہی تھی وہ میری کزن سمعیہ کی دوست تھی وہ لڑکی میری آنٹی کے گھر سے کچھ ہی دور رہتی تھی میری کزن سمعیہ کو تو پتہ تھا کہ ارسلان جواب عرض بڑے شوق سے پڑھتا ہے اور اس میں لکھتا بھی ہے اس لڑکی نے اپنا نام کومل بتایا کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد میں اپنے کام پر چلا گیا سارا دن کام کرنے کے بعد گھر آ کر کچھ کھانا وغیرہ کھایا اور پھر چلا گیا جاتے ہی دیکھا تو وہ لڑکی اور میری کزن سمعیہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں وہ لڑکی کہنے لگی۔

بھائی ارسلان میری بات سننا

میں ان دونوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا وہ لڑکی بولی۔۔ بھائی ارسلان میں آپ کو اپنی زندگی کے بارے میں کہانی لکھوانا چاہتی ہوں اپنی زندگی کے بارے میں ہر وہ بات بتانا چاہتی ہوں جو لڑکپن کی کٹھن راہوں میں شامل ہوئی ہے کیسے

میں نے اپنی محبت حاصل کی کس طرح طرح کی اذیتیں اپنے کندھوں پہ اٹھائی وہ مجھے کہنے لگی ارسلان بھائی آپ میری سٹوری لکھو گے نا تو میں نے کہا جی ضرور لکھوں گا تو قارئین وہ لڑکی اپنی کہانی کچھ اس طرح سناتی ہے آیئے اس کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرے نام سے تو آپ واقف ہو ہی گئے ہونگے میں ضلع لاہور کی رہنے والی ہوں ایک عام سی لڑکی ہوں میرے تین بھائی اور ایک میں ہم چار بہنیں ہیں میرا نمبر سب سے آخری ہے میری ا‌ئی ایک سادہ سی ہوں واقف ہے میرے پیدا ہونے پر اتنی خوشی نہیں منائی گئی کیونکہ مجھ سے پہلے میری تین بہنیں تھیں۔

یہ تو تھا میرا مختصر سا تعارف۔ اب میں آپ کو اپنی اصل کہانی سے روشنا کرواتی ہوں میں آپ کو اپنی سچی دوستی کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں بلکہ آپ سب کو ایک نصیحت بھی کروانا چاہوں گی کہ انسان کسی سے دوستی تو کر لیتا ہے لیکن بعد میں دوستی نبھانا بھول جاتا ہے میرے ابو ایک نہایت ہی نیک اور رحم دل انسان تھے میری ہر خواہش پوری کرتے میری عمر اس وقت چار سال کے قریب ہوئی تھی کے میرے گھر والوں نے مجھے ایک سرکاری سکول میں داخل کروا دیا تھا آج سکول میں پہلا دن تھا میں رو رہی تھی اتنے میں میری ہم عمر لڑکی جس کا نام ثانیہ تھا وہ مجھے چپ کروا رہی تھی تھوڑی دیر بعد ہمیں بریک ہوئی ثانیہ میرے ساتھ کھیلنے لگ گئی وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہ چلا میری اور ثانیہ کی دوستی اور بھی گہری ہو گئی ہم دونوں بہت اچھی دوست بن گئیں اب ہم نے پانچویں [illegible] ثانیہ زندگی بن گئے ہو

پڑھنے میں کافی ذہین تھیں اب ہم دونوں سکول میں داخلہ لے لیا ایک ہی کلاس میں ہمارے گھر سے کچھ ہی تین کلومیٹر کے فا ثانیہ کے گھر سے ہمارے گھر کا فاصلہ پ کا تھا ہم دونوں سکول پیدل ہی جاتی اور آ جاتی تھیں ہم نے ایک دوسرے وعدے کیے کے ہم کبھی بھی کسی بات دوسرے کو نہیں چھوڑیں گی ہم دونوں ا جیسے ایک جسم اور ایک روح دوستو یہ ضر کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہی پیار کر سکتے بھی بہت سے رشتے اس دنیا میں ہیں اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں دو دوس مثال ہماری اساتذہ بھی یاد کیا کرتی تھیں سکول میں ہمارا چھ لڑکیوں کا ایک جن میں زیبا۔ شاہین۔ ثنا۔ مہرین۔ مہ ۔اور میں ہماری دوسری دوستوں نے کوشش کی ہمیں الگ کرنے کی مگر وہ نا کا دونوں کی ایک ہی چوائس تھی ایک جیسا جیسے کپڑے پہننا ہم نے ایک دوسر بہت وعدے کیے ہوتے تھے کہ کبھی ہمارے درمیان نہیں آئے گا قارئین و نے کر لیا مگر میں اپنا وعدہ نبھا نہیں پ دونوں کسی بات سے ہم سکول سے گھر کے راستے میں ایک لڑکا میری طرف رہا تھا مجھ سے رہا نہ گیا میں بھی اس کی کر ہنس پڑی اتنے میں میری دوست ثا پوچھنے لگی کہ کومل وہ لڑکا کون ہے جو تمہار دیکھ کر ہنس رہا تھا تو میں نے ثانیہ سے وہ سے تھوڑی ہی فاصلے پر رہتا ہے پھر ثانیہ خا ثانیہ کو تھوڑا سا دے دیا نہ جانے وہ لڑ

کرتا تھا کہاں رہتا تھا مجھے کچھ پتہ نہیں تھا مگر وہ ہنستا ہوا بہت خوبصورت لگ رہا تھا خیر اپنے گھر آگئی آتے ہی امی ابو کو سلام کیا اور بعد میں منہ دھو کر کھانا وغیرہ کھایا اور اکیڈمی چلی گئی۔ سوچوں کی کشمکش میں پتہ نہیں کہاں کھو گئی تھی یہ پیار کا بھوت میرے سر پر سوار ہو گیا تھا جتنا لڑکے کو بھلانے کی کوشش کرتی اتنا ہی اسے قریب پاتی اب تو اس لڑکے کا روز کا معمول بن گیا تھا وہ روز ہمارے راستے میں آکر کھڑا ہو جاتا مجھے وہ بہت اچھا لگتا تھا وہ یونہی ہنستے ہوئے ساغر کی طرح بہتا گیا کہ بات اشاروں سے خطوط تک پہنچ گئی۔

ایک دن میں سکول اکیلی جا رہی تھی اس لڑکے نے میری طرف ایک خط نما کاغذ کا اشارہ کیا میں بہت پریشان ہوئی تھی کہ آخر یہ لڑکا کیا چاہتا ہے یہ کیسے میرا پیچھا چھوڑے گا پھر وہ لڑکے نے ایک چھوٹی سی لڑکی جس کی عمر سات سال کے قریب تھی اسے وہ لیٹر مجھے دینے کو کہا اتنے میں وہ لڑکی میرے پاس آئی اور وہ لیٹر میرے ہاتھ میں تھما کر چلی گئی وہ لڑکی بھی ہمارے سکول کی سٹوڈنٹ تھی میں نے وہ لیٹر نا چاہتے ہوئے بھی اپنی بیگ میں رکھ لیا سکول سے پڑھنے کے بعد جب اپنے گھر آگئی تو سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی وہ لیٹر بیگ سے نکال کر اسے پڑھنے لگی اس کی تحریر یہ تھی۔

اسلام علیکم۔ کے بعد عرض یہ ہے کیسی ہو آپ امید کرتا ہوں ٹھیک ہی ہونگی بات یہ ہے کہ جب سے آپ کو دیکھا ہے تب سے ہی آپ پر فدا ہوں میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں پلیز میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا میں آپ کو اپنی زندگی سمجھ بیٹھا ہوں میرے پیار کا بھروسہ کرنا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کے کبھی بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا میرے خط کا جواب ضرور دیجئے گا آگے آپ کی مرضی ہے آپ کو دیوانوں کی طرح چاہنے والا آپ کے پیار کا منتظر عدنان۔

وہ لیٹر پڑھنے کے بعد اپنی کتاب میں چھپا دیا میرے تو اوسان ہی خطا ہو گئے تھے میں پیار محبت کے نام سے بالکل انجان تھی مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کروں اتنے میں میری بہن شازیہ میرے پاس آئی اور کچھ دیر باتیں کر کے بعد وہ بھی گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی اس کے بعد میں پورے تین دن سکول نہیں گئی عدنان میری یادوں میں بنک رہا تھا میں جہاں بھی جاتی ہر کسی میں عدنان ہی عدنان نظر آتا تھا ابھی میں سوچوں کے سمندر میں ڈوبنے ہی والی تھی کہ میری دوست ثانیہ آگئی وہ سیدھی میرے کمرے میں چلی آئی ثانیہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی کہنے لگی۔

کومل تم دو دن سے سکول نہیں آرہی ہو خیر تو ہے۔

میں نے ثانیہ سے کہا یار بس ویسے ہی گھر میں تھوڑا کام تھا اس لیے۔۔

ثانیہ کہنے لگی کومل کل سکول ضرور آنا میم تمہارا پوچھ رہی تھی۔

میں نے ثانیہ کو کہا اچھا میری پیاری دوست کل ضرور آؤں گی سکول۔

ثانیہ مجھ سے کافی دیر باتیں کرنے کے بعد اپنے گھر چلی گئی پھر رات کو وہی حال عدنان کی وہ پیار کی باتیں میرے ذہن پر گردش کر رہی تھیں بہت کچھ سوچنے کے بعد اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر قلم کاغذ کے دامن میں اتار دیا

میری جان سے پیارے عدنان امید کرتی ہوں کے آپ خیریت سے ہوں گے عدنان بہت کچھ سوچنے کے بعد اس مقام پر پہنچی ہوں۔ عدنان میں بھی آپ کو دل و جان سے چاہتی ہوں مگر مجھے ڈر ہے کہ ہم دونوں کا کسی کو پتہ نہ چل جائے میرے جذبات کی قدر کرنا مجھے کبھی نہ اکیلا چھوڑنا میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی یہ دنیا بہت ظالم ہے یہ پیار کرنے والوں کی کھلی دشمن ہے یہ کسی کو ایک نہیں ہونے دیتی میرے پیار کی لاج تمہارے ہاتھ میں ہے اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

فقط تمہاری کومل۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد میں نے وہ لیٹر اپنے بیگ میں رکھ لیا رات کیسے گزری پتہ ہی نہ چلا اگلے دن ثانیہ مجھے سکول لینے کے لیے آگئی پھر میں اور ثانیہ سکول جا رہی تھیں ابھی کچھ ہی فاصلے کے عدنان راستے میں اسی جگہ کھڑا میرے لیٹر کا ویٹ کر رہا تھا مگر میں مجبور تھی کہ اگر ثانیہ نے لیٹر دیکھ لیا تو وہ کیا سوچے گی خیر میں اپنے سکول چلی گئی جاتے ہی حاضری وغیرہ لگوانے کے بعد میری میم یعنی میری ٹیچر مجھے پوچھنے لگی کومل۔

تم تین دن سے سکول نہیں آرہی ہو کیا وجہ تھی میں نے اپنی میڈم کو کہا میم گھر میں ایک ضروری کام تھا اس لیے نہ آسکی۔

میم مجھے کہنے لگی کومل آپ کے پیپر قریب ہیں اگر چھٹیوں کا سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا تو آپ کا رزلٹ بہت خراب نکلے گا نہ چاہتے ہوئے بھی میم نے کچھ نہیں کہا پھر میں پڑھائی میں مصروف ہو گئی سارا دن پڑھنے کے بعد چھٹی کا وقت ہو گیا اتنے میں چھٹی کی گھنٹی بجنے لگی میں نے وہ لیٹر اپنے بیگ سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنے دوپٹے کے نیچے چھپا لیا اور گھر کی طرف چلنے لگی راستے میں عدنان اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

اس کی نظریں بتا رہی تھیں کہ وہ بھی میرے پیار کا منتظر ہے وہ لیٹر جاتے ہوئے عدنان کے پاس پھینک دیا اور تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف بڑھ گئی اتفاق سے آج ثانیہ میرے ساتھ نہیں تھی وہ تو روز میرے ساتھ ہی آتی تھی مگر عدنان کو لیٹر دینا ضروری تھا پھر میں اپنے گھر آگئی گھر آکر سب کو سلام کیا اپنے کمرے میں چلی گئی میں بہت گھبرا رہی تھی کے کہیں کسی نے دیکھ نہ لیا ہو تو دوستو ایسے ہی ہماری محبت آسماں پر اڑنے والے پرندوں کو چھونے لگی چند دن خطوط کا سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد عدنان نے مجھے ایک پیارا سا موبائل لے کر گفٹ کیا اور نئی سم بھی پہلے تو میں نے انکار کر دیا مگر بعد میں عدنان کے بار بار اصرار پر مجھے قبول کرنا پڑا پھر ہم ساری ساری رات فون پر باتیں کرتے دن کو جب سکول جاتی تو موبائل اپنے کمرے میں چھپا کر رکھ جاتی ہم نے ایک دوسرے سے بہت وعدے کیے تھے قسمیں کھائی ہم دونوں ایکدوسرے کی محبت میں بہت دور نکل گئے تھے ہمارا تو ایک دوسرے کے بغیر جینا ہی محال تھا دن گزرتے ہی چلے گئے کہ پتہ ہی نہ چلا کے ہمارے دسویں کے پیپر شروع ہو گئے میں اور ثانیہ ایک ساتھ ایک ہی کالج میں پیپر دینے جاتی ہمارا سینٹر ایک ہی کالج میں بنا ہوا تھا میں اپنے بہت اچھے پیپر سر انجام دے رہی تھی پیپروں کے دوران میں ثانیہ کے گھر چلی جاتی اگلے پیپر کی تیاری کرنے کے لیے پھر رفتہ رفتہ ہمارے دسویں کے ایگزام بھی ختم ہو گئے۔

اب میں پورے پانچ مہینے گھر میں فارغ تھی۔ کیونکہ اب ہمارا رزلٹ آنا تھا اب میں اپنے عدنان سے جی بھر کے باتیں کرتی تھی مجھے اپنی زندگی بہت خوش نظر آرہی تھی ایک دن عدنان نے فون پر باہر یعنی اکیلے میں ملنے کا کہا

میں نے عدنان کو کہا۔ ناں بابا ناں۔ ایسی حرکت میں نہیں کرسکتی مگر عدنان بار بار ضد کررہا تھا تو مجھے اپنے پیار کے آگے ہار ماننی ہی پڑی میں نے کہا۔

تم فکر نہ کرو میں کچھ کرتی ہوں۔

اگلے دن میں نے اپنی امی سے جھوٹ بولا کہ میں ثانیہ کے گھر جارہی ہوں شام کو گھر لیٹ ہی آؤں گی۔

امی کہنے لگی بیٹا کومل تیرے ابو ناراض ہوں گے پہلے تو امی نہیں مانی پھر میرے بار بار کہنے پر امی مان گئی میں جلدی سے نہا دھو کر تیار ہو گئی پھر عدنان کو کال کی کہ میں تیار ہوں میں بجائے ثانیہ کے گھر جانے کے عدنان کے ساتھ چلی گئی آج عدنان بہت خوبصورت لگ رہا تھا وہ مجھے ایک مہنگے ہوٹل میں لے گیا وہاں پر ہم نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور بعد میں ہم ایک پارک میں چلے گئے ہم نے کافی موج مستیاں کیں میں عدنان کے ساتھ بہت خوش تھی ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی بہت وعدے کیے کبھی بھی ایک دوسرے کو نہیں چھوڑیں گے میں عدنان کے ساتھ سچے دل سے محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھے دل و جان سے چاہتا تھا مگر آج تک عدنان نے میرے ساتھ کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تھی جس کی وجہ سے مجھے بدنامی محسوس ہو۔

قارئین آج تک ہماری محبت کو دو سال ہو گئے

پھر باتوں باتوں میں میں نے عدنان سے پوچھا کہ تمہارے والد کیا کام کرتے ہیں۔

عدنان نے کہا۔ میرے ابو ایک ورکشاپ مکینک ہیں ہم دو بھائی ہیں میں بھی اپنے ابو کے ساتھ کام کرتا ہوں۔

اسی طرح ہم نے پارک میں خوب مزے کیے اور کافی ٹائم ہو چکا تھا اب ہم اپنے اپنے گھر میں چلے گئے۔ تو یہ تھی میری اور عدنان کی پہلی ملاقات جب میں گھر پہنچی تو ابو بھی کام سے آگئے تھے پھر کچھ دیر امی ابو کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی کے عدنان کا فون آرہا تھا اور میں اس سے بات کرنے لگی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد عدنان نے کال بند کردی میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی کہ نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں سو گئی صبح جلدی اٹھ کر نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اے میرے مولا عدنان جہاں بھی رہے خوش رہے پھر کچھ دنوں بعد ہمارا دسویں کا رزلٹ بھی آگیا میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی میں نے جلدی سے ثانیہ کے پاس گئی دیکھا کہ ثانیہ کے گھر میں بھی مٹھائی تقسیم ہو رہی تھی ثانیہ بھی اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی تھی میں اور ثانیہ بہت خوش ہوئی اسی طرح میں نے میٹرک بھی پاس کرلیا تھا سب بھائی میری حسن کارکردگی پر بہت خوش تھے میرے ابو نے مجھے ایک ہزار روپے خوشی کے طور پر دیئے پھر باری باری میں سب سے تحفے قبول کرتی گئی اور جب عدنان کو پتہ چلا تو وہ بھی خوش ہوا۔

دن گزرتے گئے میں عدنان کے پیار میں پاگل ہوتی گئی۔ ایک دن میں کسی کام کی وجہ سے ثانیہ کے گھر گئی ہوئی تھی جب گھر واپس آئی تو

ہمارے گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے میری امی اور میرے ابو بہت خوش تھے گھر میں سارے لوگ ایک دوسرے کو مٹھائی کھلا رہے تھے میں جلدی سے امی کے پاس گئی اور امی سے پوچھا۔

امی یہ لوگ کون ہیں اور یہ مٹھائی کس خوشی میں بانٹی جارہی ہے۔

امی بولیں۔ بیٹا یہ لوگ تمہارا رشتہ مانگنے آئے ہیں لڑکا بہت محنتی ہے اللہ کا دیا ہوا ان کے پاس بہت کچھ ہے۔

ابھی امی کے یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑے ہی تھے کہ جیسے کسی نے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین ہی کھینچ لی ہو میں سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی اتنے میں میری امی میرے کمرے میں آگئی اور کہنے لگی۔

تم رو کیوں رہی ہو جلد جلد سے نہا دھو کر آؤ مہمان انتظار کر رہے ہیں۔

قارئین پھر مجھے ان لوگوں کے سامنے بٹھا دیا گیا اور میری منگنی کی تاریخ پکی کر دی گئی پھر وہ لوگ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد چلے گئے میرے آنسوؤں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا پھر میں نے ساری بات عدنان کو بتادی عدنان کہنے لگا۔

کومل تم فکر نہ کرو اگر ہماری قسمت نے ہمارا ساتھ دیا تو ضرور ملیں گے دن گزرتے گئے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ لوگ میری منگنی کرنے کے لیے آگئے پھر میرے گھر والوں نے میری منگنی کر دی۔

قارئین وہ لوگ شادی کے لیے راضی تھے مگر میں اپنے گھر والوں سے ڈر رہی تھی کہ اگر میں نے شادی سے انکار کر دیا تو میرے ابو مجھے جان سے مار دیں گے اس بات کا میری دوست ثانیہ کو بھی پتہ چل گیا تھا میں نے عدنان کو فون کیا اور کہا

عدنان میری منگنی ہو چکی ہے اب مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا مجھے یہاں سے کہیں لے جاؤ جہاں پر ہر طرف محبت کے پھول ہی کھلتے ہوں اگر میں تمہاری نہیں ہو سکتی تو میں کسی کی بھی نہیں ہو سکتی میں اپنی جان دے دوں گی

عدنان مجھے کہنے لگا کومل تم صرف کچھ دن انتظار کرو میں تمہیں یہاں سے دور بہت دور لے جاؤں گا۔

عدنان کو میں نے بتا دیا کہ میری منگنی ہو گئی ہے میں پل پل عدنان کی یادوں میں مرتی رہی رو رو کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں پھر کچھ دن اور انتظار کرنے کے بعد عدنان کا فون آیا اور مجھے کہنے لگا۔

تم اپنی تیاری وغیرہ کرو میں آپ کو لینے آرہا ہوں۔

اس دن میں بہت خوش تھی کہ عدنان تم صرف میرے ہو پھر رات کو میں نے اپنے کمرے میں ساری پیکنگ کی گھر سے بھاگنے سے پہلے میں اپنی دوست ثانیہ کے پاس گئی اور جاتے ہی ثانیہ کو گلے لگا کر رو پڑی ثانیہ مجھے معاف کر دینا میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر پائی پھر ثانیہ کہنے لگی۔

کومل آخر بات کیا ہے

میں نے ثانیہ کو اپنے اور عدنان کے بارے میں بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ آج رات ہم دونوں یہاں سے کہیں دور چلے جائیں گے۔ ثانیہ کسی کو بتانا مت جاتے ہوئے میں نے ثانیہ کا فون نمبر لے لیا اور کہا ثانیہ جب بھی تمہاری یاد آئے گی تو میں تم سے فون پر رابطہ کیا کروں گی تو جب میں ثانیہ سے ملنے لگی تو ثانیہ بھی میرے گلے

لگ کر رو پڑی اور مجھے کہنے لگی۔
کومل اپنا دھیان رکھنا پھر میں اپنے گھر آ گئی رات کے سات بجے پھر عدنان کی کال آئی اور مجھے کہنے لگا۔
کومل تمہارا اس جگہ پر ویٹ کر رہا ہوں عدنان نے مجھے سارا ایڈریس سمجھا دیا تو میں اپنا سامان لے کر گھر سے جب نکلنے لگی تو اپنے ابو کے پاس جا کر بیٹھ گئی دل میں کہا ابو مجھے معاف کر دینا آپ کی نالائق بیٹی اتنا بڑا قدم اٹھانے جا رہی ہے مگر میرے ابو آرام کی نیند سو رہے تھے میں اپنی بہن ثمینہ کو اپنے بھائیوں کو دیکھ کر بہت روئی اور اپنا سامان اٹھا کر گھر کو الوداع کہتے ہوئے گھر سے چلی گئی رات کے دو پہر جب پنچھی بھی اپنے ٹھکانوں میں سو رہے ہوتے ہیں مگر میں اپنی محبت کے روشن دیئے جلانے جا رہی تھی پھر میں اور عدنان دونوں فیصل آباد کی طرف روانہ ہو گئے وہاں جا کر ہم نے کورٹ میرج کر لی وہاں ہم کرائے پر رہنے لگے عدنان سارا دن محنت مزدوری کرتا اور شام کو گھر آ جاتا آج مجھے اپنی زندگی بہت خوش دکھائی دے رہی تھی میری زندگی میں ہر طرف خوشیوں کے پھول کھل رہے تھے میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا پھر ٹھیک دو سال بعد اللہ نے مجھے دو جڑواں بیٹے عطا فرمائے میں اپنے رب کی بہت مشکور تھی کہ اللہ نے میری سن لی تھی میں اور عدنان اپنے ننھے پھولوں کو بہت پیار کرتے تھے مگر ان خوشیوں میں جب اپنے نہیں ہوتے تو دل خون کے آنسو روتا ہے مجھے اپنے ماں باپ اپنے بہن بھائی کی بہت یاد آتی ہے مگر اب وقت میرے پاس [illegible] کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں [illegible] ہم نے اپنے بیٹوں کے نام عمیر اور زین رکھے ہیں اب تو یہ ماشاء اللہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے ہیں میری زندگی اتنی حسین ہو جائے گی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا بس اتنی سی ہے میری داستاں۔ تو قارئین یہ تھی کومل کی کہانی جس نے اپنی سچی محبت کے پیچھے اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کو ٹھکرا دیا اور اپنی محبت کو حاصل کر لیا تو کیسی لگی میری تحریر آپ اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیئے گا ایک غزل کسی اپنے کے نام جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

اے حسن لالہ فام ذرا آنکھ تو ملا
خالی پڑا ہے جام ذرا آنکھ تو ملا
کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا بندگی ہے
دنیا کے چھوڑ کام ذرا آنکھ تو ملا
کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ ساتھ
تنہائیوں کی شام ذرا آنکھ تو ملا
یہ جام یہ خوشبو یہ تصور کی چاندنی
ساقی کہاں مدام ذرا آنکھ تو ملا
ساقی مجھے بھی چاہیے اک جان آرزو
کہنے لگی کہ دام ذرا آنکھ تو ملا
پامال ہو نہ جائے ستاروں کی آبرو
اے میرے خوش خرام ذرا آنکھ تو ملا
ہیں راہ کہکشاں میں ازل سے کھڑے
ساغر تیرے غلام ذرا آنکھ تو ملا

ارسلان آرزو جڑنوالہ۔

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں
خوشی بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے
----- اللہ دتہ مخلص راولپنڈی

زندگی بن گئے ہو تم

انتظار کسی کے لوٹ آنے کا

---تحریر: عدنان خان۔ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ 0343.7078420

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے پیش کی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے انتظار کسی کے لوٹ آنے کا۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں [illegible] ویسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت سے پہلے موت میں چلے جاتا ہے۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا یہ ضرور بتانا۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

میں نے پہلے اپنی سٹوری لکھی تھی مئی 2016 میں اور اب اس کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں ان سب کا میں بہت شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے اسے پسند کیا اور جن کی دعاؤں کی وجہ سے کرن واپس میری زندگی میں آئی مافیا میں آپ کو بہت شکرگزار ہوں آپ کی کوشش کی بدولت مجھے ساری حقیقت کا پتہ چلا میں آپ کے لیے ہر پل دعا کرتا ہوں جہاں رہو خوش رہو سدرہ ثمینہ اور آپی کرن کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے جینا سکھایا ان حالات میں میری مدد کی جب میں اکیلا ہو گیا سدرہ تم آپ کا بہت احترام کرتے ہیں۔ بہت [illegible] کرتے ہیں [illegible] آپ بہت زیادہ اچھی ہو۔
[illegible]
[illegible] چھوڑ دو کہانی کو شروع کرنے سے پہلے اس کے پہلے حصہ کا کچھ بتانا چاہتا ہوں میری کرن سے رانگ نمبر سے بات ہوئی اس کے بعد بات ملنے تک آئی کرن کو دیکھنے گیا پھر وقت اور حالات نے بدلے [illegible] لگائی اور کرن سے رابطہ ختم ہو گیا۔
میں پل پل کرن کا انتظار کرنے لگا آخر میرا انتظار ختم ہوا اس سے آگے پڑھئے۔
مجھے کرن سے جدا ہوئے دو سال ہونے والے تھے کرن مجھ سے بات کرنا چھوڑ گئی تھی لیکن میرے دل میں کبھی ختم نہ ہونے والی یادیں چھوڑ گئی تھی میرے اتنا قریب آ کے مجھ سے دور چلی گئی مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ وہ کچھ وقت کے لیے [illegible] تو اس کو اپنا سب کچھ مان لیا اپنی زندگی اس کے نام کر دی آج میں ان سب لڑکوں [illegible] اتنا [illegible] کہ خدا سے [illegible] ساتھ وقت [illegible] ساتھ نہیں دے سکتے تو پیار [illegible]

رستے پہ چلنے سے پہلے سوچ لیا کرو کسی کا دل زخمی کرنے سے خدا بھی ناراض ہو جاتا کسی کو دکھ دینے سے پہلے اتنا سوچ لیا کرو کہ تمہارے پاس بھی دل ہے اگر اس کو کوئی توڑ دے تو تم پر کیا گزرے گی کاش ہم کسی کا دل توڑنے سے پہلے سوچ لیں تو کبھی کی آنکھ میں ہماری وجہ سے آنسو نہ ہو اگر ہم کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو دکھ بھی نہ دیں تو کوئی پریشان نہ ہو اب میں کرن کے بغیر ادھورا تھا اگر میری زندگی میں کوئی خوشی آ سکتی تھی تو وہ کرن کی وجہ سے اس کے لوٹ آنے سے میری اس ویران زندگی میں بہار آ سکتی تھی۔

ہوتی ہے بڑی ظالم یہ یک طرفہ محبت
وہ یاد تو آتے ہیں مگر یاد نہیں کرتے

عید پہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اسی پارک میں گیا جہاں ہم بیٹھے رہتے تھے میں وہاں پہنچ کر [illegible] سب دوستوں نے میرا مذاق اڑایا مجھے پاگل کہہ رہے تھے کرن میں ان جگہوں پر کئی مرتبہ گیا کہ کہیں تم مجھے نظر آ جاؤ گی لیکن کرن آپ مجھے نہیں ملی سب کچھ ویسا کا ویسا تھا بس کمی تھی تو کرن آپ کی میں اسی انتظار میں رہتا کہ کبھی تو کرن کی کال آ جائے گی ساری رات انتظار کرتا رہتا پھر مایوس ہو کر سونا پڑتا کرن آپ میرے خواب میں کبھی نہیں آتی کیوں ناراض ہو گئی تھی میرے گھر والوں نے شادی کا کہا تو میں نے [illegible] مجھے تو کرن صرف آپ کا انتظار تھا کوئی اور کیسے اس دل میں آ سکتا تھا آپ تو ہر پل میرے ساتھ رہتی ہو۔

یہ دوریاں تو فقط میرے ہوش کا تقاضا ہے
میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم
مجھے زمانے سے بات کئے ہوئے کچھ ماہ گزر گئے تھے دل بہت اداس رہتا تھا مجھے نا جانے کیوں اس بات پر یقین تھا کہ کرن ایک دن ضرور لوٹ کر آئے گی اگر لگن سچی ہو تو فاصلے مٹ جایا کرتے ہیں میری کزن مافیہ نے میرا بہت سہارا دیا وہ بہت مخلص ہیں جن کی وجہ سے کرن واپس میری زندگی میں آئی۔

آج 22 مئی کا دن تھا کرن سے جدا ہوئے سال گزر گیا یہ سال کیسے گزرا صرف وہی جانتے ہیں جن کا ساجن ان سے دور ہو میں نے مافیہ کو کرن کا نمبر دیا ہوا تھا وہ روز چیک کرتی تھی آج نمبر آن ہوا تو مافیہ کی بات ہوئی اس کے بعد مافیہ نے مجھے کہا۔

عدنان۔ کرن کے پاس اب نیا نمبر ہے اور وہ کسی اور سے پیار کرتی ہے اس لڑکے کے ساتھ مافیہ نے بات بھی کی مافیہ نے بتایا کہ جب اس نے کرن وہ [illegible] پوچھا کہ عدنان کو جانتی ہو تو کرن نے آگے سے کہا کہ نہیں جانتی ہو اس لڑکے کا نام لیا جس سے بات کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ پیار کرتی ہوں مافیہ نے کہا۔

اب ڈوب کے مر جاؤ مافیہ نے کہا مجھے بہت دکھ ہوا یہ بات کہ آپ اس کو اتنا سچے دل سے پیار کرتے ہو اور وہ ہے جو آپ کا نام تک نہیں سننا چاہتی مجھے دکھ تو بہت ہوا لیکن کیا کر سکتا تھا مافیہ نے مجھے نمبر دیا تو میں نے کال کی تو آگے سے کرن نے کہا۔

کون۔۔ میں نے اپنا نام بتایا پھر کرن نے کہا کہ میں ابھی مصروف ہوں بعد میں بات کرتی ہوں مجھے اس وقت کرن کی وہ باتیں بہت یاد آ رہی تھی کہ عدنان میں مر تو جاؤں گی لیکن تمہارے بعد میری زندگی میں کوئی اور نہیں آئے گا

کرن کیا بات نہیں ہوتی تھی تو اپنا وعدہ بھی بھول گئی تھی یہ محبت اتنا درد کیوں دیتی ہے کیوں لوگ اپنا بنا کر چھوڑ جاتے ہیں محبت کرنے والوں کی قسمت میں ہی کیوں آنسو آتے ہیں رسوائیاں کیوں ملتی ہیں۔

میری اتنے مہینوں بعد کرن کے ساتھ بات ہوئی تو میں بہت خوش ایسا لگ رہا تھا کہ سارے زمانے کی خوشیاں مل گئی ہیں میں خود کو مکمل سمجھ رہا تھا جو کمی تھی وہ پوری ہو چکی تھی میری جان کرن لوٹ آئی تھی وہ پل آ گیا تھا جس کا میں نے بہت بے چینی سے انتظار کیا میں نے اپنے رب کا شکریہ ادا کیا کہ میری کرن اب واپس آ گئی ہے میں کرن کے دیئے ہوئے تمام دکھ بھول گیا۔ میں سوچتا رہتا تھا کہ جب کرن سے بات ہوئی میں اس سے بہت سارے گلے کروں گا لیکن جب کرن سے بات ہوئی تو خوشی اتنی ہوئی کہ میں سب کچھ بھول گیا مجھے اتنی خوشی زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی جیسے کسی قیدی کو رہائی مل گئی ہو۔ تو وہ خوش ہوتا ہے اسی طرح میری سزا ختم ہوئی تھی مجھے ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں نظر آ رہی تھیں۔

23 مئی کو میری جان کرن نے واپس اپنے گھر آنا تھا کل جب بات ہوئی تھی تو کرن نے کہا کہ میں اپنے رشتے داروں کے گھر آئی ہوئی ہوں لاہور آج صبح میری جان نے میسج کیا کہ ہم لوگ واپس آ رہے ہیں میری جان راستے میں مجھ سے بات کرتی آئی تو میں نے کہا۔

کرن میں آپ کو دیکھنے آ جاؤں۔

میری جان نے کہا آپ ضد نہ کرو گرمی بہت ہے میں پھر آپ کو بتاؤں گی تب آپ آ جانا۔

میں نے کہا ٹھیک ہے کرن شام کو اپنے گھر آ گئی اور مجھے کہا کہ وہ سفر کر کے آئی ہے رات کو بات کرے گی رات کو کرن نے بات کی تو میں نے پوچھا کہ کرن ایک بات پوچھوں۔

کرن نے کہا جی پوچھو۔

میں نے کہا۔ کرن آپ مجھے بھول گئی تھی کیا آپ کو میری کبھی بھی یاد نہیں آئی

کرن نے کہا۔ ایسی بات نہیں ہے میں بہت مجبور تھی اس لیے رابطہ نہیں کر سکی کرن نے کہا کہ اس کا جھگڑا ہو گیا تھا اپنے گھر والوں کے ساتھ اور وہ ناراض ہو کر ماموں لوگوں کے پاس چلی گئی تھی اور فون بھی نہیں تھا۔ جس سے بات کرتی سب سن کے میں نے یقین کر لیا کہ کرن جو کہ رہی ہے وہی سچ ہے جس سے پیار ہو جائے اس کا جھوٹ بھی سچ لگتا ہے کیونکہ وہ ہی تو اس دنیا میں محبوب ہوتا ہے اس کا دیا ہوا درد دکھ نہیں دیتا اسے بھی یاد کر کے خوشی ملتی ہے کہ چلو اس نے ہمیں اس قابل تو سمجھا۔ کرن کے لوٹ آنے سے بہت خوش ہو گیا مجھے ہر خوشی مل گئی جس کی آرزو تھی میں نے کرن کو شعر سنایا تھا جو کہ میری کرن کو بہت پسند آیا وہ مسکرانے لگی۔

نجانے کس دربار کا چراغ ہوں میں
جس کا دل چاہتا ہے جلا کر چھوڑ دیتا ہے

میرے دل میں آرزو ہوئی کہ کاش کرن میری آنکھوں کے سامنے رہتی ہر پل لیکن ایسا تو شاید مقدر میں نہیں تھا میں پھر بھی نا امید نہیں تھا میری کرن سے پھر بات ہونے لگی تھی میں بہت ہی خوش تھا لیکن جب میں سوچتا کہ اگر کرن اس بار مجھ سے دور چلی گئی تو اس کے بعد وہ کبھی لوٹ کر نہیں آنے گی اس لیے میں نے کرن سے کوئی سوال نہیں کیا تھا نہ ہی وجہ پوچھی اتنے دن دور رہنے کی وجہ میں تو سوچتا تھا کہ کرن میرے لیے بہت بے چین ہو گی اور وہ بھی گزرے وقت کا ارمان ہو گا جو مجھ سے دور رہ کر گزارا لیکن کرن بس میرا دل رکھنے کے لیے اب بات تو کر لیتی مجھے لگتا تھا کہ کرن میرے ساتھ اب خوش نہیں ہے میرے بار بار پوچھنے پر بھی کرن نے کوئی وجہ نہ بتائی۔ میں کرن کو بہت زیادہ میسج کرتا تھا لیکن وہ بہت کم باتوں کا جواب دیتی کرن نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا میں رونے کے سوا کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا

اس طرح دن گزرتے رہے میں یہ سوچ کر خاموش رہتا کہ آخر کب تک کرن ایسا کرے گی ایک نہ ایک دن اس کی ضد ختم ہو جائے گی لیکن اب تک ایسا نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے میں بہت ہی پریشان تھا سارا دن گزر جاتا لیکن اب کرن بات نہ کرتی کال کرتا تو وہ نہ سنتی اور میسج کا جواب دیتی بہت پریشان رہنے لگا۔

آخری بار جب ہم پارک میں بیٹھے تھے تو وہاں پرابلم بن گئی تھی جس کی وجہ سے بدنامی ہو گئی سب گھر والوں کو پتہ چل گیا وہ بھی جب میں پریشان ہوتا تو مجھے کرن کے نام کے طعنے دیتے بہت دکھ ہوتا۔ ایک دن کرن کی وجہ سے میرا گھر والوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور میں نے غصہ میں کہا کہ میں جا رہا ہوں گھر چھوڑ کر اس طرح میری پریشانیاں ختم ہونے کی بجائے اور بھی زیادہ ہو گئیں اس دوران میں نے کرن سے کہا۔

اب آپ کی وجہ سے گھر والوں کے ساتھ جھگڑا ہوا ہے آپ میرا ساتھ دینا۔

کرن نے کہا میں آپ کے ساتھ ہوں۔

مجھے کرن کی اس بات پر بہت حوصلہ ملا کہ اک کرن تو ہے میرے ساتھ۔

16 جون کو میں گھر سے چلا گیا میں نے اپنے دوست کو فون کیا وہ فیکٹری میں کام کرتا تھا تو اس نے کہا کہ آپ آ جاؤ کام کا کچھ کر لیں گے تو میں آج اپنے گھر سے چلا آیا راستے میں کرن سے بات کرتا رہا۔ کرن نے تھوڑے میسج کا جواب دیا اور پھر کوئی جواب نہ آیا کرن کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا خیر شام ہونے والی تھی جب میں اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے کھانے کا پوچھا تو میں نے کہا۔

یار بھوک نہیں آج زندگی میں پہلی رات تھی کہ جو کہ میں گھر سے باہر گزار رہا تھا دل بہت اداس تھا جسم بہت ہی بھاری لگ رہا تھا۔ پھر کرن کے ساتھ تھوڑی دیر بات ہوئی کرن کو بتایا کہ میں ادھر آ گیا ہوں اب میرا ساتھ دینا

کرن نے کہا میں آپ کے ساتھ ہوں

میں نے صرف کرن کو کہا کہ آپ مجھ سے بات کر لیا کرو گی تو میں بہت خوش رہوں گا۔

کرن نے کہا۔ کر لیا کروں گی۔

مجھے کرن نے کہا۔ رات کو بات کروں گی گھر والوں کی یاد تو بہت آئی لیکن جب سوچا کہ کرن میرے ساتھ ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے رات کو بارہ بجے کے بعد کرن کا میسج آیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں کل بات کروں گی مجھے بہت ہی دکھ ہوا کاش کرن تم کو اس بات کا احساس ہوتا میں صرف آپ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آ گیا ہوں کرن تمہارے سہارے پر میں سب سے جھگڑا کر کے آیا ہوں کرن کیا تم میرے لیے جاگ نہیں سکتی ہو اسی سوچ میں رات جاگتے اور روتے ہوئے گزر گئی۔

ماہ رمضان کے دن تھے صبح جلدی اٹھے اور پھر آج کام پر جانا تھا یہ میری زندگی کا پہلا دن تھا کہ میں کام پر جا رہا تھا ورنہ اب تک سکول اور کالج میں جانا اور اس کے بعد سارا دن فری رہتا دوست نے کہا،

کام اتنا مشکل نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔۔

میں نے کہا ٹھیک ہے تھوڑی دور ہی فیکٹری تھی جہاں پر کواٹر تھے وہاں سے پیدل چل کے جانا تھا فیکٹری میں گئے آج تو مجھ سے زیادہ کام نہیں کروایا گیا کام اتنا مشکل نہ تھا۔ دن میں کرن نے میسج پر بات کی کرن نے کوئی زیادہ دیر بات نہیں کی وہ اب پہلی والی کرن نہیں رہی تھی جو دن میں سارا دن بات کیا کرتی تھی اور آج وہ دن آ گیا کہ اب کرن مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی میرے میسج کا جواب بھی نہ دیتی تھی وہ یہی چاہتی تھی کہ شاید کہ یہ خود سمجھ جائے گا اس لیے بار بار نظر انداز کرتی تھی ٹھیک سے بات نہ کرتی تھی۔ پھر شام کو واپس آ گئے بے شک کام اتنا زیادہ نہ تھا پھر بھی تھکاوٹ ہو گئی تھی اور فیکٹری سے واپس پیدل چل کے آنا پڑتا تھا اس وقت مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ماں و باپ کتنا احساس کرتے ہیں اپنے بچوں کے لیے مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا کہ مجھے گھر والوں کے ساتھ جھگڑا نہیں کرنا چاہیے تھا میں تمام لوگوں سے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ خدا کے لیے کسی کی خاطر اپنے ماں باپ کا دل نہ دکھانا کبھی بھی۔ آج کل کا پیار کچھ بھی نہیں ہے باتوں میں آ کر اپنے ماں باپ کو ناراض نہ کرنا میرے سامنے آج کا پیار صرف اتنا ہے کہ ایک عقل مند اپنے سے کم عقل کو بہت پیار کے ساتھ دھوکہ دے جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں جیت گیا ہوں تو سنو کسی کا دل دکھا کر خوش ہم بھی نہیں رہ سکتے جن کا دل ہم بہت پیار کے ساتھ توڑ دیتے ہیں اور بعد میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پاگل بنایا ہے کاش ہم سمجھ جائیں کہ ہم بہت غلط کرتے ہیں کسی کا دل نہ دکھانا دوستوں جب ٹوٹے ہوئے دل سے دعا نکلتی ہے تو سیدھی اللہ پاک کے پاس جاتی ہے وہ تو انصاف کرنے والا ہے ہمیں بہت مواقع دیتا ہے کہ سمجھ جاؤ آتے ہیں اب کہانی کی طرف۔

میں نے شام کا کھانا کھایا اور کرن کا انتظار کرنے لگا آج کرن نے تھوڑی دیر بات کی اور کہا کہ امی پاس ہے کل بات ہوگی۔

کیا خوب صلا ملا ہے ہمیں ان سے وفا کرنے کا عدنان
کبھی روتے ہوئے سوتے ہیں تو کبھی سوئے ہوئے روتے ہیں

اسی طرح میں صبح اٹھا اور کام پر چلا گیا آج مجھے چوتھا دن تھا اب مجھے زیادہ کام مشکل نہیں لگتا تھا عادی بن گیا تھا آج کا دن بہت اداس تھا آج موسم بھی اداس تھا میرے دل کی طرح آج میرا کام میں دل نہیں لگ رہا تھا میں ایک طرف جا کر بیٹھ گیا اور گانے سن رہا تھا پھر میرے موبائل پر میسج آیا دیکھا تو کرن کا تھا بہت خوشی ہوئی جب پڑھا تو بہت رویا کرن نے لکھا تھا کہ میں اپنا فون کزن کو دینے لگی ہوں پھر جب واپس لیا تب آپ کے ساتھ بات کروں گی تو میں نے کہا کہ کرن میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں بہت ساری منتیں کیں لیکن کرن پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے پہلے تو بہت اداس تھا پھر اچانک بارش شروع ہو گئی۔ میں نے

جب میسج پڑھا تو رونے لگ گیا بارش بھی ہو رہی تھی اور آج بادل بھی شاید کرن کی جدائی میں برس رہے تھے کرن کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہو رہا تھا کہ اور اس کو فرق بھی نہ پڑا فون دے دیا اب یہ سوچ کر بار بار رونا آ رہا تھا کہ نجانے اب کتنے سال اور کرن کا انتظار کرنا تھا شاید کرن سمجھ گئی تھی کہ اس کو اب عادت ہو گئی رونے کی انتظار میں جلنے کی اور لوگوں کی باتیں سننے کی کرن تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ کیا گزر رہی ہوگی مجھ پر کرن تم تو واقف تھی میرے حالات سے خیر مجھے خود ہی چپ ہونا پڑا جس کے لیے رو رہا تھا وہ تو مجھ سے بہت دور تھا وہ کون سا دیکھ رہی تھی کہ اس کے جانے کے بعد کیا حالت ہوتی ہے۔ کرن کبھی مچھلی کو دیکھا ہے پانی سے نکال کر کتنا تڑپتی ہے کرن آپ کے بعد ہماری ایسی حالت ہوتی ہے کرن ہمیں اس حالت میں دیکھ کر آپ کا دل نہیں کانپتا لیکن ہماری قسمت میں یہ سب لکھا ہوا تھا رونا کرن ہم تم سے کیا شکوہ کرتے تم تو ہمارے اپنے ہو کرن کے بارے میں سوچ کر پریشان ہونے اور رونے کے سوا میں کیا کر سکتا تھا پھر شام کو جب ہم واپس کواٹر پر آئے تو مجھے اتنا تیز بخار ہو گیا تھا کہ مشکل سے میں چل کے آیا تھا میرا صنم مجھ سے دور چلا گیا تھا مل کر بچھڑ گیا۔ ساری رات میں نے جاگ کر گزار دی رات کسی نہ کسی طرح گزر گئی صبح میں اٹھا اور اپنے دوست کو کہا۔

میں نے آج ہی واپس جانا ہے۔

اس نے کہا دو دن بعد چلے جانا پیسے نہیں ہیں میں نے کہا۔ میں جانے لگا ہوں اس نے بہت روکا لیکن میں کہاں رکنے والا تھا۔ میں نے اپنا موبائل بیچ دیا اور اس کے اتنے پیسے مل گئے کہ میں گھر آ سکتا تھا پھر میں اڈے پر آیا اور گھر آنے کے لیے بس میں بیٹھ گیا۔ میں شام کے وقت گھر آ گیا گھر والوں نے مجھے کچھ نہ کہا میں جا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا۔ پھر اس کے بعد سارا دن میں کمرے میں پڑا رہتا تھا نہ کھانے کا ہوش بس ہر وقت کرن کے بارے میں سوچتے رہتا اور کرن نے جو تصویر مجھے دی تھی وہ دیکھتے رہنا اس میں میری جان بہت پیاری لگ رہی تھی ہم دونوں کی اکٹھی بھی ایک تصویر تھی جس میں نے کرن کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اس کو دیکھ کر روتے رہتا اور گانے سنتا رہتا یہی میرا کام تھا میری حالت بہت کمزور ہو گئی تھی دن گزرتے رہے لیکن پھر سے کرن مجھے نہ ختم ہونے والا انتظار کا کہہ کر واپس نہیں آئی تھی پانچ ماہ گزر چکے تھے لیکن ان میں کرن نے ایک بار بھی مجھ سے بات نہیں کی پھر دوستوں اور گھر والوں نے مشورہ دیا کہ تم کچھ پڑھ لو تو میں نے ان کے کہنے پر دوسرے شہر میں داخلہ لے لیا۔ اس لیے کہ وہاں پر میں پڑھائی میں اور اپنے دوستوں میں خوش رہوں گا۔

نومبر میں ادھر میں نے داخلہ لیا تھا اور کیونکہ وہ گھر دور تھا تو مجھے ادھر ہی رہنا پڑا ہوسٹل میں پہلے تو دن گزرنے کا نام نہیں لیتا تھا کلاس میں بھی دل نہیں لگتا تھا گم سم بیٹھا رہتا تھا دن گزر رہے تھے وہ نومبر کا دن تھا 8 نومبر کو میں کلاس سے واپس آ رہا تھا آج مجھے کرن بہت یاد آ رہی تھی میں نے اپنا نمبر بدل لیا تھا جو کہ کرن کے پاس تھا میں نے کرن کا نمبر ملایا جو کہ آن تھا جو بہت خوش ہوئی میں نے میسج کیا کہ کرن میں عدنان ہوں بات کرو کرن نے میسج کیا کہ میں بعد میں بات کرتی ہوں اس طرح کرن ایک بار پھر سے میری زندگی

میں لوٹ آئی نومبر کی اس شام نے مجھے بہت خوش کیا تھا۔ مجھے یہ شام کبھی نہیں بھول سکتی میں بہت زیادہ خوش تھا آج آکر میں نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ میری کرن واپس آگئی ہے سب بہت خوش ہو رہے تھے تو میں نے کہا۔

میں نے کہا کرن واپس جاتا ہے دو دن رہتے تھے لیکن میں آگیا راستے میں بھی کرن کے ساتھ بات ہوتی رہی پھر کرن نے کہا۔

گھر جا کر بات کرنا۔

میں نے کہا۔ ٹھیک ہے

میں گھر آیا تو امی نے پوچھا اس بار جلدی کیوں آگئے ہو تو میں نے امی کو بتایا تو امی بھی خوش ہوگئی پھر کرن کا میسج آیا کہ کال کرو تو میں نے کال کی تو کرن نے کہا۔

کیا کر رہے ہو

میں نے کہا امی کے پاس بیٹھا ہوا ہوں پھر کرن کی بات امی کے ساتھ کروائی تو امی نے کرن سے پوچھا۔

بیٹی تم اتنے کہاں چلی گئی تھی

کرن نے کہا اس کے پاس نمبر نہیں تھا اس وجہ سے وہ بات نہیں کر سکی تھی۔

میں نے کہا۔ اب نمبر یاد کر لو اور پھر مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔

کرن نے کہا اب مر تو سکتی ہوں لیکن آپ کو کبھی چھوڑوں گی نہیں تو قسمت نجانے کیوں ہمیں بار بار ملا دیتی تھی اس طرح کرن میری زندگی میں لوٹ آئی تھی ان دنوں کرن بہت پریشان تھی میں نے اس سے وجہ پوچھی لیکن وہ مجھے نہیں بتا رہی تھی کرن کہتی کہ میں نے مر جانا ہے مجھے بہت دکھ ہوتا کہ میری کرن ایسی کون سی بات ہے جو مجھ کو نہیں بتا رہی بہت کوشش کے بعد کرن نے بتایا کہ اس کی شادی کر رہے ہیں اور وہ وہاں نہیں کرنا چاہتی کرن نے کہا میں اپنے ساتھ کچھ کر لوں گی لیکن اس سے شادی نہیں کروں گی

میں نے کہا۔ کرن آپ مجھ سے شادی کر لو۔

کرن نے کہا وہ مجھ سے شادی تو کر لیتی لیکن ایک شرط پر اگر میرے پاس کوئی سرکاری جاب ہوتی تو مجھے بہت دکھ ہوا کرن کی یہ بات سن کر میں ٹوٹ گیا۔

کرن تم نے آج میرا مان توڑ دیا ہے کرن کیا میرے پیار کی کوئی اہمیت نہیں ہے آپ کے سامنے کرن جاب کا ہونا ضروری تھا کیا میں ضروری نہیں تھا کرن میرا پیار کچھ بھی نہیں تھا کرن کی ان باتوں کی وجہ سے مجھے بہت دکھ ہوا جس کو اتنا ٹوٹ کے چاہا جس کے لیے اپنے گھر والوں کو ناراض کیا جس کے لیے اپنی زندگی کو برباد کیا اپنا سب کچھ اس کے لیے ختم کر دیا آج اس کرن نے میرے ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ میرے پاس کوئی جاب نہیں لیکن میں نے کرن کو کہا کہ میں ابھی پڑھ رہا ہوں بعد میں جاب بھی مل جائے گی لیکن کرن نے میری کوئی بات نہ سنی۔ بہت کہا کہ کرن مان جاؤ لیکن کرن پر میری کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا اس کے بعد کچھ دن کرن نے مجھ سے رابطہ رکھا پھر آہستہ آہستہ رابطہ کم کرتی گئی اور ایک دن مجھے کہا وہ فون امی کو دے رہی ہے جب اس کے پاس ہوا تو تب وہ بات کر لے گی کرن نے ایک بار پھر مجھے تنہا چھوڑ دیا مجھے بہت افسوس ہوا کرن کے ایسا کرنے کا کرن کیا تم نے مجھے مذاق سمجھ رکھا تھا کرن اگر پیار نہیں تھا تو میرے بار بار

پوچھنے پر تم بتا دیتی کرن کاش تم سمجھ جاتی کہ کتنا پیار بھرا دل تم نے توڑ دیا کاش کرن تم کو مجھ سے پیار ہوتا کرن تو تم جاب کا نہ کہتی کرن آج میں تمہاری یاد میں نہ تڑپ رہا ہوتا کرن میں بھی خوش رہنا چاہتا تھا کرن تم سے پیار کی بھیک مانگی تھی کرن تم وہ بھی نہ دے سکی کرن میرا کیا قصور تھا جو اتنی بڑی سزا دی کرن عدالت بھی سزا دینے سے پہلے جرم بتاتی ہے لیکن کرن تم نے تو خاموش رہ کر سزا دی ہے

کرن اب میں زندہ تو ہوں لیکن یہ کوئی زندگی نہیں ہے جس میں پل پل مرنا ہے کرن کیا تم اب لوٹ آؤ گی کرن مجھے ایک بار تو بتا دیتی کہ میں نے ایسی کیا غلطی کی جو تم اتنا دور چلی گئی۔

کرن مجھے آج بھی تمہارا انتظار ہے کرن یاد ہے تم نے آخری بار کہا تھا کہ عدنان دو ماہ بعد میں تم کو بتاؤں گی کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں یا نہیں کرن میں اب بھی تمہارا منتظر ہوں اس کے بعد کرن نے آج تک رابطہ نہیں کیا کافی دن گزر گئے ہیں کرن ایک بار لوٹ آؤ تم نے تو وعدہ کیا تھا لوٹ آنے کا لوٹ آؤ ناں کرن۔

کرن یہ غزل تمہارے اور دوستوں کے نام تمہاری ... اور یہ تمہارے نام اس کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں آگے کیا ہوتا ہے انتظار کرتا میں بھی کر رہا ہوں۔

دل بدل جائے تو لوگ چھوڑ جاتے ہیں
کوئی اور مل جائے تو لوگ چھوڑ دیتے ہیں
وفا چار دن کی چاندنی ہوتی ہے
چاندنی ڈھل جائے تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ
آج کل کے لوگوں کا کیا بھروسہ
حالات بدل جائیں تو چھوڑ دیتے ہیں لوگ

کرن کبھی تو تم لوٹ آؤ گی
شام ہوتے ہی کبھی چراغ بجھا دیتا ہوں
اک دل ہی کافی ہے تیری یاد میں جلنے کے لیے

دعائے بد نہیں دیتا فقط اتنا ہی کہتا ہوں
جس پہ تیرا دل آئے وہ تجھ سا بے وفا نکلے
☆.................. شاہد نواز۔ گوجر

دوستی کرنا اتنا آسان ہے جیسے مٹی پر مٹی سے مٹی لکھنا
لیکن دوستی نبھانا اتنا مشکل ہے جیسے پانی پر پانی سے پانی لکھنا
✪.................. تصور اقبال پردیسی۔ گوجر

بنا لو اسے اپنا جو تمہیں چاہتا ہے تصور
خدا کی قسم بڑی مشکل سے ملا کرتے ہیں یہ شدت سے چاہنے والے
✪.................. تصور اقبال پردیسی۔ گوجر

ہر قسم کے امراض کا شافی علاج
معدہ وجگر کے امراض، ذہنی وجسمانی کمزوری۔
فالج، خارش، الرجی، چنبل، چھائیاں، موٹاپا،
زنانہ ومردانہ پوشیدہ امراض کا خصوصی علاج
بانجھ پن بے اولادی سپرم کی کمزوری کیلئے ماہر معالج سے مشورہ کریں۔
فون پر بھی مشورہ کی سہولت
ڈاکٹر زاہد جاوید، F-22 وہاڑی
0303-7835846,0314-6462580

بلخ کی شہزادی

۔۔۔تحریر: بشارت علی چھول باجوہ۔ 0344.7007054

مینجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے بھیجی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے بلخ کی شہزادی۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا میں اس کہانی کو لکھنے [illegible]

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئیے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔۔

میرا اس کہانی کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آج کل کی نوجوان نسل کو سچی محبت دیا جائے تاکہ یہ اس دور کی ہوس زدہ نکل سکیں۔ آج کل بہت رواج بن گیا ہے پہ ایک کال اور ابھی تو رونگ نمبر پر محبت ہو جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اتنی جلدی میں ہونے والی محبت کی عمر بھی کم ہی ہوتی ہے ایسی محبت پھر جلد ہی بے وفائی یا نفرت میں بدل جاتی ہے اور آج کل اسی لیے محبت کی شادیاں لو میرج بہت فلاپ ہو رہی ہیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے کو پورا سمجھتے بھی نہیں شادی کی جلدی پڑ جاتی ہے اور جب شادی کے بعد ایک دوسرے کو قریب سے جاننے کا موقع ملتا ہے تو پھر سوچ اور خیال میں تضاد پایا جاتا ہے اور ایک دوسرے میں بہت سے عیب نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری چھوٹی چھوٹی لڑائیاں طول پکڑ لیتی ہیں اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے پھر کوئی تو دیوداس بن جاتے ہیں اور کئی تو طرح طرح کے نشے شروع کر دیتے ہیں اور اپنی ہنستی بستی زندگی کو برباد کر لیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جب ہم زندگی کے سفر میں ہمسفر کے بندھن میں بندھتے ہیں چاہے وہ لو میرج ہو ہاؤس میرج ہو یا پسند کی شادی ہو پلیز آپ سب ہی میری اس بات کو غور سے سمجھنا اور سوچنا شاید کہ میری اس بات سے کسی کی زندگی کسی کا گھر برباد ہونے سے بچ جائے اور میرا کہانی لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے۔

قارئین جب ہم سب لوگوں کی موجودگی میں دو گواہوں اور مولوی یعنی نکاح خواں کے روبرو بڑے شوق سے ایک دوسرے کو قبول کرتے ہیں تو قارئین اس وقت ہم اپنے ہمسفر کو اس کی

تمام تر اچھائیوں اور برائیوں اور تعریفوں اور عیبوں اچھی اور بری عادتوں سمیت قبول کرتے ہیں اور پھر شادی کے بعد کچھ ہی دنوں میں اس میں بہت سے عیب نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اس کی عادتیں اچھی نہیں لگتی ہیں اور وہ اسے بدلنا چاہتا ہے اور کبھی کبھی تو دونوں ہی اپنی اپنی سوچ کے مطابق ایک دوسرے کو بدلنا چاہتے ہیں جو کہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے کیونکہ سیانے لوگ کہتے ہیں کہ عادت فی الاموت ہوتی ہے یعنی کہ عادت موت کے بعد ہی چھوٹتی ہے جس کی وجہ سے پھر محبتوں کی جگہ نفرت لے لیتی ہے اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے گھر برباد ہو جاتے ہیں۔

قارئین آج بھی آپ پڑھ کر ذہن نشین کر لو اور اپنے سب عزیز واقارب کو بتادو اپنے اپنے سب دوستوں کو بتادو کہ نکاح کا مطلب نکاح ایک دوسرے کو زندگی کے ساتھ کے طور پر قبول کرنا ہوتا ہے بدلنا ہرگز نہیں اور قبول کرنے کا مطلب ایک دوسرے کی شخصیت کو اس کی خوبیوں اور خامیوں سمیت گلے لگانا ہوتا ہے اور اس کی تربیت کرنا پرانی دیوار گرا کر نئی بنانے کی کوشش میں لگ جانا ہرگز نہیں۔

قارئین کرام میرے حساب سے شادی ہمیشہ لو کی بجائے کسی اچھے دوست سے کرنی چاہیے کیونکہ دوست آپ کی زندگی کا ہم راز ہوتا ہے وہ آپ کے دکھ سکھ کا ساتھی ہوتا ہے اور آپ کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سمجھتا ہے اور دوسرے لوگوں کی نسبت وہ زیادہ آپ کو خوش دیکھنا چاہتا ہے یوں دیکھنا کا سب سے افضل ترین رشتہ دوستی ہے چند دن پہلے میں اپنے دادا مرشد کے عرس پر چوک اعظم ضلع لیہ آ گیا اور ادھر محفل ذکر اللہ اور محفل میلاد و نعت میں شرکت کی یقین جانئے نقیب کی نقابت نے علما اکرام کی تقاریر نے اور قبلہ حضور کی دعاؤں نے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا جیسے صحراؤں میں بارش کے بعد سرو سبز گھاس اور مختلف پھولوں کے کھلنے سے جنت کا گہوارہ بن جاتے ہے پھر ہمارا قافلہ واپس روانہ ہوا۔ ہم جب واپسی پر شام سات بجے تحصیل چوراہ سے گزر رہے تھے تو وہاں سڑک کے دونوں اطراف ہمیں دور دور تک ریت کے ٹیلے نظر آ رہے تھے موسم بہار کی وجہ سے ان ٹیلوں پر اتنا خوبصورت اور پیارا منظر تھا کہ دل کرتا تھا کہ یہیں کہیں ٹھہر جاؤں ٹیلوں پر مختلف قسم کے پھول اور پودے نظر آ رہے تھے اور اونچے اونچے ٹیلے بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اور ان پر تیز ہوا چلنے سے سمندر کی لہروں کی طرح ٹیلوں پر ریت کی لہریں بنی ہوئی تھیں جو کہ ایک خشک سمندر کا سا سماں پیدا کر رہی تھیں۔ اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے ان لہروں میں کہیں محبت جوش سے ابھرتی ہوئی آوازیں دے رہی ہو کہ ہے کوئی آج بھی سچی محبت کرنے والا ہے کوئی آج بھی جو سسی کی طرح ریت کے ان ٹیلوں کی گرم ابھرتی ہوئی لہروں میں سونے کے بعد ابدی حیات پانے والا تو مجھے آج کے دور کی محبت دیکھ کر بہت شرمندگی ہونے لگی اور مجھے وہی لہریں ایسے نظر آنے لگیں کہ جیسے محبت اب بوڑھی ہو گئی ہے اور دم گھٹ رہی ہے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر پایا اختتام کو پہنچ رہی ہیں اور وہ لہریں کسی سو سالہ بوڑھی عورت کے ہڈیوں سے بھرے سوکھے چہرے پر پڑی ہوئی کھال پر سکڑی ہوئی جھریوں کی طرح نظر آ رہی تھیں

جیسے وہ اب چند گھڑیوں کی مہمان ہو تو میری آنکھوں میں یہ سچی محبت مرتے ہوئے دیکھ کر شرمندگی کے آنسوؤں کا دریا امڈ آیا تو میرے ذہن میں وہ سب سچی محبت کی داستانیں گردش کرنے لگی مثلاً ہیر رانجھا۔ لیلیٰ مجنوں۔ شیریں فرہاد سیف الملوک سسی پنوں تو ایسے میں مجھے ایک لازوال محبت جو کہ ابھی تک بہت سے لوگوں سے پوشیدہ ہے بلکہ شاید ہزاروں میں سے کسی ایک کو اس سچی محبت کا علم ہوگا شاید اسے اس بے درد زمانے نے اس لیے اس داستان محبت کو فراموش کر دیا ہے کہ وہ ایک سچے دل کی مالک اور عشق باطنی کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی کی بھی بے مثال ... ایک بلند پایا شاعرہ بھی تھی اور میں ایک شاعر ہونے کے ناطے اس داستان محبت کو پھر ایک بار لوگوں کے دلوں ذہنوں کتابوں رسالوں میں زبانوں پر لبوں پر زندہ کرنا چاہتا ہوں کہ شاید آج بھی اس دور کی نسل میں سے کوئی میری یہ کہانی کی داستان پڑھ کر سچی محبت کو سمجھ کر راہ راست پر آ جائے اور میرا لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے گا اور میں لوگوں کو بتا سکوں گا کہ محبت کتنا پاکیزہ جذبہ ہے اور عشق ہمیشہ فنا ہو کر رتبہ پاتا ہے محبوب کو حاصل کر کے نہیں بلکہ اس کی روح کو حاصل کر کے عشق پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے تو آؤ قارئین آپ کو بڑی ہی کٹھن اور سر توڑ کوشش سے تاریخ کے مختلف اوراق سے مطالعہ کر کے اس لازوال داستان محبت کو تلاش کر کے لکھ رہا ہوں قارئین ... ملک افغانستان کا ایک صوبہ بلخ ہے جو کہ ... دنیا میں بہت بڑا خوبصورت تاریخی شہر تھا اور زمانے ... اپنی خوبصورتی اور نفاست کی وجہ سے ... تھا اس شہر نے بہت سے ادیب وشاعر زاہد و عابد عالم و ولی پیدا کئے اور اسے شاید شاعروں ادیبوں اور ولیوں کا شمار کرنا ناممکن تو نہیں تھا مگر مشکل ضرور تھا ابن سینا بلخی اور حضرت آدم اسی خطہ زمین کے درخشندہ ستارے تھے یہی نہیں کہ بلخ میں علم وادب اور فراست صرف مردوں کے حصے میں آئی بلکہ رابعہ بلخی جیسی بلند پایا مرتبہ شاعرہ نے بھی اسی مٹی میں جنم لیا بلخ ہمیشہ ہی سے علم وثقافت اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے آج سے تقریباً ایک ہزار چھ سال پہلے 967 عیسوی میں بلخ کے بند شاہ مشکوی کعب کے دور حکومت میں یہ اپنے پورے عروج پر تھا مشکوی کعب کے دور حکومت میں یہ اپنے پورے عروج پر تھا مشکوی کعب کے دور حکومت کو بلخ کا بہترین دور زمانہ کہا جاتا ہے مشکوی کعب کے دور حکومت میں صرف بلخ میں پچاس ہزار عالم وعابد صوفی وزاہد اور چودہ ہزار حافظ قرآن بارہ سو مفتی ومحتسب تھے اور پانچ سو شاعر وادیب تھے اور اسی طرح اس شہر میں بارہ ہزار مسجدیں دو سو پچاس خانقاہیں چار سو میں سکول. سترہ سو حمام تین سو حوض تین سو ساٹھ سڑکیں اور چار بڑے بازار ایسے تھے جہاں کستوری وزعفران اور ہیرے وابریشم بکتا تھا مشکوی کعب انسان دوست اور غریبوں کا ہمدرد تھا اسی وجہ سے جب امیر بلخ کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو پوری قوم نے خوشی کا جشن منایا۔ مشکوی کعب بیٹی پیدا ہونے پر بہت ہی خوش تھا اس نے پوری اپنی قوم میں مٹھائی تقسیم کی اور غریبوں کو کپڑے دئے اور سب لوگوں کو کھانا بھی کھلایا اور پورے ملک کے نامور شاعروں نے ننھی بچی کی شان میں بہت سارے قصیدے لکھے اور انعامات حاصل کئے مشکوی کعب نے اپنی بیٹی

کا نام رابعہ رکھا رابعہ جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی وہ اپنی ذہانت سے لوگوں کو حیران کرنے لگی رابعہ میں عام لڑکیوں کی طرح شوخی و شرارت کی بجائے پروقار سنجیدگی تھی وہ ادب کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی تھی وقار کے ساتھ چلتی تھی اور ہلکی سی مسکراہٹ سے دھیمے لہجے میں بات کرتی تھی امیر بلخ مشکوی کعب خود بھی بہت ہی ادب نواز تھا اسی وجہ سے وہ اکثر اپنے محل میں دانشوروں اور شاعروں کو بلا کر مشاعرے کا اہتمام کرتا تھا اور رابعہ بھی ہر محفل میں ضرور شریک ہوتی اور بڑی دلچسپی سے دانشوروں کی حکمت بھری باتیں اور شاعروں کا کلام سنتی رابعہ نے بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ شعر کہنے لگی تھی ایک محفل میں جب اس نے اپنی پہلی بار اپنا کلام اشعار کی صورت میں پڑھا تو تمام شعراء حضرات رابعہ کے کلام کی فصاحت اور بلاغت پر بہت ہی حیران رہ گئے مشکوی کعب بھی بہت خوش ہوئے اور رابعہ پر بہت سارے انعامات اور سیم و زر نچھاور کئے رابعہ اپنی شرافت کی بدولت اپنے خاندان اور اپنی قوم میں بہت ہی مقبول تھی اپنی نیک عادات کی وجہ سے درباری بھی رابعہ کی بہت ہی عزت کرتے تھے بلکہ پورے بلخ کی عوام بھی رابعہ کو دل و جان سے پسند کرتی تھی اور چاہتی تھی جب رابعہ جوان ہوئی تو بلخ کے رواج کے مطابق اس کا ہاتھ ملک کے مشہور و معروف نجومی اطروش کو دکھایا گیا نجومی نے جب رابعہ کا ہاتھ دیکھا تو کہنے لگا اس لڑکی کی قسمت کا ستارہ بڑا ہی روشن ہے یہ اپنے خاندان کا نام اور اپنے ملک کا پوری دنیا میں روشن ہے یہ اپنے خاندان کا نام اور اپنے ملک کا پوری دنیا میں روشن کرے گی مگر میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ

لڑکی کا اپنا انجام بہت ہی حسرت ناک ہوگا رابعہ نجومی کی باتیں سن کر ذرا بھی پریشان نہ ہوئی کیونکہ اس کا ایمان بہت ہی مضبوط اور بلند و اعلیٰ تھا اسے نجومی کی باتوں پر کوئی بھی تشویش لاحق نہ ہوئی اسے یقین اور علم تھا کہ مستقبل کا حال سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا لیکن امیر بلخ نجومی کی باتوں سے بہت ہی پریشان ہوا اور فکر مند ہوا اور رابعہ کا پہلے سے کہیں زیادہ خیال رکھنے لگا رابعہ ابھی ادبی ماحول میں شعر و شاعری کی دنیا میں تیزی سے پھل پھول رہی تھی کہ اسی دور میں رابعہ کی جنت یعنی اس کی امی حضور اس فانی دنیا سے کوچ کر گئی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں رابعہ پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا وہ ہر وقت روتی رہتی اور اداس کبھی ادھر کبھی ادھر گھومتی رہتی اور اپنی ماں کی یاد میں وہ غم بھرے اشعار لکھتی رہتی پھر اگرچہ ایک دن رابعہ کی نوکرانی رعنا نے رابعہ کو ماں کے غم میں جب لت پت دیکھا تو اس نے رابعہ کو جامع مسجد جانے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں جا کر علما کرام سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں سن کر اپنے دل کو راحت و سکون پہنچا سکے رابعہ کو رعنا کا مشورہ بہت پسند آیا اور وہ مسجد میں جانے لگی اور واقعی وہاں پر بڑے بڑے علما کرام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں سن کر رابعہ کے دل کو سکون پہنچتا امیر بلخ مشکوی کعب اپنی بیٹی پر جہاں بہت ہی نازاں تھا بلکہ سارا بلخ رابعہ کی ذہانت پر فخر کرتے تھے اور نامور شاعر رابعہ کے کلام کا شاعری کرنا بالکل بھی پسند نہیں تھا حارث نے اپنی بہن کو کہا تم ایک شہزادی ہو تمہیں یہ شعر و شاعری زیب نہیں دیتی یہ تو مردوں کا کام ہے تم اسے چھوڑ کر گھر خانہ داری کے کام سرانجام دو رابعہ نے

اپنے بھائی کی نصیحت پر کوئی عمل نہیں کیا اور اور اپنے کام کو جاری رکھا حارث کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ اس کی اپنی بہن نے اس کی نصیحت پر کوئی عمل نہیں کیا پھر ایک دن حارث نے غصہ میں آ کر شہزادی سے محل کا نظام چھین لیا اور اس سے کہا تم تو ایک شاعرہ ہو تمہیں محل سے کیا واسطہ اس نے نہایت ہی سخت لہجے میں کہا تم ایک شاعرہ بن کر ہماری عزت کو خاک میں ملا رہی ہو رابعہ یہ سب باتیں سن کر حیران رہ گئی اور پریشانی کی حالت میں وہ بھائی حارث کی کسی بھی بات کا جواب دیئے بغیر وہ وہاں سے چلی گئی اور اس نے بھائی کی ان تلخ باتوں کا ذکر اپنے باپ امیر بلخ سے بھی نہ کیا کیونکہ اسے بھائی کی عادت کا پتہ تھا کہ اگر اس نے اپنے باپ کو بتایا تو وہ حارث سے اس بات کی باز پرس ضرور کریں گے جس کی وجہ سے حارث اس کا اور بھی دشمن بن جائے گا۔ رابعہ اپنے بھائی کی تلخ کلامی کو بھول کر پھر اپنی شعر و شاعری میں مگن ہوگئی اور ادھر حارث کے لیے یہ بات بہت ہی تکلیف دہ ہوتی جا رہی تھی کہ رابعہ اس کی کسی بھی بات کا اثر نہیں رہی تھی۔ آخر ایک دن حارث نے اپنے باپ امیر بلخ سے رابعہ کی شکایت کی کہ ابا حضور جوان اور حسین لڑکیوں کا شعر و شاعری کرنا عیب سمجھا جاتا ہے آپ رابعہ کو اس کام سے منع کریں مشکوی کعب کو حارث کی باتیں بہت ہی ناگوار گزری اور امیر بلخ نے حارث کو ڈانٹ کر ٹال دیا کیونکہ مشکوی کعب کو رابعہ کی شاعری میں کوئی بھی قباحت نظر نہیں آتی تھی بلکہ وہ تو اپنی بیٹی کی شاعری پر نازاں تھے شہزادی رابعہ نہ صرف شاعرہ تھی بلکہ وہ بہترین تیر انداز اور شہسوار تھی رابعہ یوں یوں دن بدن مشہور

اور ہر دل عزیز ہوتی جا رہی تھی ادھر حارث کے دل میں رابعہ کے لیے رقابت کی آگ اور تیز ہوتی جا رہی تھی حارث نے سوچا کہ امیر بلخ تو رابعہ کو منع نہیں کر رہے اور میں امیر کی موجودگی میں رابعہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے امیر کو اپنے رستے سے ہٹایا جائے اور پھر حارث اپنے باپ امیر بلخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا پلان بنانے لگا۔ اتفاق سے انہی دنوں میں امیر بلخ بادشاہ مشکوی کعب بیمار ہوگیا اور حارث کو اسے آہستہ آہستہ دوائی میں زہر ملا ملا کر دینے کا موقع مل گیا مشکوی کعب کے بیمار ہوتے ہی حارث نے اعلان کر دیا کہ امیر بلخ کی مزاج پرسی کے لیے کوئی اس کے پاس نہیں جائے گا کیونکہ امیر کے آرام میں خلل نہ پڑے یہ پابندی خاص کر رابعہ کے لیے تھی اسی دوران اس نے اپنے بیمار باپ کو دوائی ملا زہر دینا شروع کر دیا حارث کے اس گھناؤنے جرم کی خبر جب رابعہ کو ہوئی تو وہ بے تاب ہو کر اپنے باپ کے پاس بھاگتی ہوئی چلی گئی اس نے حارث کی کسی بھی پابندی کی پرواہ کئے بغیر جب اپنے باپ کے پاس پہنچی تو وہ بے حد مضطرب اور بے چین تھا رابعہ نے باپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر سہلاتے ہوئے پوچھا۔

ابا حضور آپ اس قدر مضطرب کیوں ہیں رابعہ کا خیال تھا کہ شاید امیر کو حارث کے اس گھناؤنے فعل کا علم ہو چکا ہے اور خود مجھے کچھ اس بارے میں بتانا چاہتے ہیں۔ مگر امیر بلخ تو اس تکلیف کو محض ایک بیماری ہی سمجھ رہے تھے امیر بلخ کو بالکل بھی علم نہ تھا کہ اس کی موت کا سامان اس کا اپنا ہی بیٹا کر رہا ہے ممکن تھا کہ ابھی رابعہ اپنے باپ سے حارث کے اس گھناؤنے جرم کے

بارے میں بتاتی مگر حارث باہر دروازے پر کھڑا سب باتیں چپکے سے سن رہا تھا وہ جلدی سے اندر کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی وجہ رابعہ ڈرتی ہوئی حارث سے اپنے باپ کو کچھ بھی نہ بتا سکی لیکن رابعہ رنج والم سے بے حال ہوئی تھی امیر بلخ مشکوی کعب کی آنکھوں سے اشک جاری تھے کیونکہ وہ اپنی بیٹی سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور اس کے بارے میں بہت فکر مند تھے۔ امیر بلخ نے چند لمحوں بعد حارث کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اسے آہستہ آہستہ رک رک کر وصیت کرنے لگا۔ اے بیٹا میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں میرے بعد تم ہی بلخ کی سلطنت کے بادشاہ امیر بلخ ہوں گے اس لیے تمہیں چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں تم بیٹا تاج و تخت سنبھالنے کے بعد عدل وانصاف سے ہمیشہ کام لینا خالق خدا پر سدا رحم کرنا اور میں اپنی بیٹی رابعہ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں رابعہ کو کبھی کوئی دکھ نہ دینا اور اس کا ہر طرح سے خیال رکھنا اتنا کہہ کر امیر بلخ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مہربان باپ کی موت نے رابعہ کی زندگی اور دنیا دونوں بالکل ہی تاریک کر دی وہ ہر وقت غمگین اور اداس رہنے لگی اور رابعہ کے بھی اشعار درد کی آواز بن گئے کہتے ہیں وقت کا مرہم ہر زخم کو بھر دیتا ہے رابعہ بھی اپنے باپ کا غم اپنے دل سے جدا نہ کر سکی مگر وقت نے غم کی شدت میں کافی پہلے سے کمی پیدا کر دی تھی اسی دوران رابعہ کو اپنے ایک غلام زادے جس کا نام بکتاش تھا عشق ہو گیا۔ اور اس سے بے پناہ محبت ہو گئی بکتاش امیر بلخ کے خزانے [illegible] کا نگران اور انچارج تھا وہ اپنی اور غلام زادے ہونے کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے محبت کا اظہار نہیں کر پا رہی تھی اور پھر اپنے اندر ہی اندر وہ سوز محبت چھپاتے چھپاتے بستر پر بیمار پڑ گئی رابعہ نے جب یہ ساری بات اپنی ہم راز کنیز کو بتائی تو رعنا نے رابعہ کو بہت تسلی دی اور اس کی محبت کا حال ہر صورت بکتاش تک پہنچانے کا وعدہ کیا اور پھر رابعہ کی بیماری کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی حارث دل ہی دل میں بہت ہی خوش ہوا کہ اس کے راستے کا پتھر خود بخود ہی راستے سے ہٹ جائے گا لیکن کافی عرصہ بیت گیا اور رابعہ کو کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ زندہ ہی تھی تو حارث نے ایک مکار چال چلنے کا فیصلہ کیا اس نے شرافت اور ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے خاص حکیم سرباتک کو رابعہ کے لیے علاج کرنے رابعہ کے پاس بھیجا سرباتک نے رابعہ کی نبض دیکھنے کے بعد رابعہ کے لیے ایک شربت تجویز کیا اور کہا کہ اسے پئیں آپ کو انشاء اللہ فورا آرام آجائے گا۔ جب رابعہ نے حکیم سرباتک کو شربت پلانے پر بضد دیکھا تو کہنے لگی برادرم میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہاں ہی چلے جائیں۔ میری تکالیف کا علاج کسی حکیم کے پاس نہیں ہے تو حکیم سرباتک چلا گیا تو رابعہ نے رعنا سے کہا اس شربت میں زہر ملا ہوا تھا اور پھر یوں حارث رابعہ کی ہوشیاری سے شکست کھا گیا چند دنوں بعد جب عشق نے رابعہ کا جینا محال کر دیا اور محبت اور ملن کی آگ نے اس کو وجود ہجر کی سولی پر لٹکا دیا تو پھر شہزادی اپنا اور بکتاش کا مقام بھول گئی اور بکتاش کو ایک خط لکھ کر اپنی ہم راز کنیز رعنا کے ہاتھ اسے بھیجا بکتاش کو جو رابعہ نے خط لکھا تھا اس کی تحریر کچھ یوں تھی ۔ جاری ہے۔

اس کے بعد کا حصہ اگلے ماہ پڑھیے۔

زندگی کا پیار مل گیا

--تحریر۔ مس فائزہ۔ ڈگری کالج لکی مروت

شہزادہ بھائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چونکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بیچ راہ میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا دفا کی وفا کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہتریں عنوان وے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا سنائے گا داستاں میری
مزہ تو تب ہے کہ اسے لگ جائے زباں میری

محمد عباس ہے جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو درمیان رلجہ میں پایا میرا میرے والد صاحب کی لوہے کی دوکان تھی جس میں درانتیاں اور رنبے وغیرہ بناتا تھا اور ہمارے گھر کے اخراجات اس پر پورے ہوتے تھے مگر انسان سوچتا ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ روپیہ ہو پتہ نہیں انسان کیا کیا سوچتا ہے اس لیے میرے والد نے دوکان چھوڑ دی پھر کسی گاؤں میں کام کرنے لگے تھوڑے ہی دنوں میں ہمیں ایک گاؤں میں کام مل گیا کیونکہ وہاں جو پہلے سے کام کرتا تھا لوہار وہ کسی وجہ سے کام چھوڑ کر گاؤں کے جا چکا تھا اور ہم سب وہاں چلے گئے میں نے پرائمری نزدیکی سکول میں پاس کی اور چھٹی جماعت میں داخلہ لے لیا ہم سب وہاں بہت خوش تھے میں نے چھٹی جماعت پاس کر کے ساتویں بھی پاس کر لی اور جب میں نے آٹھویں جماعت میں داخلہ لے لیا پھر میرا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو گیا میں نے سکول چھوڑ دیا تھا۔

والدین نے لاکھ کہا کہ پر میں نے سکول جانا پسند نہ کیا میں یہ بتاتا چلوں کے میری ایک بہن جو مجھ سے بڑی تھی دوسرا نمبر میرا ہے اور مجھ سے دو بھائی چھوٹے ہیں اور دو بہنیں چھوٹی ہیں سکول چھوڑ کر میں نے کوئی کام نہ کیا تھا اور سارا دن گلیوں یں آوارہ پھرتا رہتا تھا کئی دن گزرے کے میں نے سوچا کہ کوئی کام وغیرہ ہی کر لو تو میں نے چوک میں ٹائروں کی دوکان پر کام کرنا شروع کر دیا وہ دوکان میرے بہنوئی کی تھی تھی سارا دن دوکان پر کام کرتا اور شام کو سائیکل پر اپنے گھر واپس آتا تھا گھر سے دوکان کا فاصلہ دس کلو میٹر تھا جو میں روزانہ صبح جاتا اور شام کو واپس آتا تھا وہاں پر میری دوسری بہن کی شادی بھی ہوئی ایک ہی گاؤں میں میری دو بہنوں کی شادی ہو گئی تھی ہوا یہ کہ ایک دن میرے استاد نے کہا ... ہوئی بہت بیمار رہتا ہے تو آپ ایسا کرو کہ اس کو بھی ڈاکٹر کو پا

لے کے جاتا ہوں تم شام کو گھر جانے کے بجائے وہاں اپنی بہن کے پاس رک جاتا وہاں ہی سو جاتا جب بہن کے گھر شام کے وقت میں آیا تو سب لوگ میرے بہنوئی کو ہسپتال لے کر جا چکے تھے تو وہاں میری چچا کی ایک بیٹی آئی ہوئی تھی وہ مجھے پہلی ہی نظر میں میرے دل کو بھا گئی۔

کیسے کرو گے تم میری چاہت کا اندازہ نزاکت

میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے

خیر رات ہوئی صبح میں نے کام پر بھی جانا تھا جلدی جلدی ناشتہ کیا اور چلا گیا میرا سارا دن کام پہ جی نہ لگا سارا دن میں اسی کے بارے میں سوچتا رہا طرح طرح کے خیالات آتے شام کو میں نے اپنے استاد سے سر درد کا بہانہ بنایا اور چھٹی لے کر ایک گھنٹہ پہلے گھر آ گیا جب میں واپس آیا تو وہ بہت خوش ہوئی تھی رات کو ہم نے ایک ہی جگہ چار پائیاں بچھائی تھیں تو میں نے موقع پر کر اظہار محبت کر دیا تو اس نے بھی کہا کہ میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔

عشق کرو تو ساتھ جیو گے ساتھ مرو گے نزاکت

ہمیں دنیا میں دھوکہ نہ دے جانا ہم تیرے بغیر نہیں جی سکتے۔

ہم نے ساری رات جاگ کر گزار دی بہت وعدے کئے میں نے پورا ہفتہ وہاں جاتا رہا اس کے بعد میری کزن وہ واپس اپنے گھر چلی گئی اور میں پھر اپنی گھر واپس آ گیا تھا وقت گزرتا رہا اور میں نے چار سال دوکان پر کام کیا کہ اب اپنا کاروبار شروع کر سکوں میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ مجھے بیس ہزار روپے دو میں نے اپنا کام شروع کرنا ہے ابو نے کہ کہ ابھی اتنے پیسے میرے پاس نہیں ہیں تم کوئی اور کام کر لو میں نے اپنے چچا کے پاس گیا جو کہ شہری میں اپنی ڈائسری کی دوکان چلاتے تھے تو ان سے کہا کہ بالکل فارغ ہوں کوئی اور کام وغیرہ دلوا دو انہوں نے کہ ادین کی کنڈیکٹری کو لو گے میں نے کہا ٹھیک ہے کرلوں گا تو اس نے ایک گاڑی پر بطور کنڈیکٹر رکھوا دیا میں چھ ماہ مکمل ڈرائیور بن گیا۔ مجھے چلانے کے لیے ایک اچھی گاڑی دے دی گئی میں سارا دن گاڑی چلاتا اور شام کو گاڑی پٹرول پمپ کے کھڑی کر کے مالک کو حساب دیتا اور وہاں سو جاتا میرے گھر میں شادی کی باتیں ہونے لگی تھی۔

میں نے صاف کہہ دیا کہ شادی کروں گا تو شریفاں سے ورنہ نہیں کروں گا ان دنوں ہمارے اور میرے چچا کے درمیان اختلافات تھے جس کی وجہ سے ہمارا آنا جانا نہیں تھا مگر میں بھی اپنی ضد پہ قائم تھا ایک دن میرے والد صاحب میرا رشتہ کی بات کرنے کے لیے ان کے گھر گئے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا میرے والد اپنے بھائی کی بہت منتیں کیں مگر اس نے ایک نہ سنی اور جواب دے دیا اس کے بعد کئی دفعہ ان کو دوبارہ بھیجا مگر سوال جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے ایک دفعہ میں اپنے گھر گاڑی لے کر گیا اور اپنی ماں اور اپنے والد صاحب کو کہا کہ آپ آخری بار جاؤ اگر اب بھی جواب دیا تو میں دوبارہ کبھی بھی نہیں کہوں گا میری والدہ نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے۔

میری ماں نے قرآن کا واسطہ دیا مگر میرے چچا نے کہا سوچ کر بتاؤں گا ہم جس گاؤں میں تھے یعنی میرا والد جس گاؤں میں کام کرتا تھا ہم بھی وہاں چلے گئے تھے یعنی وہ گاؤں چھوڑ کر اس گاؤں کے ساتھ اڈا نوشہ موڑ تھا ہم نے وہاں اپنی جگہ لے لی وہاں پر مکان وغیرہ بنائے اب کسی کے غلام نہیں تھے جس گاؤں کے نے چھوڑا تھا وہاں پر میرا اور چچا آ کر کام کرنے لگے اسی دوران مجھے اتفاق سے پتہ چلا کہ میری کزن شریفاں وہاں چچا کے ہاں گئی ہوئی تھی تو میں نے شام کو ایک گھنٹہ پہلے گاڑی سے چھٹی کر لی بلکہ گاڑی رہی اپنے گھر آ گیا گاڑی گھر میں کھڑی کی دی اور سائیکل پر ان کے گھر کا چکر لگایا ایک دو چکر پر اس کی چھوٹی بہن کو پتہ چلا گیا کہ عباس آیا ہے جس

وقت شریفاں باہر مجھے دیکھنے نکلی اسی دوران باہر سے میرا چچا آ گیا کیونکہ اس نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا آتے ہی اس نے گالیاں دینا شورع کر دیں بلکہ مارنے لگ گیا تھا اور میں وہاں سے چلا گیا اسی دوران وہاں لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا میں گھر آ گیا اور گاڑی اسٹارٹ کی اور شہر آ گیا بہت زیادہ پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا۔

وقت گزرتا گیا اور میں گاڑی چلاتا رہا تقریبا دو سال گزر گئے اوران کے ساتھ شریفاں اور محمد عباس آپس میں خطا وکتابت بھی کرتے رہے اس کے بعد میں نے گاڑی چھوڑ کر اس اڈے پر اپنی ٹائیروں کی دوکان بنالی تھی ایک آدمی میرے والد کے پاس آیا اور کہا کہ میں تم دونوں بھائیوں کو ملاتا ہوں تو ایک ہو جاؤ گے میرے والد نے ہاں کہہ کر ٹھیک ہے اس نے پتہ نہیں میرے چچا کو کیا کہا کہ وہ رشتہ دینے پر راضی ہو گیا کچھ ہی دنوں بعد ہمارا سادگی سے نکاح ہو گیا سب خوش تھے کہ چلو منزل مل گئی ہے نئی خوشی کے دن گزر رہے تھے تو میرے چچا نے کہا کہ اب شادی بھی کر لو میرے والد نے کہا کہ بھائی میں نے تیری مرضی چھ ماہ بعد ہی ہماری شادی ہو گئی ہم بہت خوش تھے۔

زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے

ہماری شادی ہو گئی ہم بہت خوش تھے ہماری خوشیوں کو خدا نظر بد سے بچائے روڈ کے اوپر میری دوکان عباس ٹائیر سروس سینٹر کی دوکان ہے روڈ کے ذرا دور میرا سامنے گھر ہے اب میں سارا دن دوکان کرتا ہوں اور شام ڈھلے گھر جاتا ہوں ویسے تو تین چار چکر لگا لیتا ہوں اپنی بیوی کی ہر خوشی پوری کرتا ہوں اب ماشاءاللہ میرے دو بچے ہیں بیٹی دس سال کی ہے کرن عباس اور بیٹا آٹھ سال کا ہے مدثر عباس۔ اب ہم ہنسی خوشی زندگی گزر رہے ہیں بچے صبح سکول میں جاتے ہیں میں دوکان پر چلا گیا میری بیوی کی تعلیم میٹرک ہے وہ گھر میں کپڑے سینے کا کاروبار کرتی ہے او میں دوکان چلاتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی فوت ہو گئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنی منزل تک پہنچائے۔ آمین۔

یہ بات بتا دوں کی مستری عباس نے مجھے کال کے کے کہا تھا کہ بھائی میری بھی ایک ٹوٹی پھوٹی سے کہانی ہے اور میری داستاں کو کوئی پڑھے گا یا نہیں میں نے کہا یار تیری کہانی کو پانچ کروڑ عوام پڑھے گی۔

غـــزل

منہ آنکھیں ہی برسیں نہ تم ہی ملے
بہاروں میں اب کئی نئے گل کھلے
نجانے کہاں لے گئے قافلے
مسافر بڑی دور جا کر ملے
وہی وقت کی قید ہے درمیاں
وہی منزلیں اور وہی فاصلے
جہاں کوئی بستی نظر آ گئی
وہیں رک گئے اجنبی قافلے
تمہیں دل گرفتہ کہا دوستوں
ہمیں بھی زمانے سے ہیں کچھ گلے
ہمیں بھی کریں یاد اہل چمن
چمن میں اگر کوئی غنچہ کھلے
ابھی اور کتنی ہے میعاد ا
کہاں تک ملے گے وفا کے صلے

عامر شہزاد۔ اٹک

اس نے سوچ کر اوداع کر دیا اۓ سلیم
یہ غریب لوگ ہیں وفا کے سوا کیا دیں گے
------محمد سلیم منیو گلشن نور

ندامت کے آنسو

تحریر۔ محمد رشید آف جلال پور پیرانوالہ
فون نمبر۔ 0301.7913666
دبئی۔ 00971559196458

میں اپنی فیکٹری میں بھائی جان کے پاس بیٹھی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھی کہ اچانک میرے سیل فون کی ٹیون گونج اٹھی میں نے چونک کر سیل کی طرف دیکھا تو پرا اسکرین پر میری دوست کا نمبر آ رہا تھا سونیا نام چمک رہا تھا میں نے سیل اٹھا کر کال ڈراپ کر دی کہ فارغ ہو کر بات کرتی ہوں مگر پھر کال آ گئی۔ میں نے کال پک کی اور کہا:

یار میں کچھ دیر بعد کال کرتی ہوں ابھی کچھ بزی ہوں۔۔

بیٹی میں سونیا کی ماما بات کر رہی ہوں۔ گھبرائی سی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی۔

میں نے آنٹی جان کو سلام کیا مگر ان کی آواز آنا بند ہو گئی میں نے محسوس کر لیا کہ ان کی آواز گھبرائی گھبرائی سی لگ رہی تھی۔ میں نے فورا کال بیک کی۔

ہیلو آنٹی جان کیا ہوا ہے خیریت تو ہے آپ نے کال کی تھی۔ ان کی روہانسی آواز آئی۔

بیٹی سونیا صبح سے اپنے کمرے کا دروازہ پتہ نہیں کیوں دروازہ کھول نہیں رہی میرا دل بہت گھبرا رہا ہے میں نے واچ کی طرف نظر دوڑائی تو ساڑھے گیارہ کا ٹائم ہو چکا تھا۔

میں ابھی آتی ہوں آنٹی آپ فکر نہ کریں پریشان نہ ہوں بھیا میں سونیا کے گھر جا رہی ہوں یہ کہہ کر میں تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی اور بھائی جان پیچھے سے آوازیں دیتے رہ گئے کیا ہوا ہے خیریت تو ہے نا مگر میں سنی ان سنی کرتی ہوئی تیزی سے گاڑی نکال کر باہر آ گئی میری ساری توجہ سونیا کی طرف تھی کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ تو ہر وقت کسی کو چین نہیں لینے دیتی اور وہ خوبصورت شرارتی چنچل نٹ کھٹ سی سرخ سفید رنگ کی حامل لڑکی تھی۔ وہ سٹوڈنٹ تھی میری ساری توجہ

سونیا کی طرف تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسی کیا وجہ ہوگئی ہے کہ وہ صبح سے دروازہ بند کیے بیٹھی ہے کیونکہ ایسی کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے میں واقف نہ تھی وہ سب مجھ سے شیئر کرتی تھی آدھے گھنٹے کا فاصلہ میں نے پندرہ منٹ میں طے کیا تھا میں سونیا کے گھر پہنچی آنٹی جان میرا ہی انتظار کر رہی تھی میں نے انہیں سلام کیا اور سونیا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی دروازہ پر دستک دی مگر کوئی جواب نہ ملا کمرے کے اندر بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی میرے دل میں طرح طرح کے خیال گردش کر رہے تھے میں نے آنٹی جان کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں پھر بھی روئے جا رہی تھیں میں نے انہیں تسلی دی کہا۔

آنٹی جان حوصلہ رکھیں۔

پھر میں نے اپنی دوست طیبہ کو کال کی مگر انہوں نے کال پک نہ کی میں نے انہیں میسج کیا کہ جلدی بھائی جان کو لے کر سونیا کے گھر آؤ آنٹی کی حالت دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا وہ میری آنکھوں میں بھی اپنی جگہ آیا مگر آنٹی جان کو تسلی دینے کی خاطر میں خود کو مضبوط رکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور کچھ دیر بعد طیبہ اور ان کا بھائی عزیز آ گئے۔

سوری یار میرے پاس پیکج نہ تھا اور بیلنس بھی دونوں ختم ہوئے تھے کیا بات ہے خیریت تو ہے تا میں ان دونوں کو لے کر سونیا کے کمرے کی طرف بڑھی آنٹی وہاں ہی کھڑی تھیں طیبہ نے انہیں سلام کیا میں نے مختصر طور پر ان کو بتایا اور بھائی جان سے دروازہ توڑنے کو کہا انہوں نے سٹور کا پوچھا تو آنٹی جان نے دائیں طرف اشارہ کیا وہاں سے سمبل اٹھا لایا اور لاک کی جگہ سے دروازہ کھول دیا میں دوڑتی ہوئی بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی تو دیکھا سونیا میٹرس پر اوندھے منہ پڑی تھی میں نے جلدی سے ان کو سیدھا کیا اور اتنی دیر میں آنٹی اور طیبہ بھی آ گئیں ان کی حالت دیکھ کر آنٹی کے منہ سے دل خراش کر دینے والی چیخ نکلی ان کا وجود طیبہ کی بانہوں میں جھول گیا۔

میں نے طیبہ سے کہا تم آنٹی جان کو سنبھالو اور میں نے بھائی عزیز کی مدد سے سونیا کو گاڑی میں لٹایا جلدی سے ہسپتال کی طرف آ گئے فوراً ڈاکٹرز سونیا کو ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔اتنی دیر میں آنٹی اور طیبہ بھی آ گئیں آنٹی جان کی حالت غیر ہو رہی تھی بار بار ان پر غشی طاری ہو رہی تھی میں نے ان کو بہت تسلی دی مگر میری سب کوشش رائیگاں جا رہی تھی اتنی دیر میں ایمرجنسی روم سے ڈاکٹر باہر آیا تو میں فوراً ان کی طرف لپکی ڈاکٹر صاحب نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اب خطرے سے باہر ہے اگر تم لوگ تھوڑی دیر بھی لیٹ ہو جاتے تو ان کا بچنا محال تھا۔

انہیں کیا ہوا تھا ڈاکٹر صاحب۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

انہوں نے رازدانہ انداز میں کہا گندم کی زہریلی گولیاں کھائی تھیں یہ سن کر مجھے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا مشکل سے میں نے خود پر کنٹرول کیا ان کا شکریہ ادا کیا اس وقت آنٹی جان دور ہی کھڑی تھیں کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ سونیا کس روم میں ہے میں نے جا کر کہا آنٹی جان سونیا ٹھیک ہے کچھ دیر بعد ہوش آ جائے گا۔ بس گرمی کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد لیڈی ڈاکٹر نے آ کر کہا کہ مریضہ کو ہوش آ گیا ہے آپ ان سے مل سکتے ہیں میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آنٹی جان کو لے کر روم کے اندر چلی گئی آنٹی نے سونیا کے ماتھے پر دیوانہ وار چومتے ہوئے کہا میرے جگر کے ٹکڑے تمہیں کیا ہو گیا تھا جبکہ سونیا حیرت میں ڈوبی ہم سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو بے اختیار ان کی آنکھوں میں پانی امڈ آیا میں نے انہیں حوصلہ دیا اور غصہ سے ان کے پاس سے اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہوئی سونیا میرے کھڑے ہونے کا مطلب سمجھ چکی تھی اس لیے انہوں نے نظریں جھکا لیں میں نے وہاں ان سے ایسا کچھ نہیں پوچھا بس سب سے پر ان کی حقیقت اور اصلیت ظاہر ہو تین دن سونیا ہوسپٹل میں رہی میں بھی ان کے پاس چکر لگاتی رہی مگر اس موضوع پر کوئی بات نہ کی۔

جب تین دن بعد ڈسچارج ہو کر گھر آ گئی تو میں نے ان سے گولیاں کھانے کی وجہ پوچھی مگر وہ خاموش ہی رہی میں نے پھر کوشش کی مگر وہ نہ بولی میں نے کہا۔

سونیا ہم دوست ہیں اور دکھ سکھ دوستوں سے شیئر کیے جاتے ہیں میں تمہاری دوست ہوں اگر تم مجھے اپنی دوست سمجھتی ہو تو مجھ پر بھروسہ کرو مجھے بتاؤ کیا بات ہے جو تم اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا چاہتی ہو مگر وہ خاموش ہی رہی کچھ نہ بولا جیسے اس نے اپنی زبان سی رکھی ہو۔

میں نے کہا سونیا ٹھیک ہے آج مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تمہارے نزدیک میری کیا اہمیت ہے میں تو تمہیں اپنی بڑی بہن کی طرح سمجھتی ہوں تم وہ مصباح کریم کہتے ہوئے میرے گلے لگ گئی اور ان کے زاروقطار آنسو بہاتے ہوئے میرے کندھے کو تر کرنے لگی میں نے بھی انہیں خوب رونے دیا تاکہ ان کے دل کا غبار ہلکا ہو جائے جب ان کے آنسو تھم گئے تو کچھ پل خاموشی سے گزر گئے پھر وہ گویا ہوئی آؤ ان کی دوست کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

فاروق یار وجیہہ دراز قد دبلا پتلا جسم تیز تیکھے نقوش کا حامل لڑکا تھا۔ پیسے بھی وہ کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ تھا وہ ہنس مکھ ہونے کی وجہ سے ہماری کلاس کی لڑکیوں میں خاص اہمیت رکھتا تھا سب لڑکیاں ان کو اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی گویا کہ وہ کلاس کا ہیرو ہوا کرتا تھا میں نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی بس اپنی پڑھائی سے تعلق رکھتی تھی آس پاس کی کچھ خبر نہ رکھتی تھی کیا ہو رہا ہے سکول پرائیویٹ تھا جس کی بنا پر مخصوص تعلیم تھی اور ہمارا اسکول میں آخری سال تھا اسی وجہ سے بھی سٹوڈنٹ آپس میں خوب گپ شپ کرتے رہتے تھے مگر میں سب سے الگ تھلگ بیٹھی رہتی تھی ویسے بھی میری کسی سے خاص دوستی نہ تھی اور نہ ہی کبھی خواہش محسوس کی تھی میں سکول کی خوبصورت ترین لڑکی نہیں تو خوبصورت تر لڑکی ضرور تھی جس کے چاہتے اپنا دوست بنا سکتی تھی مگر میں نے بھی کوئی دوست نہ بنایا تھا پورے سکول میں بس دو لڑکیوں سے رسمی دعا سلام تھی مجھ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی بس میری ایک عادت تھی کہ مجھے غصہ بہت آتا تھا اسی وجہ سے بھی کسی کی میری طرح میلی نگاہوں سے دیکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

ایک دن ہمارا آخری پیریڈ خالی تھا سب بہت شور کر رہے تھے میں شور سے تنگ آ کر اٹھی

تا کہ باہر جا سکون سے سکول پارک جا کر پڑھتی ہوں جوں ہی میں دروازے سے باہر پہنچی تو فاروق نے میرا راستہ روک لیا میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا۔

سونیا جی کدھر جا رہی ہو

مجھے بہت غصہ آیا مگر میں اس کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

فاروق میرا راستہ چھوڑ دو۔

مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ ڈھٹائی سے بولا سونیا جی کیوں اتنا مغرور رہتی ہو میرے سوال کا جواب دے دو میں تمہارا راستہ چھوڑ دوں گا۔ اس کی گفتگو میں تکلف اُمڈ آیا تھا ساتھ ہی آوازیں آنے لگیں۔

فاروق لگتا ہے تم جواب لیئے بنا راستہ چھوڑنے والے نہیں ہو اس پر وہ اور اترا کر بولا۔

اب تو بتا دو کدھر جا رہی ہو مخمل تو ویران کر کے میں نے پلٹ کر دیکھا تو ساری کلاس ہماری طرف نظریں گاڑھے دیکھ رہی تھی میں نے واپس پلٹنے میں عافیت سمجھی جوں ہی واپس پلٹی اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی پٹاخ کے آواز کے ساتھ میرا دایاں ہاتھ اسکے گال پر اپنے نشان چھوڑتا چلا گیا پوری کلاس میں سناٹا چھا گیا فاروق میرا بازو چھوڑ کر گال پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا میرا پورا وجود غصہ کی وجہ سے لرز رہا تھا۔

شٹ اپ۔ مسٹر فاروق میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جن ساتھ تو اپنی من مانی کرتا ہے دوبارہ میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو تیری صحت کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ غصہ بھری میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی وہ کچھ دیر گال پر ہاتھ دھرے ہوئے کھڑا رہا پھر باہر چلا گیا چھٹی تک کلاس میں فل خاموشی چھائی رہی گھنٹی بجتے ہی میں جلدی سے گھر آ گئی میرا دل کسی انہونی کے ڈر سے بہت گھبرا رہا تھا میں خود حیران تھی کہ اچانک میرے جرات کہاں سے آ گئی تھی خیر میں اپنے کیے پر پریشان نہ تھی مگر میرا ضمیر مجھے بار بار مخاطب کر رہا تھا کہ سونیا تم نے اچھا نہیں کیا۔

میں انہی سوچوں میں گہری نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی شام چھ بجے اٹھی تو بالکل فریش تھی بس کبھی کبھی کسی انہونی کے خدشات دل میں ابھر آتے ہیں دوسرے دن سکول گئی تو کلاس میں قدرے خاموشی چھائی ہوئی تھی سبھی ترچھی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے کچھ فاروق سکول نہ آیا چھٹی تک ٹائم خاموشی سے گزر گیا جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ میں نے پوری کلاس کی خوشیاں چھین لی ہوں میں نے گھر آ کر اس پر بہت غور کیا نتیجہ یہ نکلا میں کل فاروق سے اپنے کیئے پر معذرت کر لوں گی مگر دوسرے دن وہ سکول نہ آیا اس طرح پندرہ دن گزر گئے وہ سکول سے غیر حاضر رہا اس کی غیر حاضری کی قصور وار میں اپنے آپ کو ٹھہرا رہی تھی میرا دل گھر میں بہت اداس ہو رہا تھا اسی لیے میں پارک کی طرف چلی گئی وہاں مجھے میری کلاس فیلو نورین ملی جو کہ فاروق کی دوست تھی میں ان کی طرف گئی اور فاروق کے سکول نہ آنے کی وجہ پوچھی۔

ابھی کیا اور ان کو ذلیل کرنے کا ارادہ ہے کیا نورین غصہ سے پھنکارتی ہوئی بولی۔

غصہ تو مجھے بھی آیا مگر کنٹرول کر گئی یار اگر وہ میری وجہ سے سکول نہیں آ رہے تو میں بھری کلاس میں ان سے سوری کرنے کو تیار ہوں۔

اس نے کہا میں ان کو لانے کی کوشش کروں

گی وعدہ تم کرتی پھر چند ادھر ادھر کی باتیں کر کے میں گھر آ گئی۔

میں صبح اٹھی تو موسم بہت خوشگوار تھا ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہر سو پرندوں کی چہکار نے ماحول کی خوشگواریت میں اور بھی اضافہ کر رکھا تھا میں نے واچ کی طرف دیکھا تو آٹھ بج رہے تھے میں جلدی سے میٹرس سے اٹھی اور واش روم میں جا گھسی واش سے فارغ ہو کر سکول کھلنے میں دس منٹ باقی تھے اسی لیے ناشتہ کیے بغیر ہی سکول چلی گئی سکول گیٹ داخل ہوئی تو نورین کو اپنا منتظر پایا وہ جلدی سے میری طرف دوڑی اور بولی۔

تمہارے لیے فاروق کا لیٹر ا ہے۔

میرے لیے لیٹر۔ زیر لب بڑبڑاتے لے لیا اور فارق کا پوچھا تو انہوں نے لیٹر کی طرف اشارہ کیا لیٹر پکڑتے ہوئے عجیب سا فیل ہو رہا تھا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی جگہ آ گئی۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ یہ میرے لیے انوکھی بات تھی میں بیٹھی تو کلاس میں تھی مگر خیال لیٹر کا ہی تھا ہاف ٹائم ہوتے ہی لیٹر چاک کیا تو لکھا تھا۔۔

مائی ڈیئر۔

میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو پا رہی کہ آپ کا سامنا کر سکوں میں سب کی نظروں میں گر چکا ہوں اگر آپ اس بندہ ناچیز کو صدق دل سے معاف کر دیں گی تو بندہ پر احسان ہوگا مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت ہی اچھی لڑکی ہیں مجھے ضرور معاف کر دیں گی آپ پہلی لڑکی ہیں جن سے میں متاثر ہوا ہوں معافی مانگ رہا ہوں اگر آپ نے معاف کر دیا تو آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

آپ کی معافی کا طلبگار۔ فاروق کمانڈو۔

میں خط پڑھ کر بہت متاثر ہوئی میں نے بار لیٹر پڑھا۔ میں پڑھ پڑھ کر اتنا متاثر ہوئی آنکھوں سے آنسو ابھر آئے انہوں نے ا عاجزی سے اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی میں بار بار پڑھتی رہی میں نے اسی وقت ان کو جواب لکھا۔

ڈیئر فاروق غلطیاں انسان سے ہو ہی ج ہیں اب غلطی آپ کی ہو یا میری میں آپ معذرت نامہ کے دل سے قدر کرتی ہوں آ کے معذرت نامہ نے میرے دل میں آپ کا بہ بڑا مقام پیدا کر دیا ہے میری آپ سے ریکویسٹ ہے کہ پلیز سکول آئیں میں بالکل بھی آپ ناراض نہیں ہوں آپ کل سکول آؤ گے گا میں سمجھوں گی آپ نے میری ریکویسٹ کی دل قدر کی ہے۔

فقط سونیا۔

چھٹی ٹائم شکریہ کے ساتھ نورین کو لیٹر پکڑا دیا اور گھر آ گئی فاروق کا لیٹر پڑھ کر مجھے دلی خوش ہوئی تھی ان کا مقام واقعی میرے دل میں بڑھ چ تھا میں تو خود ان سے معذرت کرنا چاہتی تھی مگر د مجھ سے سبقت کر کے میرے دل میں اپنا مقا بڑھا چکے تھے دوسرے دن جب سکول آیا تو بہت ہی سنجیدہ لگ رہا تھا بڑھتی ہوئی شیو ماتھے پر آ ہوئے بال اس کا سراپا وجہ بنا رہے تھے اس نے ایک بار میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکا لیں ا کا نظریں جھکانا مجھے بالکل اچھا نہ لگا میں کلا میں جب تک رہا وہ میری توجہ کو اپنی طرف مبذول کرواتا رہا کیونکہ وہ سنجیدہ بالکل بھی اچھا لگ رہا تھا ہاف ٹائم ہوتے ہی میں ان کی طرف بڑھی مگر وہ نورین کے ساتھ کینٹین کی طرف چلا

ن کا ان کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرنا مجھے لگ رہا تھا میری یہ کیفیت کیوں تھی اس بات لا علم تھی۔

گھر آ کر بھی میرا یہی حال تھا شام کو گھر میں ت محسوس ہوئی تو میں پارک کی طرف چلی گئی ن وہاں پہلے سے ہی موجود تھی اس کے ساتھ لی دو اور بھی دوست تھیں میں نے ان کو سلام ور پھر پارک میں باتیں کرتے ہوئے چہل کرنے لگے مگر میری سوچوں پر فاروق چھایا تھا بار بار اس کا سنجیدہ چہرہ میری نظروں کے منے آ جاتا میں چہل قدمی کرتی ہوئی ان کی وں میں گم ہو جاتی۔

نورین کی آواز نے چونکا دیا یار کہاں گم ہو ی یاد میں کھوئی ہوئی ہو ہلکی سی مسکراہٹ ں نے کہا کہیں کسی کو دل تو نہیں دے دیا ب فاراُنہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

نہیں نہیں۔ایسا کچھ نہیں ہے میں نے راتے ہوئے کہا جیسے میری چوری پکڑی گئی ہو میں بہت دیر سے نوٹ کر رہی ہوں تمہیں ہا کچھ نہیں بس ہلکا سا سر میں درد ہو رہا ہے سر درد یا دل میں درد انہوں نے شرارتی لہجے میں تو ہم سب مسکرا دیئے پھر میں گھر آ گئی گھر کھانا ں برائے نام ہی کھایا سونے کے لیے بستر پر لیٹی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی میرا دل مجھے مخاطب کر رہا تھا کہ تمہیں فاروق سے محبت ہو گئی ہے تو اس سے بن ادھوری ہے مگر ضمیر ملامت کر رہا تھا کہ نہیں یہ محبت تجھے برباد کر دے گی۔بارہ ج گئے تھے مگر نیند نہ آ رہی تھی میں بستر پر لیٹی میں بدل رہی تھی اور میری نظروں کے سامنے ں کا چہرہ گھوم رہا تھا اچانک میرے سیل کی

ٹیون بج اٹھی چونک کر سکرین پر نمبر دیکھا تو اجنبی تھا۔اس وقت کس کی کال ہو سکتی ہے زیر لب بڑ بڑاتے ہوئے یس کر بٹن دبایا گال سے لگایا۔

ہیلو۔ایک مانوس سی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی کیا آپ سونیا بات کر رہی ہیں میٹھی سی آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ہیلو پھر آواز آئی۔

جی ہاں میں سونیا بات کر رہی ہوں۔خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا پھر کچھ دیر خاموشی چھا گئی میں حیران ہوئی کہ میرا نمبران کے پاس کہاں سے آیا۔

کہاں گم ہو۔انہوں نے پھر کہا۔

جی نہیں نہیں فرمائیں کیا بات ہے۔

آپ سوئی کیوں نہیں ابھی تک۔

اگر یہی سوال میں آپ سے کروں تو فاروق آپ کا کیا جواب ہو گا پھر خاموشی چھا گئی

سونیا۔میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر ہمت نہیں ہو پا رہی ہے۔۔

بولیے میں سن رہی ہوں۔۔میرے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو رہی تھی۔

آئی لو یو۔سونیا۔جی وہ لمحہ تھا جس نے میری سماعتوں میں گھنٹیاں بجا دیں یہی وہ الفاظ تھے جس کو میں سننے کے لیے کب سے بے تاب تھی میں بھی اس پر اب کا دل لا چکی تھی۔

آئی لو یو ٹو۔فاروق میں بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔

وہ بولا سچ۔

میں نے کہا سچ۔

پھر ساتھ جینے مرنے کے عہد پیماں ہوئے فاروق میں نے بہت ٹائم سے پیار کیا ہے مجھے کبھی تنہا نہ چھوڑنا۔

جان کبھی میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔

اس طرح ہم صبح تک باتیں کرتے رہے اذان کی آواز نے ہمیں خیالوں کی دنیا سے نکالا پھر سو گئی کیونکہ اتوار تھا سکول جانے کی فکر نہ تھی۔

سوموار کو میں سکول پہنچی تو نورین اور فاروق گیٹ پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے ان کو اپنا منتظر دیکھ کر خوشی کی اک لہر دوڑ گئی میں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا فاروق نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی طرح کلاس روم میں داخل ہو گیا ہمیں یوں ایک ساتھ دیکھ کر سب حیران رہ گئے ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم یوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ان کے سامنے آ جائیں گے فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

دوستو۔یہی ہاتھ میرے گال پر پڑا تھا دیکھ لو آج میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکا ہے۔ہر طرف سے تحسین آفرین کی آوازیں آنے لگیں میں شرما کر اپنی جگہ پا جا بیٹھی آج شور مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔

یوں دن گزرتے گئے ہماری محبت پروان چڑھتی رہی فاروق مجھے بہت پیار دیتا ہر طرح سے میرا خیال رکھتا مجھے اپنی قسمت پر رشک ہونے لگا میں اپنے آپ کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگی زندگی بہت حسین لگ رہی تھی فاروق کی تھوڑی سی دوری بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی کلاس میں بھی میری نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتی رہتی تھیں ان کے پیار میں اندھی ہو چکی تھی وہ کہتا آنکھیں بند کیے سر تسلیم خم کرتی تھی ہمارے فائنل ایگزام بالکل قریب آ رہے تھے مجھ سے بالکل بھی تیاری نہیں

فاروق میرے ذہن پر چھایا رہتا تھا دن کو ا دیدار کرتی رہتی اور رات کو گھر میں ان کے دیکھتی رہتی تھی۔یوں آٹھ ماہ کب اور کیسے گزر پتہ ہی نہ چلا۔جب ہمارے ایگزام بالکل قریب آ گئے تو فاروق نے کلاس میں کھڑے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

دوستو ہمارے جدا ہونے کا وقت آ گیا پھر پتہ نہیں کون ملتا ہے کون نہیں کچھ ہی دنوں ہمیں سکول سے الوداع کر دیا جائے گا میں آ الوداعی پارٹی دینا چاہتا ہوں پھر پارٹی کے اتوار صبح دس بجے کا دن مقرر کر دیا گیا الوداعی تمام کلاس والوں کی تھی یہ پارٹی فاروق نے بنگلے پر رکھی تھی پھر میرے قریب آئے چہرہ مسکراہٹ سجائے بولے۔

میری جان تم میری سب سے خاص ہو گی تمہیں تمہاری زندگی کا سب سے اہم تحفہ گا تم اس تحفے کو بھول نہیں پاؤ گی کل میر کے سامنے محبت کا اظہار کر دوں گا۔

میں خوشی سے جھوم اٹھی اور جذبات مچلتے ہوئے ان کے سینے سے جا لگی جاں خوش نصیب ہوں جو آپ کا پیار مل رہا ہے پیار تو اتوار والے دن ملے گا انہوں نے الفاظ میں کہا میں سمجھ نہ سکی پھر گھر آ گئی۔

اتوار کی صبح میں جلدی سے اٹھ گئی سے جلدی جلدی گھر کے کام نمٹنے لگی نو بجے سے فارغ ہوئی تو واش روم میں جا گھسی اب یہ تھا کہ کون سا ڈریس پہنوں اپنی الما کھنگالنے لگی پنک فراک پسند آئی زیب خود کو آئینے میں دیکھ کر حیران رہ گئی پنک مجھ پر بہت سوٹ کر رہا تھا ہلکا پھلکا سا میک

ور فاروق کے گھر کی طرف آ گئی جب وہاں پہنچی تو بہت دیکھا انہوں نے گھر کو بہت خوبصورت انداز میں سجایا ہوا تھا ہماری کلاس کے کافی سٹوڈنٹ آ چکے تھے مگر نورین اور فاروق نہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے ابھی فنکشن شروع ہونے میں کچھ ہی دیر تھی گھر کے آنگن کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ایک کونے میں میوزک دھیمی آواز میں بج رہا تھا ہر کوئی رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس مگر فاروق کے بغیر مجھے عجیب سا فیل ہو رہا تھا دل کسی انہونی کے ڈر سے زور زور سے دھڑک رہا تھا تھوڑی دیر بعد فاروق نورین کے ساتھ نمودار ہوا یوں نورین کے ساتھ فاروق کو دیکھ کر میرے دل سے درد کی آہ اٹھی عجیب سا دھچکا لگا فاروق کن آنکھیوں سے میری طرف دیکھتا ہوا سٹیج پر پہنچ چکا تھا مائیک سنبھالا بولے دوستو۔

آج میں نے آپ سب کو الوداعی پارٹی کے لیے مدعو کیا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ آج میں نے سب کو الوداعی پارٹی اور اپنے جیون ساتھی کی خوشی میں مدعو کیا ہے میں اپنا جیون ساتھ چن چکا ہوں اور وہ ہے نورین۔ تمام تالیوں کی پھر بار گونج میری سماعتوں سے ٹکرائی۔ مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ میرے کانوں نے کیا سنا تھا۔

میں آگے بڑھی فاروق یہ تم کیا کہہ رہے ہو تمہاری قسمیں وعدے شادی کے میرے ساتھ تھے۔ میری طرف سے دیکھ کر استہزائیہ انداز میں زوردار قہقہہ لگایا۔

میں اور تم سے شادی ناممکن ایسا کبھی بھی ہو کہ تم سے شادی کر لوں میرے تھوڑا سا اور نزدیک ہوا اور آہستہ سے بولا سونیا۔ کیا تمہیں وہ دن بھول گیا جب تم نے میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا بھری کلاس میں میری انسلٹ کی تھی مجھے تم سے کوئی پیار نہیں اور تم ہو کہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو مجھ سے فاروق کمانڈو سے۔

دوستو سنو یہ سونیا مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ سب سٹوڈنٹس میری طرف حیرت سے دیکھنے لگے میں ساکت اور بے یقینی سے فاروق کے منہ کی طرف تکے جا رہی تھی میرے دل سے درد کی ٹیسیں۔ فاروق نے مجھے بلندیوں پر لے جا کر گرا دیا تھا وہ اور نورین ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے میرے قریب آئے نورین بولی۔

سونیا ٹوٹ گیا نا آج تیرا سارا غرور خوش کو بہت مغرور سمجھتی تھی پھر وہ دوستوں میں گھل مل کر پارٹی انجوائے کرنے لگے۔ میری آنکھوں میں ساون کی طرح آنسو برس رہے تھے میں کب اور کیسے گھر آ گئی کوئی ہوش نہیں آ کر کمرے میں گر کر بے ہوش ہو گئی رات نو بجے ہوش آیا باہر نکلی ماما کھانا بنانے میں مصروف تھیں میرا دل خون۔۔۔ آنسو رو رہا تھا رات کو مجھے اس بے وفا کی یاد بہت ستانے لگی دل بھر آیا زندگی ویران نظر آنے لگی رنگ رنگینی نے ڈسنے لگی جوں جوں رات بڑھتی گئی بے قراری بھی بڑھتی گئی رات گئے تک کانٹوں کے بستر پر کروٹیں بدلتی رہی تو مجھے زندگی سے نفرت ہو گئی مجھے یاد آیا کے ماما گندم میں ڈالنے والی گولیاں لائی تھیں میں اٹھی تا کہ اپنی بے قرار روح کو جسم سے آزاد کر سکوں گولیاں کھا لیں مگر شب بھر میرا اور تڑپنا باقی ہے جو گولیاں بھی مجھ سے بے وفائی کر گئیں۔۔

قارئین ان کی داستاں غم سن کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔۔ اب بالکل نارمل جیسے ان کے ... ہلکا ہو گا ہو

دیکھو سونیا تم اس بے وفا کی خاطر اپنی آخرت خراب کر رہی تھی سوچا اگر اس حالت میں تمہیں موت آ جاتی تو تمہارا آخرت میں کیا انجام ہوتا پلیز پھر ایسی حرکت نہ کرنا اپنا نہیں تو کم سے کم اپنی ماما کے بارے میں سوچو جن کا بھری کائنات میں تمہارے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے اور تمہیں کچھ ہو جاتا تو ان کا کیا حال ہوتا جو ہوا اسے بھول جاؤ اور میں جانتی ہوں کہ بھول جانا آسان بات نہیں ہے مگر تمہیں اپنی ماما کی خاطر خود کو سنبھالنا ہو گا حالات کا مقابلہ کرنا ہو گا پڑھائی پر توجہ دو ایگزائم بالکل قریب آ رہے ہیں میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گی مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گی میں سونیا نے میرے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہوئے کہا مصباح میں وعدہ کرتی ہوں اب ایسا کچھ نہیں کروں گی اس بے وفا کی یادوں کو بھلانے کی کوشش کروں گی میں جیوں گی اپنی مما کی خاطر میں جیوں گی پھر وہ جذباتی ہو کر میرے گلے لگ گئی اب اس کے ندامت کے آنسو نکل رہے تھے اس پر وہ کیا کرنے چلی تھی میں نے انہیں کافی تسلیاں دی پھر اپنے گھر آ گئی لیکن میرا دل ابھی تک سونیا کی داستاں کی وجہ سے مضطرب ہے۔ قارئین دعا کرنا اللہ تعالیٰ میری دوست کو بہت حوصلہ اور ہمت دے اور ان کو اعلیٰ نمبروں سے کامیاب کرے آمین

☆ یوں بھی تو راز کھل ہی جائے گا
ایک دن ہماری محبت کا
محفل میں جو تم وہ چھوڑ کر

سب کو سلام کرتے ہو

☆ اس نے بدل دی میری ساری عادتیں
پیار کا یقین دلا کر
اور پھر چھوڑ گیا یہ کہہ کر
کہ تم بہت بدل گئے ہو

☆ تیرا قصور نہیں مجھے غصہ ہے اپنے دل پر
نہیں دیکھی اوقات اپنی اور سمجھ لیا تجھے اپنا

☆ دربار عشق سے خیرات جو ملی مجھ کو
میرے نصیب کی جھولی میں انتظار آیا

☆ بہت مشکل سے سیکھا ہے
خوش رہنا اس کے بغیر
اب سنا ہے یہ بات بھی اسے پریشان کرتی ہے

☆ چلو زلیخاں کے عشق نے یہ راز تو کھولا
کہ محبوب جتنا بھی حسین ہو بکتا ضرور ہے

☆ نہ تھے وہ اولیا کوئی اور نہ وہ قلندر تھے
پھر کیوں دل کے صحن میں دھمال اس کی ہوتی ہے۔

------------ ابو سفیان۔ پتوکی

خواہشوں کے جسم کو پابندیاں دشنام ہیں
پارسائی کے بدن نہ اوڑھ کر سویا کرو
تم تصور تو نہیں ہو، نہ کوئی آواز ہو
ہاتھ آنکھوں پر دھرو، یہ اہمہ سچا کرو
زندگی کو لذت تعبیر گر مل جائے تو
بے حسی کا زہر پی کر خواب نہ دیکھا کرو
اب ہوا کی سرسراہٹ سے دہل جاتا ہوں میں
چاند بن کر شب کے آنگن میں کبھی اترا کرو
راحت جاں ہے تو لازم ہے کہ برتو احتیاط
راحت جاں سے بھی تھوڑا فاصلہ رکھا کرو
دیوتاؤں کی طرح میری پرستش نہ کرو
میں اگر سچا ہوں، میری بات بھی مانا کرو
تم جاوید اپنے خون سے چاہتوں کے واسطے
وقت کی دیوار پہ ... وفا لکھا کرو

------------ محمد ... حسن ... شوانہ

ماں کی بددعا

تحریر۔ نثار حسرت۔ 0313.4738900

کبھی کبھی کوئی حقیقت اپنی تمام تر تلخیوں کے ساتھ سامنے آجاتی ہے وہ تلخیاں جنہیں ہم بھلا چکے ہوتے ہیں جو نجانے کیسے ہمارے احساسات سے یکسر غائب ہوجاتی ہیں دراصل وقت کی چکی میں واقعات ریزہ ریزہ ہوکر اپنا وجود اور اہمیت کھو دیتے ہیں مگر کسی سنگ میل پہ یہ انمٹ نقوش ابھر ابھر کر ہمارے قد سے بڑے نظر آتے ہیں۔

ایسے ہی شہر کے ایک چوراہے پر کسی کا کندھا تھامے بھیک مانگتا ہوا ایسا ہی کردار انور ہے میں جب بھی کبھی سگنل پہ رک کر اس کے ہاتھ پہ ایک سکہ رکھتا ہوں اس کا مس اس کی بند آنکھوں کے ساتھ یادوں کے اس کھلے دور میں لے جاتا ہے جب وہ یہ انور نہیں تھا چھ اورتھا جو اب ایک نشان عبرت ہے وہ آہستہ آہستہ روشنی ہی سے نہیں محروم ہوا بلکہ سہارے بھی ایک ایک کر کے اسے چھوڑ گئے۔ اور اب ایک اور بے سہارا اور معذور مگر آنکھوں والا اس کا ساتھی بن گیا جس کے کندھے پر ہاتھ رکھے انور گاڑیوں کے بیچ گھومتا ہے وہ انور اور اس کی شرارتیں۔۔توبہ توبہ ایک عالم پناہ مانگتا ہے کس کے دروازے کی کنڈی باندھی اور آدھی رات کو اس کی چھت پر بیٹھ جاتا ہے اور ریموٹ کنٹرول دروازہ کھولنے والے کو چوکٹ سے لٹکتا ہوا مصنوعی سانپ دیکھ کر چیخ مارنے پر مجبور کردیتا ہے مگر جتنی دیر میں مکین اندر اطلاع دے یا ڈنڈا لاٹھی تلاش کرے اتنی دیر میں سانپ اوپر پرواز کر جاتا ہے اگر دروازے پر آنے والی کوئی خاتون یا لڑکی ہو تو ذرا معاملے کا رنگ گہرا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں سرکاری بیرو اور سرکاری کوارٹروں کی چھت تقریباً دس دس گھروں مشترکہ ہوتی ہے ایک بار تو پورے دس گھروں کی کنڈیاں ایک ساتھ بج رہی تھیں وہ بڑے اہتمام سے اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ چھت پر لیٹے ہوئے تھے اپنا کارنامہ انجام دے رہے تھے۔ برا ہوا کہ ایک

اک ماں کی بددعا

اناڑی کو چھینک آ گئی پھر کیا تھا دے مار ساڑھے چار کی گردان ہوئی اس طرح کسی کے گھر میں مہمان آ کر ٹھہرے سخت کڑاکے کی سردی جانے کیسے اوور ہیڈ ٹینک پانی سائفن سسٹم سے رکتا گیا پہلے کمرے کے روشن دان سے شاور لگا کر کمرے میں پانی کی پھوار ڈالی یاد رہے کمرے کے دروازوں کی پہلے ہی کنڈی چڑھا دی گئی پھوار کے بعد پھر ڈریکٹ پائپ سے اور پھر بالٹیاں بھر کے ٹھنڈی دھاریں برسا دیں۔

اندر مہمان کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے ستم یہ کہ ایک بالٹی میں صابن گھول کر بھی ڈالا گیا یا خدایا کیا چھت کمزوری کے باعث ٹپک رہی ہے یا پھر جو بھی اٹھ کر کھڑا ہوا چاروں خانون چت ہائے واویلا کی چیخو پکار نے محلے کو سر پر اٹھا لیا اور دروازے کے باہر تو موسم بالکل خشک تھا انور کی ایک شرارت کافی دلچسپ تھی بہت عرصہ تک وہ کبوتروں کی ایک جوڑی کو مارکیٹ کے راستے سے مانوس کرتا اور سدھارتا رہا جہاں سے چھوڑنے پر کبوتر سیدھے گھر آ جاتے کیوں کہ کبوتر اور بلی گھر نہیں بھولتے۔

ایک جوڑی کو مارکیٹ میں فروخت کر دیتا کبوتر موقع ملتے ہی گھر واپس آ جاتے یہ معاملا نقدی کمانے اور جیب خرچ کا تھا نت نئی شرارتوں سے دوست بھی لطف اٹھاتے تھے ایک بار ایک دور کے عزیز کی شادی کا موقع تھا گاڑی سے اترتے وقت میں کلو چینی اور چھوہارے اتارے گئے چھوہارے تو بٹ گئے اور چینی کا بیگ نہیں ملا سو وہ نہیں بانٹا گیا ہاں دوسرے دن وہ حلوائی کی دکان [illegible] لے گیا ہے یوں اچھی بار [illegible] شرارت کی پھر

کم قیمت پر ملے تو بھلا کون چھوڑتا ہے انور کی پارٹی نے پچر اور پکنک مشترکہ انجوئے کی لوگ کی شکائتیں کرتے اس کی پٹائی اور کھنچائی بھی ہوتی مگر وہی ڈھاک کے تین پت انور دھول جھاڑ کر پھر نئے منصوبوں کی تیاری کرتا۔

یہ لوگ نشہ تو نہیں کرتے تھے مگر چڑھتی جوانی کا اندھے جذبات سے مرصع ہوتا ہے آہستہ آہستہ رنگ چڑھتا ہے جذبات دل اٹدتے ہیں اور عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے بہکے جذبات اور نئی جوانی کا ہر قدم بہکا ہوا ہی ہوتا ہے آتے جاتے پہلے وہ لڑکیوں اور خواتین کو گھر کے دروازے پر پہنچانے لگے پھر بس کے اڈے پر بھی رونق بڑھ گئی بال ماتھے پر بکھرنے لگے ہونٹوں پر مچلتے ہوئے فلمی گیتوں کی سدا گنگناہٹ سے پکار بن گئی۔

کچھ بولڈ قسم کی لڑکیوں نے تو آڑے ہاتھ لیا پاپوش نوازی بھی ہوئی مگر مجنوں فرہاد قسم کے لوگوں نے ہمیشہ اپنے اجداد کی پیروی کی اور کبھی ہتھیار نہیں ڈالے یہ شان ہوتی ہے ماڈرن ہیروز کی لوگوں نے اپنے خاندان اور لڑکیوں کے تحفظ کی نگرانی شروع کر دی مگر وائے نصیب ایک اندھی بیوہ کی جوان بیٹی کے لیے اور کہاں تک اپنی حفاظت کرتی ماں اندھی اور اندھیری رات میں اگر کوئی عزت کا لٹیرا دیوار کود کر اندر آ جائے تو جوان لڑکی صبح اپنی چھت سے لٹکی ہوئی کیوں نہ ملے بے چاری اندھی کے پاس کیا ثبوت کس کو الزام دے بس وہ ہر روز گھر کی چوکھٹ پر بیٹھ کر صبح شام یہی کہتی یا اللہ جس نے میری بیٹی کا یہ حشر کیا ہے اسے بھی میری طرح ہی اندھا کر دے میرے [illegible] ... وہ جہاں۔

[illegible] والے دیکھتے تھے اور شرفاء اپنے [illegible]

مسوس کر رہ جاتے مگر کوئی بھلا آج کل اس طرح انصاف دلانے میں قدم بڑھاتا کرنا خدا کا کیا ہوا انور میاں کے گروپ میں پھوٹ پڑ گئی اس دن سے محلے والوں کو کچھ سکون ملا تھا۔

دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے نقصان کے درپے رہتی آپس کے جھگڑے میں سر پھٹول ہوتی کبھی کوئی لنگڑاتا نظر آتا تو کبھی کسی کو پٹیاں لگی ہوتیں پڑھنے لکھنے والے لڑکے تو ویسے ہی ان سے دور رہتے نصیحتیں کرنے والے لوگ بھی ان سے گھبراتے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے۔

یہ آخری واقع ہے جو مجھے یاد آیا ہے جب ایک روز کسی کے گھر میں شادی تھی صاحب خانہ کا گھر کافی وسیع تھا کئی فاضل کمرے تھے انہیں میں ایک کمرہ ایسا تھا جس میں کاٹھ کباڑ اور پرانہ فرنیچر پڑا تھا پشت پر ایک کھڑکی تھی جو سڑک کے رخ پر تھی کھڑکی پر مکڑی کے جالے کی موجودگی اس بات کی غماز تھی کہ کمرہ بہت عرصہ سے استعمال میں نہیں ہے۔

انور اور اس کی مخالف پارٹی کے افراد موجود تھے انور گھومتا ہوا ایک ساتھی کے ساتھ کمرے میں اسی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا اندر گانے زور شور سے ہو رہے تھے باہر دیگیں کھڑک رہی تھیں بریانی اور قورمہ تیار ہو رہا تھا دفتر انور کی رگ شرارت بھڑکی اس نے مخالف گروپ کے لڑکوں کو سڑک پر کھڑے دیکھا تو ذبح ہوتے ہوئے بکرے جیسی آواز نکالی مخالف گروپ کے لڑکے کافی دیر تک ہونٹ برداشت کرتے رہے۔

جب برداشت نہ ہو سکا تو ان میں سے ایک لڑکے نے پتھر اٹھایا اور تاک کر کھڑکی کی طرف مارا [illegible] سے بڑا دراصل [illegible]

فاضل کمرے میں گھس گیا تھا کھڑکی کے بہت ہی قریب تھا مگر وہ لاعلم تھا کہ کھڑکی کے دونوں پٹ کے پیچھے زرد بھڑوں کے زبردست چھتے لگے ہوئے تھے پتھر سے بچنے کے لیے جیسے ہی انور نے کھڑکی کے پٹ پکڑ کر زور سے بند کئے تو یکایک اس کی انگلیاں چھتوں میں گھس گئیں پٹ زور سے بند کرنے پر چھتا بھی متاثر ہوا۔

اس ٹوٹ پھوٹ اور پتھر لگنے سے بھڑیں بھڑک گئیں انور اور اس کا دوست اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھے ان کے ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ساری بھڑیں ان پر یلغار ہو گئیں وہ دونوں باہر کی طرف چیختے ہوئے بھاگے اور سیدھے شادی کے اس مجمع میں گھس گئے جہاں زرق برزرق لباس پہنے ہوئے عورتیں زور شور سے گانے میں مصروف تھیں بیچ میں لڑکیاں اور بچے بھی اس حملے کا نشانہ بنے جس بھڑ نے جہاں سے رستہ دیکھا کپڑوں میں گھس گیا پہلے تو ان کا شکار صرف دو تین تھے اب جتنے بھی لوگ شادی میں شریک تھے نرم نرم بانہوں والے تازہ سرخ لہو بھرے گالوں والے ہوسکتا ہے بہت سے مدقوق اور عمر رسیدہ اور گزیدہ لوگوں نے اپنے چہرے غازے اور میک اپ میں چھپائے ہوں۔

مگر بھڑوں کا تبرک سب کو مساوی تقسیم ہو رہا تھا ہر کسی نے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا عورتیں اور بچے کھڑے تھرکنے لگے کچھ نے بیٹھے بیٹھے ہی مٹکنا شروع کر دیا آستین اور شلوار کے پائنچے اور کھسکانا دوپٹے سروں سے کھینچنا [illegible] مردوں کی [illegible] اس طرح محفل مشترکہ ہوش [illegible] لحاظ اور خیال رکھنا پڑتا ہے آدمی [illegible] بھی اتنا دیوانہ نہیں ہوتا مگر

اس بے خودی کو کیا کہیے بھڑوں کا نشانہ ایسا ہی چڑھا تھا اس موقع پر جو راگ خصوصی الاپنا جا رہا تھا اس کی نوعیت کچھ یوں تھی ۔۔۔اللہ رے ۔۔ہائے اللہ ۔۔اوئی اللہ ۔۔اماں ری ۔۔ہائے مرگئی رے ۔۔کاٹ لیا رے ۔۔مرگئی ۔۔ہائے اللہ مری رے ۔۔ یہ مری وہ نہیں جو اسلام آباد کے قریب ہے اسی کی نوعیت سرتال میں بے ساختہ راگ اور الاپ کا حصہ بنے مارے بھیا رے ۔۔ابا رے ۔۔ساتھ ہی بھڑ جہان پیار سے بھوسہ لیتی کوئی ہاتھ شرم وحیا سے اسے پرے دھکیلنے اور مدافعت بلکہ شاید کوئی اسے مداخلت بے جا در ملوس سمجھتا اور فوری اس کی جانب دلنوازی سے بڑھتا مگر بھڑوں نے ایک ہاتھوں کو بھی اپنے بوسوں سے نوازہ دراصل ان کے لبوں اور دانتوں میں زیادہ فرق نہیں تھا لیکن آپ ان کی حسن پرستی کی داد دیئے بغیر نہیں رہیں گے اگر ان کو ایک طرف سے توڑ کر پھینکا گیا تو وہ بڑی ادا سے کسی اور مقام پر والہانہ پن کا ثبوت فراہم کرتیں کیا والہانہ پن تھا طرفین میں ایک جذب جنوں ۔تو من شدی ۔من تو شدم ۔کا بین اظہار نہ کوئی ہدایت نہ تربیت جیسے سال نو کی پہلی ساعت پر رات بارہ بجے بگ بین کے اطراف بلکہ سارے عالم میں ایک رقص وحشت انداز مگر یہاں کسی بگ بین کی ضرورت کہاں تھی بس چنگارے دار ہائے ۔۔ہوئی پکار سریلی آوازوں کا ایک آزاد کورس لگتا تھا کوئی بھی گونگا نہیں لگتا تھا گونگوں کے زنگ آلود ساؤنڈ سپیکر کھل گئے تھے اور معصوم بچے ۔۔حلق سے پاتال سے پوری گہرائی اور گیرائی سے اس میں شامل تھے بھڑیں ان سے اور وہ اپنی ماؤں بہنوں کی ٹانگوں سے چمٹے ہوئے تھے دونوں جدائی کے ڈر سے خوف زدہ تھے انور نے یہ تبرک بھرپور طور پر تقسیم کیا تھا کوئی محروم نہ رہ جائے لیکن ایک نا انصافی ہوئی اس نے اور اس کے دوست نے سب سے زیادہ حصہ اپنی ذات کے لیے رکھا۔یا ان کے حصے میں آیا ساری خواتین لڑکیاں لڑکے اور بچے جدید ترین رقص کر رہے تھے ۔یہ رقص ،تاک دھنا دھن دھنا۔۔ون ٹو ون ٹو۔۔رمبا سمبا ۔۔چا چا چا ۔۔ہالا ہوپ ۔۔۔سے کچھ مختلف تھا ویسے ہر ایک آزادانہ اپنی مرضی کا مالک تھا کوئی زرا سست پڑتا تو کہیں چھپی ہوئی بھڑ بٹن دبا کر اونچا کر دیتی اور پھر یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے مرنے کا اعلان یا فتویٰ صادر کرنے لگے جس اثنا میں یہ محفل رقص سرور اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی انور دیوانہ وار چیختا ہوا دروازے سے باہر بھاگا جہاں دیگیں لٹک رہی تھیں ایک باورچی بڑے بگونے میں پگھلا ہوا گھی لے جا رہا تھا انور کی ٹھوکر لگی اور ۔۔وہ گرتا پڑتا ہوا گھی عجب انداز سے کام کر گیا یہ عبرت ناک منظر مجھ سمیت تمام محلے والوں نے بھی دیکھا اس کے تڑپنے کا منظر کیسے بھلایا جا سکتا ہے تمام عورتیں اور بچے اپنا سوجا ہوا منہ اور بدن کچھ دنوں تک تو لیے پھرتے رہے مگر انور اپنا چہرہ اور اندھی آنکھوں کے ساتھ ایک درس عبرت بنا چوراہے پر دست دراز کیے آج بھی نظر آتا ہے انور نے ایک ماں کا دل دکھایا تھا اور اندھی ماں کی بددعا اسے لے ڈوبی۔۔۔۔۔

قارئین کی قیمتی آراء کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا اپنی تنقیدی اور تعریف رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔۔۔۔۔۔

مجھے یہ شعر پسند ہے

اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح
.... محمد فیضان شاہ-رحیم یار خان

میری زندگی کے مالک میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں میرا دل مچل نہ جائے
.... عبدالستار نیازی

یہ اداس شامیں میری تنہائی کو ایسا عروج بخشتی ہیں
کہ مجھے پھر وہی اک وہی بس وہی شخص یاد آتا ہے
.... NAK-کبیر والہ

تو ہوتا ہے رنجیدہ تو بکھر جاتی ہے میری ساری کائنات
فقط اتنی سی التجا ہے مجھ سے روٹھا نہ کرو
.... رئیس ارشد-خان بیلہ

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ
.... عبدات علی-ڈی آئی خان

اداس ہونٹوں پہ مسکراہٹ کے پھول آئیں تو جان لینا
کہ دل کے اندر کی کچھ اداسی بہت اداسی میں ڈھل رہی ہے
.... شعیب شیرازی-جوہر آباد

انسان تو کبھی مکمل اپنا بھی نہیں ہوتا
اس نے خط میں لکھا ہے کہ میں صرف تیری ہوں
.... عثمان غنی-رحیم یار خان

اک اجنبی شخص تھا جو پل بھر میں بچھڑ گیا
عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا
.... محمد وصی مغل-واہ کینٹ

کاش وہ میرے جذبات کو سمجھ سکتا کاوش
مجھے اچھا نہیں لگتا منہ سے اظہار کرنا
.... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

ہم ہنستے ہیں تو انہیں لگتا عادت ہے مسکرانے کی
وہ نادان ہے یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ ادا ہے غم چھپانے کی
.... مدثر نواز-جڑانوالہ

وفا کے آنچل سے نکلی ہے ایک خون کی نہر
خون ہوا ہے بے وفا کا وفا کے ہاتھوں
.... عدنان خان-ڈی آئی خان

وہ مجھ کو بھول بیٹھا ہے نہیں حیرت مجھے محسن
وہ اپنی عام سی چیزوں کو اکثر بھول جاتا ہے
.... عبدالوحید-بندیال

تڑپ کے دیکھو کسی کی چاہت میں تو پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
یونہی دل جائے اگر کوئی بنا تڑپ تو کیسے پتہ چلے کہ پیار کیا ہوتا ہے
.... رئیس صدام ساحل-خان بیلہ

دوستوں سے بچھڑ کر یہ حقیقت کھلی فراز
دنیا حسین ہے مگر دوستوں کے ساتھ
.... محمد عثمان-لیہ

اٹھی جب میت میری تو رونے والوں میں کوئی اپنا نہ تھا دوستو!
میرے قاتل ہی رو پڑے مجھے تنہا دیکھ کر
.... ایم فاروق-رحیم یار خان

بات تو صرف چاہت اور خلوص نیت کی ہوتی ہے ساقی
ورنہ دوست اور دشمن شروع ایک ہی حرف سے ہوتے ہیں
.... محمد ثاقب رفیق

ایک مدت سے میری سوچ کا محور تو ہے
ایک مدت سے میری ذات کے اندر تو ہے
میں تیرے پیار کے ساحل پہ کھڑی ہوں تنہا
میری چاہت میری الفت کا سمندر تو ہے
.... یاسمین سلیم قادری-کراچی

تو تو سرمایہ ہستی ہے میرا ذکر ہی کیا
ہم تو دشمن کو بھی اے دوست دعا دیتے ہیں
.... محمد فیضان شاہ-رحیم یار خان

تم پہ بیتے گی تو جان جاؤ گے فراز
کوئی نظرانداز کرے تو کتنا درد ہوتا ہے
.... عبدات علی-ڈی آئی خان

چلو کہ بہت رات ہوئی اب لوٹنا ہے مجھے
کہ میرے گھر میں منتظر ہے تنہائی
.... مدثر نواز-جڑانوالہ

Pakistanipoint.com
Waqar Azeem

دور اک بستی آباد کریں گے
اس بستی کے لوگ ہمیں یاد کریں گے
جب ہم اقبال اس کی محفل میں نہ ہوں گے
تڑپیں گے فریاد کریں گے
☆ .... محمد اقبال رحمٰن-سبکی بالا ہزارہ

سنا ہے درد کا احساس اپنوں کو ہوتا ہے آکاش
جب درد ہی اپنے دیں تواحساس کیسے ہو آکاش
☆ .... چوہدری سعید آکاش-مظفر آباد

مانا کہ ہماری ذات میں سو عیب ہیں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم کبھی ہم فقیر لوگ
☆ .... محمد افضل جواد-کالاباغ

برسوں بعد جو ہنستے ہوئے اس چہرے کو دیکھا اداس
بری طرح سے لرز کے رہ گئی میرے دل کی زمین
☆ .... نصیر احمد اینڈ اداس-مظفر آباد

میری محبت کو ذات کے ترازو میں مت تول اے دوست
میں نے وہ زخم کھائے ہیں جو قسمت میں نہیں تھے
☆ .... سفیر اداس چوہدری-مظفر آباد

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا شاہد
وہ بھی نکلتا ہے تو کسی اور کی خاطر
☆ .... شاہد اقبال خنک-کرک

داوں میں نفرت ہے محبت کس سے مانگتے ہیں
پیالے زہر کے بھرے ہیں شربت کدہ سے مانگتے ہیں
☆ .... شاہد اقبال خنک-جندری، کرک

عجیب شام کھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
بڑی اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
زمانہ جس کو سمجھتا ہے موتیوں کی چمک
وہ آنسوؤں کی لڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
☆ .... پرنس ظفر شاہ-پشاور

کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے تا دیر اسے دہرائیں کیا
☆ .... محمد اقبال رحمٰن-سبکی بالا

گر تیرے سامنے پرچم کفر بلند ہو
یا الا اللہ نہ کہہ یا اسے تار تار کر دے
☆ .... محمد اعظم-عارف والہ

اندر کی ٹوٹ پھوٹ نے ویران کر دیا ہمیں
ورنہ ناز تھا ہم کو کہ آفتاب ہیں ہم

☆ .... محمد عمیر مظہر حنفی-تہ پانی

ستاروں سے پہاڑوں سے فریاد کرتا ہوں
قسم خدا کی میں تم کو دن رات یاد کرتا ہوں
☆ .... حفیظ اللہ-وندر

ایسی بھی کیا خطا تھی کہ محبت میں یہ سزا ملی
کہتے ہیں کہ دنیا جدائی دیتی ہے
مگر ہم کو تو دلبر سے ہی بے وفائی ملی
☆ .... عبدالرحیم لاسی-لسبیلہ

چلو اب میری سانسیں ہی امانت رکھ لو ناز
شاید اس طرح بن جاؤں تیرے اعتبار کے قابل
☆ .... امین علی ناز-ڈھوک مراد

مت اعتبار کرنا کسی کا اس دنیا میں ناز
اکثر وہی دھوکا دیتے ہیں جن کو ٹوٹ کر چاہا جائے
☆ .... علی ناز-ڈھوک مراد

جلا ڈالا تپتے صحرا نے پاؤں کو
کتنا مشکل تھا چھوڑنا اپنے گاؤں کو
☆ .... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

محبت نایاب تھی تو نے عام کر دی
عزت کی چاہت پل بھر میں نیلام کر دی
دکھ تعلق کے ٹوٹ جانے کا نہیں عمران
درد یہ ہے چاہت اس نے بدنام کر دی
☆ .... عمران انجم راہی-تہ پانی

خوش نہ تھا مجھ سے بچھڑ کر وہ بھی مستوئی
اس کے چہرے پر لکھا تھا پھر بھی لوگو
☆ .... سردار اقبال-سردار گڑھ

خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے
موج ہوا کے ہاتھ میں اس کا سراغ ہے
☆ .... سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوئی تھی مستوئی
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا
☆ .... سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

بعد مرنے کے تیری لحد پہ آئے گا کون فدا
یہاں لوگ بتوں کو دفناتے نہیں جلا دیتے ہیں
☆ .... جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا [illegible]
وہ بھی نکلتا ہے تو کسی اور کی [illegible]

☆ .... خضر علی-گنڈاکس

[illegible]ف آیا نہیں سانپوں کے گھنے جنگلوں سے
مجھے محفوظ رکھا میری ماں کی دعا نے
☆ .... نبیل نکہ بندھوڑ-تہ پانی

اک قطرہ تو کیا سمندر ہی اس کے نام کر دیتا
وہ کہتی تو سہی اک بار پیاسے لہجے میں
☆ .... جہانگیر اسلم گوندل-منڈی بہاؤالدین

مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیواروں کی طرح الطاف
اپنے سے زیادہ جو کسی سے پیار کرتے ہیں
☆ .... چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

جب کبھی جی میں آئے تو آزما لینا اے دوست
لہو بھی دیں گے چراغوں میں جلانے کے لئے
☆ .... چوہدری الطاف حسین دکھی-بھمبر

چاندنی رات میں چاند گوارا نہ ہوا مجبور
ہم تو سبھی کے تھے مگر کوئی ہمارا نہ ہوا
☆ .... دین محمد مجبور-بولان

کیوں کروں میں یہ دعا کہ اے میری عمر تھم جائے الطاف
ہو سکتا ہے آج آخری دن ہو میری زندگی کا
☆ .... چوہدری الطاف رکن-کھندورہ

وہ مجھ کو بے وفا کا لقب دیتا ہے
سانس چلتی ہے مگر مردہ بنا دیتا ہے
مت پوچھ اس کے میخانے کا پتہ
اس کے تو شہر کا پانی بھی نشہ دیتا ہے
☆ .... چوہدری الطاف حسین دکھی-کھندورہ

قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اتارو
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں
☆ .... فیض اللہ مجاور-سخی سرور شریف

ہم تیرے شہر میں یونہی پھرتے رہے وصی
نہ کسی نے چاہ پوچھی نہ لسی
☆ .... عدیل شہزاد نقی-بھکر

تڑپ اے دل تیرے تڑپنے میں بڑی تسکین ہوتی ہے
جدائی اپنے پیاروں کی بڑی غمگین ہوتی ہے
☆ .... نصیر الدین نصیر-تجکوٹ

آنکھ کا لگنا بھی اک قیامت ہے
نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی ہے
☆ .... جابر عباس حمزہ-سرگودھا

دیتا ہوں ہر اک کو پیار کی نظر سے
کہیں بچھڑا ہوا وہ میرا محبوب ہی نہ ہو
☆ .... شاہد منیر راز-بڈانی

تقدیر بن جائے گی اس خدا کو یاد تو کر
وہ سب کچھ دیتا ہے اس کا شکر ادا تو کر
☆ .... سید عارف شاہ-جہلم

اے حسینو! خود پر ناز کرنا چھوڑ دو
عاشقوں کا خون پی کر مسکرانا چھوڑ دو
☆ .... سید عارف شاہ-جہلم

بہت دنوں کے بعد عائشہ تمہاری تحریر آئی
خوشی ہوئی تم کو عارف کی یاد آئی
☆ .... سید عارف شاہ-جہلم

میرا لکھنے کا انداز شاید تمہیں پسند نہ ہو
پر زبان ساتھ نہ دے تو کیا کروں
☆ .... ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

انتقاماً مجھ کو وہ درد وفا مجھ کو دے جائے گا
زخم لے کر اک دل درد کیا خبر تھی
جاتے جاتے وہ دعا دے جائے گا
☆ .... احمد نجمی-کالاباغ

کانٹوں کے بدلے پھول کیا دو گے
آنسوؤں کے بدلے خوشی کیا دو گے
ہم چاہتے ہیں آپ سے عمر بھر کا پیار
ہمارے اس سوال کا جواب کیا دو گے
☆ .... احمد نجمی-چپلاں

کسی کے بچھڑ جانے سے مر کوئی نہیں جاتا اے دکھی
مگر زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں
☆ .... میاں محمد عرف دکھی-پنڈی گھیب

میں اس بے بسی کی دنیا میں کیسے جیوں اے زید
یہاں سکون تو ملتا ہے مگر سب کچھ لٹ جانے کے بعد
☆ .... ایم زیڈ اے گول-جاب کوٹھ

خود ہی اپنے سائے کے آگے کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے
طلب دنیا سے کیا کرتا ہوں میں سائل ہوں فقط اپنا
☆ .... بابر سوانسی-میانوالی

محبت زندگی کے فیصلوں سے لڑ نہیں سکتی
کسی کو کھونا پڑتا ہے اور کسی کا ہونا پڑتا [illegible]
☆ .... ملک افضل ساگر-شی صفدر آباد

غزلیں و نظمیں

غزل

جہاں تلک بھی یہ صحرا دکھائی دیتا ہے
میری طرح سے یہ اکیلا دکھائی دیتا ہے
نہ اتنی تیز چلے سر پھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک پتا ہی دکھائی دیتا ہے
برا نہ ماننے لوگوں کی عیب جوئی کا
نہیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
وہیں پہنچ کر گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دور کوئی جز میرا دکھائی دیتا ہے
وہ الوداع کا منظر وہ بھیگتی پلکیں
پس غبار بھی کیا کیا دکھائی دیتا ہے
سمٹ گئے آخر پہاڑ سے قد بھی
زمین سے ہر کوئی اونچا دکھائی دیتا ہے

عثمان چوہدری۔ آزاد کشمیر

غزل

ہم آج ہیں پھر ملول یارو
مرجھا گئے کھل کے پھول یارو
گزرے ہیں خزاں نصیب ادھر سے
پیڑوں پہ جمی ہے دھول یارو
تا حد خیال لالہ و گل
تا حد نظر ببول یارو
د. تک ہوس رہی گلوں کی
. بھی رہے قبول یارو
ہاں کوئی خطا نہیں ...
ہاں ہم سے بھول ہوئی ہے یارو

قادر یار۔ آزاد کشمیر

غزل

آج پھر سے نگاہیں ملائیں گے ہم
دل پہ دانستہ پھر چوٹ کھائیں گے ہم
ان کی ہر اک جفا آزمائیں گے ہم
وہ ستم ڈھائیں گے مسکرائیں گے ہم
جانے والے ہمیں اس طرح چھوڑ کے
یاد رکھنا بہت یاد آئیں گے ہم
دل تمہارا ہے یا انجمن ہے کوئی
لو یہاں سے کہیں بھی نہ جائیں گے ہم
ہم وہ عثمان جسے تم سمجھ نہ سکے
وقت پر دیکھنا کام آئیں گے ہم

عباس علی۔ فیصل آباد

غزل

غیر کو درد سنانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے جھگڑے میں زمانے کی ضرورت کیا ہے
تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے
دل نہ مل پائیں تو پھر آنکھ بچا کر چل دو
بے سبب ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے

زبیر احمد۔ لا...

غزل

آدھی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے ہیں
ایسے میں محبت کے روگی یادوں کے چراغ جلاتے ہیں
کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے
میں رانجھا نہ تھا تو ہیر نہ تھی ہم اپنا پیار نبھا نہ سکے
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے تعبیر مگر ہم پا نہ سکے
میں نے تو بہت چاہا لیکن تو رکھ نہ سکی وعدوں کا بھرم
اب رہ رہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہرجائی
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منظور نہیں تیری رسوائی
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی مہر لگا لوں گا
میں تیری سلگتی یادوں سے اب اس دل کو بہلا لوں گا

عثمان چوددھری اینڈ چودھری

عبدالقادر، آزاد کشمیر

غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے
امیدیں بن گئیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا
یہاں اپنے پرائے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے
ستائے آسماں تو بھی ستائے غم کے ماروں کو
مصیبت اور کیا ہوگی مصیبت دیکھ لی ہم نے
بچھڑ کر کیسے جیتے ہیں کبھی نہ پوچھا تم نے صنم!
محبت ہر کبھی ہے تو محبت دیکھ لی ہم نے

..ن چوددھری اینڈ چودھری

عبدالقادر، آزاد کشمیر

نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسولؐ ہے
عرش بریں کا نور ہمارا رسولؐ ہے
خیر البشر ہے ذات گرامی حضورؐ کی
انسانیت کو جان سے پیارا رسولؐ ہے
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسولؐ ہے
ہر مشکل حیات میں ان کو پکار لو
سب پہ ہی مہربان ہمارا رسولؐ ہے
کوئی نظیر ڈھونڈ کے لایا نہ آج تک
بے مثل بے مثال ہمارا رسولؐ ہے
سر پر احسان انؐ کا سایہ ہے ہر گھڑی
بے مثل سائباں جو ہمارا رسولؐ ہے

ابن احسان علی قریشی ڈنگہ روڈ
نوناروی، گجرات

مجھے تم اچھی لگتی ہو

بھلا ... ہے سب کو مگر تم مجھے اچھی لگتی ہو
جو ... ہو ... ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
کبھی کبھی ابا گئے سپنے مجھے اچھے نہیں لگتے
مگر ... ہو یا جاگ ...، مجھے تم اچھی لگتی ہو
یہ مانا غیر ممکن ہے ملن تیرا میری جاناں
مگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
نہیں ہے گر یقین تم کو میری باتوں کا میری جاناں
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
اگر پھر بھی یقین نہ آئے میری صداؤں کا
میرا دل چیر کر دیکھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
میرے خدا! جو خیالوں میں تمہاری یہ ادائیں ہیں

وہ رکت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی لگتی ہو

ریاض علی راجپوت، گھونکی قادر پور روڈ

غزل

ٹوٹے ہوئے دل کو
ہم جوڑ دیں گے
اے یاد آنے والے
تجھے یاد کرنا
ہم چھوڑ دیں گے
جب تیری وفائیں
ساتھ تھیں ہمارے
خوشیوں کے آشیانے
بستے تھے اس دل میں
جب تم نے روپ بدلا
دکھایا اصلی چہرہ
غم کے اندھیروں کا
بن گیا خوشیوں پہ پہرا
اب میں ہوں ہر غم کا
اور ہر غم ہے میرا
اب تم بن ہے جینا
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مگسی، بلوچستان

غزل

جیون کالی رات ہے
تنہا میری ذات ہے
... ر خاموش نگاہیں

ہر لمحہ برسات ہے
خالی کمرہ اور کھلونے
بچپن میرے ساتھ ہے
کیسی چاہت اور تمنا
اپنوں کی سوغات ہے
میں پاگل دیوانہ مجنوں
تیری سند ذات ہے
تو مہتاب کے کرنوں جیسی
کیا میری اوقات ہے
تنہائی سے ڈرلگتا ہے
شاہد میری مات ہے
تیرے خواب سجا بیٹھے ہیں
یہ بھی کوئی بات ہے
اک دن راد مر جائے گا
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

آنسو

شیشم اب تک سہا سا چپ چاپ کھڑا ہے
بھیگا بھیگا، نکھرا نکھرا
بوندیں ٹپا ٹپا کر کے
ٹپ ٹپ کرتی ٹوٹتی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے
بارش کے جانے کے بعد بھی
دیر تلک نکھار ہتا ہے
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

☆☆☆☆

مری زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب
مجھے نفرتوں کا جواز دے سبھی الجھنیں میرے نام کر

شیخ محمد شاہد، شیخوپورہ

غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی
میرے ہر سوال کا تو جواب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے
مجھ کو اپنوں سے جدا کر دیا نصیب نے
ہر دعا کو بددعا کر دیا نصیب نے
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے

مرزا عمران، شیخوپورہ

غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
کم شو سے مناؤ جشن بہار یارو!
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں
اے ہم سفر یہ شائد تم کو خبر نہیں ہے
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں
کتنے غموں کو ہم نے ہنس کر چھپا لیا ہے
کچھ غم امیر لیکن اشکوں میں ڈھل رہے ہیں
ساقی بہک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں

عمر فاروق، پنڈ دادنخان

مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
جاں میں نے بیوپار کیا ہے
ہاں میں نے کاروبار کیا ہے
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
سائیکل کو گرا کے لوری کو بھگایا
سیکھا ہے کہاں سے یوں ڈرانا لگاتا
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چرانا
جاؤ جی ہٹو جی چھوڑ یوں ستانا
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو

محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں
وہ ستم گر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں
کہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے میری محبت میں
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں
کہ اتنے ملے تھے زخم مجھ کو اس کی محبت میں
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں
میں اتنا جو نادان تھا اس کی محبت میں
ملی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں

ساغر شہزد

غزل

کیسا دل کو روگ لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر

دں میں کچھ خواب سجائے پھرتا ہے دکھی ساغر
ناؤں کے دیپ جلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
ے غم کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
موسم ساون بھادوں گرمی ہو کہ سردی ہو
نوں میں برسات برسائے پھرتا ہے دکھی ساغر
، دن تو آن ملیں گے روٹھ کے جانے والے
ی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دکھی ساغر
د ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے
ی اپنا دل بہلائے پھرتا ہے دکھی ساغر
شے کی دکان سجانے والو! تم بھی محتاط رہنا
نوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دکھی ساغر
من چاک گریباں چاک مٹی تنے بالوں میں
با اپنا حال بنائے پھرتا ہے دکھی ساغر

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

آنکھوں میں بسا لوں تجھے خواب کی طرح
دیکھوں گا ہر گھڑی تجھے کتاب کی طرح
آنکھوں میں سما کر تیری وفا کی دلکشی
مہکاتا میری سانسوں کو پھر گلاب کی طرح
یعنی تیری آنکھوں میں تو ہو جاتا ہوں مدہوش
چڑھ جاتا ہے مجھے نشہ شراب کی طرح
چھوتا تیرا رخسار ہر ہوتا تیرا آنچل
جب چہرے پہ چڑھ جاتی ہے مجھے نقاب کی طرح
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں اک پل بھی
پھنسا ہوں تیرے حسن میں گرداب کی طرح
اے کاش میں ہوتا دیا تیرے آنگن کا
چمکاتا تیرے آنگن کو مہتاب کی طرح

ساغر جی دکھی، چک حسن ارائیں

غزل

اٹھو اے دل زدگان آسمان بناتا ہے
ہمیں ازا کے دھواں آسمان بناتا ہے
ملال حسرت تعمیر کیا بتائیں تجھے
مکان بناتا یہاں آسمان بناتا ہے
زمین بنائی ہے ہم نے برائے دربدراں
برائے گمشدگان آسمان بناتا ہے
ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں
ابھی تو ہمسفراں آسمان بناتا ہے

پروفیسر رمضان جانی، پنڈ دادنخان

غزل

تتلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں
وہ اپنا عکس چھوڑ گئی میرے خواب میں
اب تک وہ میرے ذہن میں الجھا سوال ہے
شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں
آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک
رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں
ملتا تھا گردشوں سے گلے لگ کے چاند بھی
آئے سمٹ کے فاصلے کتنے سراب میں
آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر
لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں

ذکاء اللہ قریشی، کندیاں

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے ساون کی گھٹا شام کے بعد
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی خفا شام کے بعد
وہ جو ٹل جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد
کئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد
آہیں بھرتی ہے شب ہجر یتیموں کی طرح
سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد
شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر
درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد
لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاناں!
ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد
شام سے پہلے تلک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے
محبت کی انا شام کے بعد
خواب ٹکرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے
جانے کس جرم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد
چاند جب رو کے ستاروں سے گلے ملتا ہے
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک
اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد
میں اگر خوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں
سوگواری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد
تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے
پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں قضا شام کے بعد
لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی
جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد
دن عجب مٹی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے
مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد
کوئی بھولا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو
دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس
کاش ہو کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد

راحہ عرفان، گھوٹکی

غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہو سکتی ہے
سرمئی شام کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے
وہ بھی انساں ہے پریشان نہ ہو ناما ے دوست
لوٹنے میں اسے تاخیر بھی ہو سکتی ہے
تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو
وہ مرے چاند کی تنویر بھی ہو سکتی ہے
دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والی
بات ہو سکتی ہے تحریر بھی ہو سکتی ہے
اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صابر
ان میں الجھی ہوئی تقدیر بھی ہو سکتی ہے

صابر علی صابر پھلروان، سرگودھا

غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا ہے
ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا ہے
مری دھرتی کی سانسیں کہہ رہی ہیں
فلک کے درمیاں، کچھ کھو گیا ہے
دکھائی دے رہا ہے وہ جو
مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا ہے
مری تشویش بڑھتی جارہی
مرے احساس جاں، کچھ کھو گیا ہے
مرا بھی کھو گیا تھا ایک ہے
ترا بھی خانداں، کچھ کھو گیا ہے
بہت اصرار پر صابر کسی
کہا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا ہے

صابر علی صابر، سرگودھا

غزل

جب تصور میں پائیں گے تمہیں
پھر ڈھونڈتے جائیں گے تمہیں
تم نے دیوانہ بنایا مجھ کو
لوگ افسانہ بنائیں گے تمہیں
حسرتو! دیکھو یہ ویرانہ دل
اس نئے گھر میں بسائیں گے تمہیں
مری وحشت مرے غم کے قصے
لوگ کیا کیا نہ سنائیں گے تمہیں
آہ! میں کتنا اثر ہوتا ہے
یہ تماشا بھی دکھائیں گے تمہیں

احتشام علی خواجہ ، اٹک سٹی

غزل

تجھے یاد کرکے شام و سحر میں رویا کرتی ہوں
کیسے کٹے گی زندگانی اپنی یہ سوچا کرتی ہوں
تیرے بنا تو ایک ایک پل بھی صدیوں کا گزرتا ہے
بڑی حسرت سے تصویر تیری اشکوں سے بھگویا کرتی ہوں
میرے جسم و جان کو صبر ہی نہیں آتا تیرے بنا
تیری یاد میں ہر پل آنسوؤں کے موتی پرویا کرتی ہوں

فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

روئے گا دل مگر فریاد نہ نکلے گی
تیری ڈولی کے بعد یہاں سے میری میت نکلے گی
اس وقت اے ستم گر پچھتائے گا تو بھی
جب تجھے میرے مرنے کی خبر ملے گی
تڑپ تڑپ کے میری یاد میں روئے گا دل ترا
اس وقت مگر تیرے منہ سے کوئی آہ نہ نکلے گی

سجاد علی اسد، جھل مگسی

غزل

مجھے تلاش ہے اس کی جو صرف میرا ہو
میرا نصیب بنے میرے دل کے پاس رہے
میرے قریب ہو اتنا کہ سانس رک جائے
مجھی کو چاہے ہنسائے ستائے پیار کرے
وہ میری مانگ سجائے مجھی کو بہلائے
میں سوچتا ہوں کہ میری وفا کی شہزادی
کہیں تو ہوگی زمانے کی بھیڑ میں [illegible]
کبھی تو میرے لئے اس کا دل تڑپے گا
کبھی تو پیار کا شعلہ لہو میں بھڑکے گا

ایس احسان علی قریشی، تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا چاند دیکھا تو تیری یاد آئی
سپنے میں کوئی اپنا تھا پھول چوما تو تیری یاد آئی
جب آنکھ کھلی تو ہم نے جانا یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میں
کہ سپنا آخر سپنا تھا دل میرا دھڑکا تو تیری یاد آئی
آج ساون کی پہلی بارش میں

فرزانہ خان کوٹ ادو

[illegible] چلی ہوا تو تیری یاد آئی
رات کو سوتے میں اک جھٹکا لگا
جب جگا تو تیری یاد آئی
برسوں بعد جو گزرے تیری گلی سے ہم
تو اس پل صنم ہرجائی تیری یاد آئی
بھول جاؤں گا اسے میں احسان
ایسی یہی سوچا تو تیری یاد آئی

ایس احسان علی قریشی، کھاریاں، ضلع گجرات

غزل

جب تک یہ آگ دل میں ہمارے لگی نہ تھی
یہ عالم نوں یہ دیوانگی نہ تھی
تصویر آج آپ کی یوں دیکھتا رہا
تصویر جیسے آپ کی دیکھی کبھی نہ تھی
لطف و کرم کا سلسلہ ہم پر دیا ترا
جب تک وفا کی ٹوٹ کے مالا گری نہ تھی
کلیاں وہی تھیں پھول وہی اور وہی چمن
ان سب پر تیرے بعد مگر تازگی نہ تھی
کیسے نہ جانے بات وہی عام ہوگئی
جو دل کی بات عزمی کسی سے کہی نہ تھی

ایس ایف محمد سعید ملک آف بہاولپور

غزل

وہ محبتوں کا جہاں لئے میرے سامنے تھا مثال سا
مگر اب کی رت میں یہ کیا ہوا وہ جہاں ہے رو بہ زوال سا
[illegible] نگاہ [illegible] رنگ چہرے کا لال سا
[illegible] بات [illegible] رنگ [illegible]
[illegible] ہاتھ میں ڈور ہے کسی اور ہاتھ کا ہے یہ ہنر

وہ لگے ظاہری آنکھ سے ہمیں چٹیوں کا کمال سا
وہ مقام آیا حیات میں وہ سلجھ گیا میں الجھ گیا
رہا اس کے جال میں کاٹتا میرے گرد بن گیا وہ جال سا
وہ خوشبوؤں میں بھا گئے وہ جو رنگ و نور سجا گئے
یونہی آگیا ہے مجھے ابھی ان ہی موسموں کا خیال سا
وہی سرد مہری مزاج میں وہی بے مہری سی نگاہ میں
یہی شاہد کے عود عیب تھے وہ ہی یعقوب میرا بن گیا حال سا

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

یہ شب فراق یہ بے بسی ہے قدم قدم پہ اداسیاں
میرا ساتھ کوئی نہ دے سکا میری حسرتیں ہیں دھواں دھواں
میں تڑپ تڑپ کے جیا تو کیا میرے خواب مجھ سے بچھڑ گئے
میں اداس گھر کی صدا سہی مجھے دے نہ کوئی تسلیاں.....
یہ فضا جو گرد و غبار ہے میری بے کسی کا مزار ہے
میں وہ پھول ہوں جو نہ کھل سکا میری زندگی میں وفا کہاں
چلی ایسی درد کی آندھیاں میرے دل کی بستی اجڑ گئی
یہ راکھ ہے بجھی بجھی اس میں میری ہے نشانیاں.....

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

کبھی یوں بھی دعاؤں میں میری حسرتیں میرے نام کر
میرے درد مجھ سے تو چھین لے میری چاہتیں میرے نام کر
میرے خواب کتنے ہیں بے کراں مجھے بادلوں سے ہیں الجھنیں
میرے سارے درد و الم مٹا سبھی قربتیں میرے نام کر
شب غم میں جینا کٹھن بہت میرے ساقیا مجھے جام دے
یوں سمندروں کو پیام دے سب سخاوتیں میرے نام کر
میں سلگ رہا ہوں بہار میں تری جستجو کے مقام پر
مجھے آرزو سے نواز دے یوں [illegible] میرے نام کر

غزل

محبت سے عنایت سے وفا سے چوٹ لگتی ہے
بکھرتا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چوٹ لگتی ہے
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں
عجب احساس سے اپنی صدا سے چوٹ لگتی ہے
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں......... شاید
نہ کر عہدِ وفا عہدِ وفا سے چوٹ لگتی ہے

غزل

پرندے بھلا کیوں ہوا سے ڈر رہے ہیں
درختوں پہ بھلا کب گھر رہتے ہیں
عجیب ویران ہے شہر تمنا
یہ کیسے لوگ ہیں کیا کر رہے ہیں
کہانی پھر کوئی ترتیب دے دیتے ہیں
ہم ہی ہیں جو بہت بے درد ہیں
شاعری سے ہم کو ہے کیا لگاؤ
شعر ہیں کہ خود ہی بن رہے ہیں
نہ پوچھ تو ہم سے جاناں
کیسے تمہاری یاد میں تڑپ رہے ہیں
اس دل میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے
ہم تو راستہ محبت چن رہے ہیں
تم نے مانگا ہے ہم سے دل اپنے
سو دل تم پہ وار رہے ہیں

ناصر پردیسی، راجہ پور

تمام عمر اسی نے سفر میں رکھا ہے
ستارہ سمجھ کر جس کو نظر میں رکھا ہے
بچھڑنے والا کسی روز مل ہی سکتا ہے
[illegible] پہ قدم انجانی منزل پہ رکھا ہے
[illegible] نکلے ہیں [illegible]
سو انتظار کے اب کیا شجر میں رکھا ہے
بچا بھی سکتا ہے وہ عکس کو بکھرنے سے
وہ جس نے عکس کو شیشے کے گھر رکھا ہے
اگر وہ دل بھی دکھائے تو دکھ نہیں ہوتا
ہنر دے کر بے ہنر ہی ہم کو رکھا ہے
میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بچھڑ جائے
وہ جس نے مجھ کو بچھڑنے کے ڈر میں رکھا ہے
ہنر تو مجھ میں نہیں ہے کوئی مگر ناصر
کرم ہے اس کا صفِ معتبر میں رکھا ہے

ناصر پردیسی، راجہ پور

کسی سے نہیں ملے

تم سے نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
ملنا بھی پڑ گیا تو خوشی سے نہیں ملے
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا اس کی رہی طلب
جو ملنا چاہتا تھا اس سے نہیں ملے
ملنے کی زندگی میں سب کچھ ملا ریاض
تم مل گئے تو لوگ خوشی سے نہیں ملے
ہم اپنے دشمنوں سے گلے مل کر آ گئے ریاض
جس کے لئے گئے تھے اس سے نہیں ملے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

جگمگاتے جگنوؤں کا قافلہ میں اور تو
شبوں کے رتجگوں کا سلسلہ میں اور تو
بے بسی کا حیرتوں میں مست ہو کے دیکھنا
زرد موسم خاموشی اک حادثہ میں اور تو
جنوری کی سرد شامیں گاؤں کی وہ نئی شال

بس گاڑی کے ٹھہرنے کی صدا میں اور تو
پائن ایپل کے درختوں کی مہک چارسو
گھوٹکی کی سمت جاتا راستہ میں اور تو

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

اپنی زلفیں جو تم نہ بکھیرو
کوئی بھی موسم بہار نہیں

محمد ساجد سعید، کسنسی

سایہ ہو محبت

دو چار لفظ کہہ کر میں خاموش ہو گیا
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم
پیار میں دوری بھی ہوتی ہے کوئی بات نہیں
بات تو یاد رکھنے کی ہوتی ہے سب دل کی
آج کس زبان سے تیری بے وفائی کا شکوہ کرو
کبھی اس زبان سے تیری تعریف ہوا کرتی تھی
تم ترک تعلق کا کسی سے ذکر مت کرنا
میں لوگوں سے کہہ دوں گا اسے فرصت نہیں ہے
توڑ گئے پیمان وفا اس دور میں کیسے کیسے لوگ
یہ مت سوچ ریاض کہ تیرا ہی صنم ہرجائی ہے

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور

غزل

تعلق توڑ دیتا ہوں مکمل توڑ دیتا ہوں
جسے چھوڑ دیتا ہوں مکمل چھوڑ دیتا ہوں
محبت ہو کہ نفرت ہو بھرا رہتا ہوں شدت سے
جدھر سے آئے یہ دریا ادھر ہی موڑ دیتا ہوں
یقین رکھتا نہیں ہوں میں کسی کچے تعلق پر
جو دھاگا ٹوٹنے والا ہو اس کو توڑ دیتا ہوں
میرے دیکھے جو سپنے کہیں لہریں نہ لے جائیں
گھروندے ریت کے تعمیر کر کے چھوڑ دیتا ہوں
بصرہ اب تک وہی بچپن وہی تخریب کاری ہے
قفس کو توڑ دیتا ہوں پرندے چھوڑ دیتا ہوں

استاد بصرہ ریاض، گھوٹکی قادر پور روڈ

غزل

دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے ☆ ہوں
اور زندگی سے بھی مجھ کو پیارے ہو تم
سامنے تم ہو تو [illegible] کر [illegible]
[illegible] تمہارے [illegible] کو قرار [illegible]
[illegible] پھول کھلتے [illegible]
[illegible] کو [illegible] کرتے ہیں

غزل

جہاں آج اپنی ملاقات ہوگی
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی
ہوا وقتِ رخصت اگر ڈربا کا
تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوگی
اسی وقت میرا جنازہ اٹھے گا
گلی میں جو تیری بارات ہوگی
خدا کے سوا کون میرا یہاں ہے
وہاں قبر ہے میرا جہاں رات ہوگی
نہیں کوئی تیرا ہمدل اب یہاں [illegible]
[illegible] تیرے [illegible] ذات ہو

[illegible] شد علی مشوری [illegible]

ماں

❀ماں محبت کا دریا ہے۔
❀ماں اولاد کے لئے مسیحا ہے۔
❀ماں کی عزت کرو تا کہ اولاد تمہاری عزت کرے۔
❀ماں اپنی اولاد کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔
❀ماں خدا کا تحفہ ہے۔
❀ماں کی آنکھوں میں اپنی وجہ سے کبھی آنسو آنے نہ دو۔
❀ماں ہمارے لئے جنت کا ذریعہ ہے۔
❀ماں کو ہمیشہ خوش رکھو۔

☆...... بہادر عاربانی۔ گھوٹکی

دکھ کیا چیز ہے

دکھ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھائی جاتی ہے۔ جیسے دیمک لکڑی کو کھاتی ہے۔ میرا قصہ بھی اسی طرح کا ہے۔ میرے اوپر دکھوں کے پہاڑ ٹوٹنے ہیں مگر میں اپنے دکھ کسی کو دکھنے نہیں دیتا میرا قصہ کچھ اس طرح سے ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا اس دن صبح ہی صبح یہ منحوس خبر سننے کو ملی کہ بھائی نے فون پر بتایا کہ ہماری "ماسی" فوت ہوگئی ہے۔ یہ میرے لئے بہت خطرناک کیوں کہ وہ "ماسی" مجھے بہت پیار کرتی تھی۔ اس واقعہ کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ میری چھوٹی بھانجی فوت ہوگئی۔ ایک کے بعد ایک دکھ آرہے تھے۔ اس دکھ کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک منحوس دن آیا جب میرے والد محترم اس فانی جہاں سے رخصت ہوگئے۔ ان کے گزرنے کو سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ میرے چھوٹے ماموں فوت ہوگئے ہیں۔ ان کو ابھی دو ماہ ہوئے ہیں میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری طرح کسی کو دکھ نہ دے اور جب مجھ کو ان کی یاد آتی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ جی بھر کے رولوں مگر رو بھی نہیں سکتا۔ میں سب کو یہ دعا کرتا ہوں کہ آپ سب کو خوشیاں دے۔ آمین!

☆...... بہادر عاربانی۔ گھوٹکی

نشانی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے بادشاہ سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنی سالگرہ کی خوشی کے موقع پر سب قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ سب قیدی اسے سلام کرنے آئے۔ ان میں ایک بوڑھا سید جواد حسین نقوی بھی تھا۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی سے پوچھا۔ بابا آپ یہاں کب سے قید ہیں؟ بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی نے جواب دیا۔ حضور کے باپ دادا کے زمانے سے۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس بوڑھے کو پھر سے قید کردو یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

خودکشی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کا حکمران سید زاہد حسین نقوی خودکشی کے بہت خلاف تھا جب بھی کوئی اس سے بات کرتا تو وہ خودکشی کے خلاف باتیں شروع کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک مباحثے میں گیا۔ اتفاق سے وہاں کا موضوع بھی خودکشی تھا۔ انہوں نے نواب سید زاہد حسین نقوی صاحب نواب آف حسین پور کو بھی تقریر کا موقع دیا تو وہ کہنے لگے خودکشی حرام ہے اللہ ناراض ہوتا ہے، خودکشی کرنے سے بہتر ہے کہ انسان زہر کھا کر مر جائے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

حاجی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کے قصبہ منڈاور محلہ شاہ ولایت میں سید قیصر علی ترمذی صاد ملازم کے ڈی اے نہایت پابندی سے مسجد میں پانچ وقت حا

دیا کرتے تھے۔ لوگ ان کے تقوی سے بہت متاثر تھے۔ ایک شخص نے جب انہیں نہایت انہماک سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سید سکندر علی ترمذی سے بولا۔ یہ شخص جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس پر سید قیصر علی ترمذی نماز توڑ کر بولے۔ اور جناب میں حاجی بھی ہوں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

ان شاء اللہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید علمدار حسین نقوی بیٹھا رو رہا تھا کہ ایک کسان سید سردار حسین نقوی کا ادھر سے گزر ہوا سید سردار حسین نقوی پٹواری سید علمدار حسین نقوی چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کیا ہوا جو ایسے رو رہے ہو؟ پٹواری سید علمدار حیدر نقوی نے بتایا۔ میرے بڑے لڑکے سید ابرار حیدر نقوی کا ہارٹ فیل ہوگیا ہے۔ دیہاتی کسان سید سردار حسین نقوی بولا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ان شاء اللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

مجلس احباب

انڈیا کے دارالخلافہ دہلی میں ماحول رنگین تھا۔ مجلس احباب جمی ہوئی تھی اور پرلطف باتیں ہو رہی تھیں موہن داس کرم چند گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر بانی تحریک خلافت سے مخاطب ہو کر ازراہ مذاق کہا۔ آپ تین بھائی ہیں ان میں سے دو شاعر ہیں آپ کا تخلص جوہر ہے آپ کے بڑے بھائی گوہر ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی کیا ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ انہیں شوہر کہہ لیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کوٹھی خواب آشیاں بدر باغ میں مالک مکان سٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ ایک دن سٹی مسلم یونیورسٹی سکول ہیڈ ماسٹر عبدالجبار خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی کے پاس آیا اور بولا۔ بھائی واجد میں تم سے بہت تنگ آ گیا ہوں خیر چلو ایسا کرو کہ آدھا کرایہ دے دیا کرو۔ آدھا کرایہ میں بھول جاؤں گا۔ سید واجد حسین نقوی ایڈیٹر ماہنامہ عندلیب اور پندرہ روزہ شگوفہ نے جواب دیا۔ اگر آپ کی یہی ضد ہے تو یوں کرتے ہیں کہ آدھا کرایہ تو آپ بھول جایا کریں اور آدھا میں بھول جایا کروں گا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

گپیں

تین گپی واجد ساجد اور زاہد گپیں ہانک رہے تھے۔ زاہد گپی بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو اچانک میرے سامنے تین شیر آگئے۔ میری بندوق میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔ وہ لائن میں کھڑے ہوگئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔ دوسرا گپی ساجد بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف بندوق کا لائسنس تھا بندوق نہیں تھی میں نے شیر کو لائسنس دکھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔ تیسرا گپی واجد بولا۔ تم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ بندوق تھی اور نہ لائسنس میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی بھرے جنگل میں ننگے پھر رہے ہو؟ یہ سنتے ہی وہ شرم کے مارے مر گیا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

بوریا بستر

ایک مرتبہ تحریک خلافت کے بانی مولانا شوکت علی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ڈے پر طلباء اور طالبات کے جلسۂ عام سے خطاب کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔ برطانوی وزیراعظم کہتا ہے ہم یورپ سے ترکوں کو بوریا بستر سمیت نکال دیں گے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالتے وقت بوریا بستر نہیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیزیں ہماری ہیں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

خون

ایک دفعہ ... ابوالکلام آزاد سے ہندوستان کی آزادی ... سے پہلے وزیراعظم ... لال

سہروا بن حوتی لال نہرو نے مشورہ طلب کیا اور کہا۔ جب میں الٹا کھڑا ہوتا ہوں تو میرے بدن کا سارا خون میرے سر میں آ جاتا ہے لیکن میں سیدھا کھڑا ہوتا ہوں تو خون پاؤں میں جمع کیوں نہیں ہوتا؟ مولانا ابوالکلام آزاد فرسٹ فیڈرل ایجوکیشن منسٹر نے جواب دیا۔ جو چیز خالی ہوتی ہے خون وہیں جمع ہو جاتا ہے۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

بارش

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل کالج میں ایک لڑکا سید واجد حسین نیا نیا انگلش میڈیم کی کلاس میں داخل ہوا تھا۔ وہ انگلش میں بہت کمزور تھا۔ ایک بار بارش کی وجہ سے اسکول نہ آ سکا اگلے دن پرنسپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اسکول نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ کچھ اس طرح بتائی مائی ڈیئر سر! دین آئی کم واٹر واز گھٹنے گھٹنے رین واز چھم چھما چھم مائی لیگ سلپڈ ان گڑھا۔ اینڈ آئی ایم دھڑام ان دی سیم گڑھا۔ ان دس صورت سر یو سے ہاؤ آئی کم؟

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

نقطہ

عبداللہ نامی ایک شخص ایران کے مشہور ایرانی شاعر شیخ سعدی سے ملنے پہنچا۔ اس کی آنکھ پر تل تھا۔ اتفاق سے شیخ سعدی گھر میں نہیں تھے۔ وہ شخص چلا گیا۔ بعد میں شیخ سعدی گھر میں آئے تو خادمہ رخشی نے بتایا۔ حضور! ایک آدمی آپ سے ملنے آیا تھا۔ شیخ سعدی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟ خادمہ رخشی نے جواب دیا۔ عبداللہ۔ شیخ سعدی بولے۔ عبداللہ کیا نام ہوا، نام تو عبداللہ ہوتا ہے۔ خادمہ رخشی نے جواب دیا۔ آقا! آپ کی جان کی قسم اس کی عین پر نقطہ تھا۔ شیخ سعدی خادمہ رخشی [illegible] ہوئے۔ یہ مدعین عربی میں آ [illegible] ہیں۔

☆...... [illegible] ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

[illegible]

برطانیہ کے وزیراعظم سر ونسٹن چرچل [illegible] ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار جلدی میں ٹیکسی میں سوار ہوئے اور ڈرائیور سے ریڈیو سٹیشن چلنے کو کہا۔ ڈرائیور نے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔ مجھے افسوس ہے جناب اس وقت میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد مسٹر چرچل کی تقریر شروع ہونے والی ہے اور میں کسی قیمت پر اس سے محروم رہنا پسند نہیں کروں گا۔ مسٹر چرچل یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ایک پونڈ ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ میں دے دیا۔ ڈرائیور نے گھوم کر انہیں دیکھا اور نرم لہجے میں کہا کہ چلئے تو پھر آپ کو چھوڑ ہی آؤں۔ مسٹر چرچل اور ان کی تقریر کو ڈالئے جہنم میں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

دانت کھٹے

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی فورٹ روڈ پر واقع امیر منزل میں پروفیسر سید واجد حسین نقوی نے اپنے دوست پروفیسر اور برادر کلاں سید ساجد حسین نقوی کو بتایا۔ میں نے اپنے دشمن اقبال اسرائیلی کے دانت کھٹے کر دیئے۔ برادر کلاں پروفیسر سید ساجد حسین نقوی نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ پروفیسر سید واجد حسین نقوی۔ اسے املی کھلا کر۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

واحد دولت

اردو کے خدائے سخن میر تقی میر کی عادت تھی کہ جب گھر سے باہر جاتے تو تمام دروازے کھلے چھوڑ جاتے تھے اور جب واپس آتے تو تمام دروازے بند کر لیتے تھے۔ ایک دن نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی نے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا۔ میں ہی تو اس گھر کی واحد دولت ہوں۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

اس دن

آئرلینڈ کے مشہور سیاست دان ڈی ویرا اپنی سیاسی تقریروں کی وجہ سے اکثر جیل جاتے رہتے تھے مگر واپس آ کر وہ پھر تقریروں میں لگ جاتے۔ ایک بار ڈی ویرا ایک ہال میں تقریر کر رہے تھے کہ اچانک پولیس والے آ گئے اور [illegible] گرفتار کر لیا۔ ایک سال قید کی سزا [illegible] آئے اور اس ہال میں جا پہنچے جہاں ایک سال پہلے تقریر کر رہے تھے اور کہنے لگے معزز حضرات جیسا کہ میں اس دن کہہ رہا تھا۔

☆...... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی- کراچی

زمین کی پکار

✽اے انسان! تو میری پشت پر طرح طرح کی چیزیں کھاتا ہے اور میرے پیٹ میں تجھ کو کیڑے کوڑے کھائیں گے۔

✽اے انسان تو میری پشت پر چلتا ہے ایک دن میرے پیٹ میں جائے گا۔

✽اے انسان تو میری پشت پر گناہ کرتا ہے میرے پیٹ میں تجھ کو سزا دی جائے گی۔

✽اے انسان تو میری پشت پر خوش ہوتا ہے کل کو میرے پیٹ میں غمگین ہوگا۔

✽اے انسان تو میری پشت پر غرور سے سر اٹھا کر پھرتا ہے میرے پیٹ میں تجھے سر جھکانا پڑے گا۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی- سیت پور

تنہائی

ہماری زندگی میں اکثر اوقات کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہوا کے جھونکوں بارش کی بوندوں دھنک کے رنگوں پانی کے قطروں اور پھول کی آخری پتی کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب ہوا کے جھونکے گزر جائیں بارش کی بوندیں برس جائیں دھنک کے رنگ پھیکا پڑ جائیں اور پھول کی آخری پتی بھی گر جائے تو اس وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساتھی صرف اور صرف تنہائی ہے۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی- سیت پور

درود پاک کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب لوگ جمع ہوتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھتے ہیں تو وہ یوں اٹھے جیسے بدبودار مردار کھا کر اٹھے ہیں۔ اس لئے تم مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو درود پاک کی کثرت کیا کرو۔ باقی دنوں میں فرشتے تمہارا درود پاک پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جو مجھ پر درود پاک پڑھتے ہیں میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا۔ اسی دن قیامت ہوگی اس لئے جمعہ کے دن درود پاک پڑھنے کی فضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے"۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی- سیت پور

آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین ﷺ

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق امین یعنی سچا اور امانت دار کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر لگنے سے گر پڑی یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنسنے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ساتھ ہمدردی کی اور اسے اٹھایا اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے ہاتھوں سے چکی پر آٹا پیس رہا تھا اور تکلیف کے مارے رو رہا ہے معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے مگر اپنے مالک کے ڈر سے برداشت کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہٹایا اور اس کی جگہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کا آٹا پیس دیا۔

☆...... عبداللہ حسن چشتی- سیت پور

مہکتی کلیاں

✽اگر کسی سے محبت کرتے ہو تو اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھا کرو کیونکہ گزرتے وقت کے ساتھ یادیں سنہری بنتی ہیں اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔

✽اگر کسی کے لبوں پر تمہاری وجہ سے مسکراہٹ آ جائے تو تم خوش قسمت ہو۔

✽محبت اظہار نہیں مانگتی مگر کبھی اظہار کر دینا چاہئے دوسرے کو مطمئن کرنے کے لئے۔

✽کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کو خوش رکھنے کی خاطر خود کو فنا کر دیتے ہیں اگر یہ احساس مر جائے تو انسانیت کی قدریں بھی مر جاتی ہیں۔

✽محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنون کسی بھی چیز کا اچھا نہیں ہوتا۔

✽دنیا میں کوئی ایسا درخت نہیں جسے ہوا نہ لگی ہو اور کوئی دل ایسا نہیں جسے چوٹ نہ لگی ہو۔

✿ محبت کی آگ اگر ایک بار لگ جائے تو ساری زندگی سلگتی رہتی ہے۔
✿ اچھا دوست کتنی دفعہ ہی کیوں نہ روٹھ جائے اسے منا لینا چاہئے کیوں کہ تسبیح کے دانے کتنی دفعہ کیوں نہ بکھریں چن لئے جاتے ہیں۔
✿ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھ لو۔
✿ خدا کے لئے مت تباہ کر لینا اپنا ذہن سکون یہ سوچتے ہوئے کہ دوسرے تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

☆..... عائشہ رحمٰن - کبیر والا

زندگی کیا ہے

✿ طالب علم نے کہا۔ ”زندگی بار بار امتحان کا نام ہے“۔
✿ غریب نے کہا۔ ”زندگی دکھوں کا گھر ہے“۔
✿ دولت مند نے کہا۔ ”زندگی کھانا، پینا، سونا اور مر جانا ہے“۔
✿ پھول نے کہا۔ ”زندگی چند لمحوں کی مسکراہٹ ہے“۔
✿ سورج نے کہا۔ ”زندگی روشنی ہے“۔
✿ رات نے کہا۔ ”زندگی تاریکی ہے“۔
✿ چاند نے کہا۔ ”زندگی چاندنی ہے“۔
✿ پہاڑ نے کہا۔ ”زندگی چٹان ہے“۔
✿ سمندر نے کہا۔ ”زندگی لہر ہے“۔
✿ زندگی نے کہا۔ ”میں خدا کی امانت ہوں“۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی - سیت پور

سنہری پھول

✿ کسی سے ملتے وقت اتنا مت جھکو کہ اٹھنے کے لئے سہارا تلاش کرنا پڑے۔
✿ اگر نیکی نہیں کر سکتے تو گناہ بھی نہ کرو۔
✿ زبان کی حفاظت کرنا دولت سے زیادہ مشکل ہے۔
✿ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔
✿ غریب لوگوں کی مدد کرو غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔
✿ دنیا یہ نہیں دیکھتی تم پہلے کیا تھے دنیا یہ دیکھتی ہے کہ تم اب کیا ہو۔
✿ رشتے خون کے نہیں رشتے احساس کے ہوتے ہیں جب احساس ہو تو اجنبی بھی اپنے اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی اجنبی۔

☆..... ارسلان اینڈ عامر شہزاد - گوجرہ

گدھا

ملیر کالونی نزد چوراہا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ پر ایک لڑکے سید واجد حسین نقوی نے ایک آدمی محمد مستقیم احمد سے پوچھا۔ معاف کیجئے گا کیا یہ گدھا آپ کا ہے؟ محمد مستقیم احمد۔ نہیں تو۔ سید واجد حسین نقوی۔ پیچھے پیچھے آپ کے چل رہا ہے۔ محمد مستقیم احمد۔ میرے پیچھے تو آپ بھی چل رہے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

دعا

ملک عرب کے دارالخلافہ ریاض کے نگینہ ہسپتال میں دو عربوں سید محمد آفتاب حسین نقوی اور سید محمد مجتبیٰ احمد زیدی میں لڑائی ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ وہیں سے ایک خاتون سیدہ اقبال فاطمہ کا گزر ہوا جو عربی نہیں جانتی تھیں وہ بولیں۔ شیخ صاحبان میرے لئے بھی دعا کرنا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

کیلنڈر

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل بورڈ کالج کی درجہ دہم کی کلاس میں پرنسپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ یہ تم کتاب کی جگہ کیا لے آئے ہو؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ کل تاریخ پڑھاؤں گا۔ اس لئے میں کیلنڈر لے آیا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

تالیاں

ملیر کالونی کراچی نزد چوراہا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کے گٹر میں ایک بچہ مچھر کو اس کے والد نے منع کیا۔ انسانوں کے قریب نہ جانا۔ ایک دن بچہ مچھر اپنے باپ سے نظر بچا کر انسانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ واپس اپنے گٹر یعنی ٹھکانے پر پہنچا تو فکر مند باپ نے پوچھا۔ خیریت تو رہی؟ بچے مچھر نے جواب دیا۔ ابا سب ٹھیک رہا انسان تو مجھے دیکھ کر خوشی

سے تالیاں بجانے لگے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

غیرت

انڈیا کے صوبے یو پی کے ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹوایاں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی ولد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کنیز مجتبیٰ صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دو ہی کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کنیز مجتبیٰ نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیسری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تینوں روٹی کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی بھاگتا ہوا اماں سیدہ کنیز مجتبیٰ نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھا گئے ہیں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے کٹہرہ مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شائستہ قسم کے فقیر شاہ ولایت نے درخواست کی جو لنگڑا تھا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ میں اپنی ایک ٹانگ کھو چکا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جھلائے ہوئے تھے کیونکہ اسنے نگینہ کی جامع مسجد کے مکتب میں پڑھائی سے جانے پر انکار کر دیا تھا مگر اپنا لہجہ پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ یقین کرو تمہاری ٹانگ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی - کراچی

ماں

✤ ماں جنت کا پھول ہے۔
✤ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔
✤ ماں ٹھنڈی ہوا ہے۔
✤ ماں سر کی چھاؤں ہے۔
✤ ماں گھر کا سکون ہے۔
✤ ماں ایک جنت ہے۔
✤ ماں کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے۔
✤ ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے۔

☆..... سلمیٰ بشیر - رلیہ جنگ

قرآنی معلومات

✤ قرآن مجید میں رکوع کی تعداد 550 ہے۔
✤ قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔
✤ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔
✤ قرآن مجید میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چار مرتبہ آیا ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔
✤ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔

☆..... سلمیٰ بشیر - رلیہ جنگ

ہم سات آسمانوں کی سیر کر آئے
ہر ستارے سے دوستی کر آئے
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے آئے
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پر کیسے آئے؟
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور ہی حسین لگتے ہو
بس اسی لئے تم کو خفا رکھا ہے
(ناصر عباسی مری کلس)

بن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
توڑ دیتے ہیں غربی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

مانا کہ سو عیب ہیں میری ذات میں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم غریب لوگ
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)

ہم نے جن پہ غزلیں سوچی ان کو چاہا لوگوں نے
ہم کتنے بدنام ہوئے تم کتنے مشہور ہوئے
(ناصر عباسی مری کلس)

بہترین شعراپنے پیاروں کے نام

Z، سرگودھا کے نام

نکل آئے ہیں آنسو رونے سے پہلے
ٹوٹ جاتے ہیں سب خواب سونے سے پہلے
کہتے ہیں بہار ایک سزا ہے زیبو
کاش کوئی روک سکتا کسی کو پیار ہونے سے پہلے

لعل شاہ رخ خان-کرک

عبداللہ حسن چشتی دمرّدراز کے نام

کچھ اس طرح سے اس نے پوچھا میرا حال
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا

غلام نبی نوری-کھنڈیاں خاص

محمد عمران کاشف فوجی، اڈا جسوآنہ بنگہ کے نام

دھوکا نہ دینا تجھ پر اعتبار بہت ہے
یہ دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تیری صورت نہ دیکھوں تو دکھائی کچھ نہیں دیتا چاہت
ہم کیا کریں ہمیں تم سے پیار بہت ہے

رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسوآنہ بنگہ

ایس، جڑانوالہ کے نام

اب دل میں مہکے ہوئے جذبے نہیں ملتے
اجڑے ہوئے گلشن میں پرندے نہیں ملتے
کیوں چپکے سے دل میں اتر جاتے ہیں وہ چاہت
جن سے قسمت سے ستارے نہیں ملتے

رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسوآنہ بنگہ

الل اسلام کے نام

عشق کی حدود سے گزر کر تو دیکھو
نام معشق دلوں میں بسا کر تو دیکھو
معشق کی غلامی میں موت آ جائے اگر تو
اس زندگی کو اک بار آزما کر تو دیکھو

محمد وسی گجا ہی-سواہ کینٹ

محمد نعمان قریشی، گوجر خان

جی چاہتا ہے تجھے مفت میں دل دے دوں نوی
اتنے معصوم خریدار ہو تم سے کیا لینا دینا

عدنان عاشق پریم-گوجر خان

شہزادہ عالمگیر کے نام

کدھر سے آیا کدھر گیا
ہم سب کو پریشان کر گیا
عارف اب وہ ہمارے درمیان میں نہیں
اک شخص پوری محفل کو ویران کر گیا

سید عارف شاہ-جہلم شہر

علی نواز مزاری، گھوٹکی کے نام

صبح تیری ہو شام میری ہو دن تیرا ہو رات میری ہو
خدا کرے تیری میری دوست اتنی گہری ہو، قبر تیری ہو لاش میری ہو

بہادر عار بانی باوچ-گھوٹکی

GN، کھنڈیاں خاص کے نام

اے خدا اپنے پاس میری امانت رکھنا
رہتی دنیا تک اس کو سلامت رکھنا

فاریہ تبسم-ٹھینگ موڑ

این، کنگن پور کے نام

جسے دل میں بسایا زندگی بھر جس کی پوجا کی
اس بت کو مونا بے وفا محسوس کرتے ہیں

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

این، کنگن پور کے نام

کچھ یاد کر کے آنکھ سے آنسو نکل پڑے
مدت کے بعد گزرے جو اس گلی سے ہم

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

ابھرتی ہوئی نئی شاعرہ عابدہ رانی

غزل

محبت میں ملا جو دھوکہ
تو دل ہمارا ٹوٹ گیا
وہ شخص جو کبھی ہمارا تھا
ہماری زندگی سے ہی روٹھ گیا
ہمیں عمر بھر کے غم وہ دے گیا
جسے زندگی کا دیوتا مانا تھا
آخر وہی ہرجائی نکلا
چھوڑ ہمیں خود دور چلا گیا
خوشیوں تو وہ دے نہ سکا
زندگی میں کڑی جدائی دے گیا
میری زندگی کو بے رنگ بنا دیا اس
نے
جو کبھی رنگ بھرا کرتا تھا
آج وہ مجھے حالات کے رحم وکرم پہ
چھوڑ
گیا
میری زندگی کو کھلونا سمجھ کے جاتے
جاتے وہ توڑ گیا

دل کی دنیا اجڑ گئی

میرے دل کی دنیا اجڑ گئی
مجھے رواجوں کی بھینٹ چڑھایا گیا
میری خوشیاں مجھ سے چھین گئیں
میرے دامن کو سولی پہ چڑھایا گیا
میں دکھوں کی آگ میں جلتی رہی
مجھے تا عمر دکھوں میں بٹھایا گیا
مجھے نیند نہیں آتی تیرے بن
مجھے بن تیرے رہنا سکھایا گیا
چاہا تھا تمہیں زندگی میں
میرے دامن کو کانٹوں سے سجایا گیا
میں تیری ہونا چاہتی تھی
مجھے تیری خاطر رولایا گیا

✿

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت
سے
دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں ہمیشہ پلکیں
بچھائیں
لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خودداری کے قاتل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ سمجھے میری اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے
بھی نہ ادا کی

✿

جب چندا بادلوں کی اوٹ میں چھپ
جاتا
ہے
تو ہر سمت اندھیرا چھا جاتا ہے
ہر چیز بے رونق لگتی ہے
سب کچھ ماند سا پڑ جاتا ہے
ایسے میں احساس یہ ہوتا ہے
کہ تیرا مجھ سے دور جانا
میری زندگی سے یوں نکل جانا
مجھے ہر پل تڑپاتا ہے
تیری مجھ سے بچھڑ
اس اندھیرے کی مانند
جہاں اداسی سی چھائی
تیری محبت نے میرے دل میں
لگائی
ہر وقت آنکھیں تیرے انتظار
مجھے پل پل تیری یاد آئی
تم اس چاند کی مانند ہو جو چھپ.

سب کچھ ویران سا لگتا
راہوں کو کھوجتے کم
دیر تک تجھے سوچتے سو
جب کچھ بھی سمجھ میں نہ
تو دل میں انجانا سا خیال
یہ درگزر کرنے کی دنیا
یہاں سمجھوتا ہی ہر کسی کو کرنا
ایسے میں ایک انجان سی لو
ان راہوں پہ چل پڑ
کہ اسے ہر مشکل مرحلہ طے کرنا.
ہر منزل کو باآسانی پار کرنا.
ان راستوں پہ چلتے ہ
بھی کئی بار پاؤں پھسلے ہ
لیکن آخر کو پاؤں تو زخمی ہونے
ساتھ میں دل بھی نہ بچا زخمی ہو
ہ

ابھرتی ہوئی شاعرہ ثوبیہ حسین شہر کھوٹہ

شعر
وفا اپنانے کی خاطر ہوتی ہے وفائیں کتنی
معصوم سا لگتا ہے لفظ محبت
ں الفاظ میں ملتی ہے سزائیں کتنی

غزل
نے خدا سے تیرے لیے دعا مانگی ہے
ہ پیار کے بدلے تجھ سے محبت ہے
وگ لگا ہے ہمیں اس کی دوا نہیں
ن راہوں میں صدا پھول کھلیں یہ مانگی ہے
یہ مسکرانا بھاتا بہت ہے مجھے
ا طرح مسکرائے یہ دعا مانگی ہے
ا روح میں ہے خوشبو تیرے پیار کی
نے سے پہلے دیدار ہو تیرا یہ دعا لی ہے

غزل
بہت اداس موسم ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
بھوں میں ہم تو گم سم ہیں کبھی تو ملنے چلے آؤ
مارے پاس تو ہوں گی زمانے بھر کی
ں ہمارے پاس تو
ا اس لیے کبھی تم ملنے چلے آؤ
بہانے غم کتنے بے پناہ دل پہ محبت میں
تمہارے لفظ تو مرہم ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
پتھر ہی نہ ہو جائیں نگاہیں دیکھتے راستہ
کہ خوشیاں بھی تو بے رحم ہیں کبھی تم ملنے چلے آؤ

غزل
میں نے کب درد کے زخموں سے شکایت کی ہے
ہاں میرا جرم ہے کہ میں نے محبت کی ہے
چلتی پھرتی لاشوں کو گلہ ہے مجھ سے
بے وفا تیرے شہر میں رہ کر میں نے جینے کی حسرت کی ہے
آج پہچان نہیں جاتا چہرے اس کا
جس نے اک عمر میرے دل پہ حکومت کی ہے
آج پھر دیکھا ہے محفل میں پتھر بن کر
میں نے آنکھوں سے نہیں دل سے بغاوت کی ہے
اس کو بھول جانے کی غلطی بھی نہیں کر سکتی
صرف ٹوٹ کر کی ہے تو اس سے محبت کی ہے

شعر
میں نے بھی اس سے پیار کیا تھا
تھوڑا نہیں بے شمار کیا تھا
میری تو دنیا ہی بدل گئی
جب اس نے کہا میں نے تو صرف مذاق کیا تھا

غزل
تیری چاہت میں گزارتی میری ہر شام تھی
میرے دل سے نکلی ہوئی ہر دعا تیرے نام تھی
اب مجھ کو الزام نہ دو بے وفائی کا
میری ہاتھوں کی لکیروں میں وفا عام تھی
قدر پوچھ اس سے جو کرتے ہیں محبت کی پوجا
صرف تیرے ہی شہر میں محبت بدنام تھی
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
میری زندگی نہ پوری ہے اس کے بغیر
میری ہر خوشی ادھوری ہے اس کے بغیر
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
میرے خوابوں کی تعبیر ہے وہ
میری زندگی کی جاگیر ہے وہ
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
اس کی چاہت نے میری دنیا سجا دی
اس کے پیار نے مجھے شاعری سکھا دی
کوئی اس سے جا کے کہہ دے
میں بیٹھی ہوں تمناؤں کے دیپ جلائے
میرے آنگن میں کبھی آئے میرا آنگن مہک جائے
کوئی اس سے جا کے کہہ دے

آئینہ روبرو

انچارج۔ کشور کرن۔

اسلام علیکم۔ سر کیسے ہیں آپ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے سر آپ کا کن لفظوں سے شکریہ ادا کروں میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن سے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں میں بہت بہت دعاؤں کے ساتھ آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے میری کہانی شائع کر کے مجھے دلی خوشی فراہم کی اللہ آپ کو صحت وتندرستی اور لمبی زندگی عطا فرمائے آمین آپ نے مجھ جیسے ادنی سے انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ورنہ میں تو ناامید ہو گیا تھا کہ کیا پتہ میری کہانی اب شائع ہو یا نہ ہو میری قسمت کے ستارے نے میرا ساتھ دیا اور آج میں اپنی سٹوری اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اتنا خوش ہوا ہوں کہ بتا نہیں سکتا پھر اسی خوشی میں میں نے پانچ رسالے لے کر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں گفٹ بھی کیے ہیں امید ہے آپ آئندہ بھی مجھے مایوس نہیں کریں گے اور قارئین کی رائے بھی وقتا فوقتا مل رہی ہیں میں مشکور ہوں ان قارئین کا جو مجھے اپنی قیمتی رائے سے نواز تے جا رہے ہیں سر کچھ غزلیں بھیجی تھیں اگر وہ بھی شائع ہو جائیں تو آپ کا تھینکس۔ اور سب قارئین بہت اچھا لکھ رہے ہیں میں نے سب کی سٹوریز پڑھ لی ہیں جو کہ بہت پسند آئی ہیں۔ اور آپی کشور کرن میں آپ کے رائٹر گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں آپ بتائیں آپ کے گروپ میں آنے کے قائدے قانون کیا ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے ویلکم ضرور کہیں گی آخر میں سب قارئین کو سلام اور جواب عرض کے لیے دعا میں اللہ کی ذات ہمارے جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

--------------- نعیم ریحان رائٹر گروپ۔ جھکر

اسلام علیکم۔ ادارہ جواب عرض کے سٹاف اور تمام رائٹر شاعر اور قارئین کو میری طرف سے سلام اور [illegible] سر پلیز پلیز رسالے پر تھوڑی توجہ دیں یہ کیا کر رہے ہیں آپ ایسا کیوں ہو رہا ہے رسالے میں غلطیاں اور بہت سی پرانی چیزیں [illegible] آ رہی ہیں اگر آپ نہیں چلا سکتے تو بند کر دیں پلیز رائٹر حضرات کی اتنی محنت کو ایسے ضائع نہ کیجئے پلیز لوگ اپنا بہت قیمتی وقت نکال کر اس کو تمام دیتے ہیں محنت سے لکھتے ہیں اور اپنی تحریریں دیکھنے کو ترستے ہیں مگر آپ ہیں کہ نہ رسالہ ٹائم سے آ رہا ہے اور نہ رسالہ پڑھنے کا کوئی مزا آ رہا ہے ایک بات کہنا چاہوں گی کہ مجھے لکھنے کا شوق بھی جواب عرض سے ہی ہوا تھا اور اسی جواب عرض کی وجہ سے میرا شوق بھی ختم ہوتا جا رہا ہے اب تو دل کھٹا ہو گیا ہے جواب عرض سے سر پلیز ابھی بھی بہت سے لوگ ہیں جو اس کی آس لگائے بیٹھے ہیں آپ اسکو تھوڑا سا وقت دے دیا کریں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ باقی میرے رائٹر گروپ کے کارکن کہاں چلے گئے ہو ابھی تو میں رسالے میں ہوں اب کوئی چیز شائع نہ ہو تو اس میں

ہمارا کیا تصور ہے ہم کو ریگولر ملتے رہتے ہیں آخر میں جواب عرض کے لیے [illegible]

ہماری جواب عرض و پہلے کی طرح ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن رہے آمین۔

-------------کشور کرن رائٹر گروپ پتوکی

اسلام علیکم۔ کے بعد عرض ہے کہ میں بالکل خیریت سے ہوں امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے جنوری کا رسالہ سارا دیکھ چکا ہوں اور تھوڑا سا وقت نکال کر اسے پڑھتا رہتا ہوں شعروں میں اس دفعہ خوب جمی تمام اشعار دل کو تڑپا دینے والے تھے خصوصا رئیس ارشد خاں۔ بیلہ۔ وسیم احمد گگومنڈی ۔رابعہ ارشد۔ عائشہ رحمٰن کبیر والا۔ اور ثوبیہ کنول۔ کے اشعار مجھے بہت پسند آئے اسلامی صفحہ پڑھ کر بہت [illegible] ہوا ہوں۔ پلیز آخری صفحہ پر خوفناک ڈائجسٹ کی تصویر نہ لگایا کریں کہانیاں سب کی سب بہت اچھی تھیں سچا پیار۔ میں تنہا ہوں تیرے بن۔ عشق ہو تو ایسا۔ بس ایک تیرا انتظار پسند آئیں میں آپ کو [illegible] بھیجتا ہوں پلیز اس کو ہمیشہ شائع کرتے رہنا شکریہ۔

-------------ذیشان۔

اسلام علیکم امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے جواب عرض میں آخر وعدہ توڑ دیا تم نے کافی اچھی سٹوری تھی دوسری کہانی اپنے ہوئے پرائے یہ بھی کافی اچھی سٹوری تھی ایک سفر ہے زندگی میرے خیال میں یہ بیسٹ سٹوری تھی۔ میں ایک کہانی بھیج رہی ہوں اگر پسند آئے تو پلیز ضرور شائع کیجئے گا اطلاع لازمی دیں شکریہ۔

-------------عارفہ یادی پشاور

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آئیے اور [illegible] شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد بارون [illegible] ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سٹوری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سٹوری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تنہا کی سٹوری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکا ہے۔ زینت رسول۔ کی سٹوری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سٹوری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے ایک اچھی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سٹوری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسنین شاکر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہد رفیق سہو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر۔ رضوان آکاش کی سٹوری عشق نہ مانے ہار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر دراز کی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سٹوری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم [illegible] اکا نہیں تھا جناب تمام کا نمبر پورا شائع کریں مہربانی ہوگی باقی تمام رائٹرز اور اسٹاف و [illegible] کو سلام۔

-------------پرنس مظفر شاہ پشاور

اسلام علیکم۔ بعد از سلام۔ میں خیریت سے ہوں پر امید ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے جنوری کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت لطف اندوز ہوا ہوں جس میں سچا پیار۔ محمد عارف شہزاد۔ موبائل حادثہ۔ حسنین شاکر۔ تقدیر کا کھیل۔ ملک نعمان نواز۔ سوالیہ محبت محمد انجم خان۔ جلد بازی۔ محمد یونس ناز۔ عشق داروگ انوکھا انتظار حسین ساقی۔ سب کی سٹوریاں بہت اچھی تھیں ریاض بھائی آپ سے جواب عرض ہے یونس ناز کی کہانی بھی لگا دیا کریں تمام ٹیم کو میری طرف سے سلام۔

-------------پیر سید عادل حسین کاظمی۔ اسلام آباد

اسلام جواب عرض سلام۔ آل ریڈرز اینڈ رائٹرز حضرات کیسے ہیں آپ سب امید کرتی ہوں سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ میرا نام راحیلہ منظر ہے کچھ لوگ مجھے جانتے ہوں گے اور جو نہیں جانتے ان کو بتانا چاہتی ہوں میرا ابھی بھی پرانہ رشتہ ہے جواب عرض سے بٹ کچھ مصروفیات کی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹ گیا تھا کہتے ہیں خون کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر جو رشتے احساس کے ہوں وہ کبھی نہیں ٹوٹتے میں ایک بار پھر سے جواب عرض کے ساتھ احساس کا رشتہ جوڑنا چاہتی ہوں اور کچھ تحریریں بھیج رہی ہوں امید کرتی ہوں کہ جواب عرض میں ضرور شامل ہوں گی کیونکہ میں نے ایک وقت گزارا ہے جواب عرض کے ساتھ۔ جواب عرض کی ترقی کے لیے دعا گو۔

-------------راحیلہ منظر جہرہ [illegible]

اسلام علیکم ماہ دسمبر کا شمارہ جواب عرض میرے ہاتھوں میں ہے سب سے پہلے فائزہ کا خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ وہ جواب عرض کی مخلص ہو کر آپ کو اس کی خامیوں پر توجہ دلا رہی ہے ورنہ تو اکثر حضرات اپنے جھوٹے تعاریفوں کے پل اور چمچہ گیری سے اپنے کسی دوست استاد رشتے دار سے جھوٹی موٹی [illegible] یا کسی پرانے ڈائجسٹوں سے کہانیاں چرا کر آپ سے پاس [illegible] شہرت حاصل کرنے کے لیے [illegible] دیتے ہیں تو پھر آپ ان کی تحریریں تصویریں وغیرہ شائع کر کے ایک اچھا راستہ ایک اچھی منزل کی طرف گامزن کر دیتے ہیں مگر وہ جھوٹے فریبی مکار جو رائٹر کے نام [illegible] ذلیل و خوار کر کے ان کا جینا حرام کر دیتے ہیں اور وہی محبت کے فریب کے بعد انہیں بلیک میل کرتے ہیں کہ اگر آپ نے میرا یہ کام نہیں کیا آپ کا نمبر اور [illegible] گاؤں کا گاؤں شہر شہر سینڈ کر دوں گا اور اس طرح ہوا اور پچھلے ایک ہفتے سے ایسے لکھیا حضرات کے میسج آ رہے ہیں کہ فلاں لڑکی سے فلاں شہر کی ہے اس کے یہ نمبر ہیں وہ جواب عرض کے رائٹروں کو لوٹ رہی ہے دراصل ایسے رائٹروں کے ایسا ہی حشر ہونا چاہئے جو کسی اور کی عزت آبرو لوٹنے کے لیے پرانی کہانیاں جواب عرض میں چھپوا کر کسی کی بہن بیٹی [illegible] کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو ان کی ہی بے وقوف بنایا جائے تو بہت اچھا ہے اور میں جواب عرض [illegible] پلیز اپنی ماں باپ بہن بھائیوں اور خاندان کی عزت [illegible] ہمجھو وہ سب آپ کی عزت اور زندگی سے کھیلنے کے لیے پیار محبت دوستی کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور [illegible] جواب عرض کے رائٹرز سے رابطہ نہ کریں کیونکہ اس میں اصل رائٹر بہت کم ہیں دوسرے تو رائٹرز کے نام پر

ایک سیاہ دھبہ ہیں جو آپ کا جینا حرام کر دیں گے۔ آئینہ روبرو کے بعد اسٹوری عاشقی ۳ پڑھی جو بہت عجیب تھی اور اس کا ستون تھی اس کے بعد فاصلے ضروری تھے اور محترمہ آئمہ ناز کی تحریر ہم بچھڑے کچھ اس طرح پڑھی جو بہت طویل سٹوری تھی اتنی طویل اور خوبصورت تحریر پر میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ آخر میں جناب ریاض احمد صاحب میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے دو سال بعد میری تحریر پیار کا تحفہ شائع کی [illegible] آپ میری باقی تحریریں بھی جلدی شائع کرنے کا شکریہ موقع فراہم کریں گے اور میرا یہ پیغام اور خط مکمل شائع کر کے انسان دوستی اور ادب دوستی کا بھرپور ثبوت دیں گے۔ والسلام۔

محمد اسلم آزاد۔ سبی بلوچستان

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آیئے اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد ہارون کا عفو و درگزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سٹوری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سٹوری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تنہا کی سٹوری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سٹوری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سٹوری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے ایک اچھی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سٹوری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسنین شاکر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہد رفیق سہو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر۔ رضوان آکاش کی سٹوری عشق نہ مانے ہار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر دراز کی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سٹوری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ۔

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آیئے اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد ہارون کا عفو و درگزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سٹوری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سٹوری جس میں بالکل کشش نہیں تھی بور اور بیکار سی کہانی تھی خواہ مخواہ جواب عرض کے اتنے صفحات ضائع کر دیئے پلیز کچھ خیال کیا کریں۔ کوئی ایسی کہانی بھیجا کریں جس سے پڑھنے کا مزہ آئے۔ کنول تنہا کی سٹوری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکی بس گزارہ تھی۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سٹوری بھی فرضی تھی۔ لیکن اس میں کچھ مزہ تھا اچھا لگا اس کو پڑھ کر۔ کشور کرن کی سٹوری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے ایک اچھی کاوش تھی۔ یہ تو جواب عرض کی پرانی رائٹر ہے اور ہم اس کو کئی سالوں سے پڑھتے آ رہے ہیں۔ ان کے ایک لیٹر میں یہ لکھا ہے [illegible] عرض کی [illegible] اور [illegible] چھوڑ سکتی ہیں [illegible] اب

کوئی نہیں۔ یہ جنون ان کا بہت ہی اچھا لگا۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سٹوری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسنین شاکر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی انہوں نے جو کچھ بھی لکھا وہ ہمارے لیے ایک سبق ہے اور ہمیں ان کی کہانی پڑھ کر سبق لینا چاہیے۔ شاہد رفیق سہو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر بہت بہت مبارکباد آپ کے لکھے گئے لفظوں میں جان تھی جو ایک رائٹر کے قلم میں چاہیے۔ رضوان آکاش کی سٹوری عشق نہ مانے ہار بھی بہتر تھی۔ ان کو میرا سلام۔ ملک علی رضا جذبات کا فیصلہ۔ ویری گڈ تھی۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا بہت ہی اچھی سٹوری تھی ایسی سٹوری کو شائع کیا کریں۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر دراز کی ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سٹوری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزا آیا۔

مس فائزہ۔ ڈگری کالج لکی مروت

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آ اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا ہارون کا عفو و درگزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سٹوری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی سٹوری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تنہا کی سٹوری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سٹوری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سٹوری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے اچھی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سٹوری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسنین شاکر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہد رفیق سہو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ پر۔ رضوان آکاش کی سٹوری عشق نہ مانے ہار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر دراز بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سٹوری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا جناب تمام کا نمبر پورا شائع کریں مہربانی ہوگی باقی تمام رائٹرز اسٹاف کو سلام۔

محمد راشد لطیف۔ صبر والا

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ شمارے کے آغاز [illegible] صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد ہارون کا عفو و درگزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سٹوری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سٹوری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تنہا کی سٹوری [illegible] مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سٹوری بھی فرضی تھی۔ تاہم [illegible] سٹوری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے ایک اچھی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سٹوری [illegible] بھی کوئی خاص نہیں تھی [illegible] حسنین شاکر بھائی کی تحریر [illegible] ویری گڈ۔

محمد اشرف زخمی [illegible]

خوشخبری

ہمارے ہاں پرانے ڈائجسٹ ورسائل اور ہر موضوع پر
نئی کتب کی تمام ورائٹی نہایت رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں

پُرانے انوکھی آپ بیتیاں، جواب عرض، خوفناک

خواتین، کرن، شعاع، آنچل، پاکیزہ، ریشم، حنا، جواب عرض، خوفناک، جاسوسی، سسپنس، سرگزشت، سچی کہانیاں، عمران، حکایت، سچی کہانی، چترالی، بچوں کی دنیا، بچوں کا باغ، جگنو، نونہال، تعلیم وتربیت، ڈالڈا، دسترخوان، مصالحہ، باورچی خانہ، کوکنگ خزانہ، کچن، مزیدار لطیفے، بچوں کی کہانیاں، ایس ایم ایس، پہیلیاں، ٹوٹکے، پنجابی ماہیئے، شاکر کے دوہڑے، گھر کا دواخانہ، شاعری، غزلیں، اقوال زریں، نعتیں، تمام صوفی بزرگوں کے کلام، شکوہ جواب شکوہ، تحفہ شادی، کلونجی سے علاج، بچوں کے اسلامی نام اور بے شمار کتابوں کی ورائٹی دستیاب ہیں۔

منصور حسن پرانے رسالوں والے

نزد شاہ عالم مارکیٹ، نیا بازار، ورک مارکیٹ، دکان نمبر 9 لاہور

موبائل نمبر 0333-4765899